



# قبر کے مسائل

تألیف: مختار احمد محمدی مدنی حفظہ اللہ  
(دائی و مبلغ مکتب تو عیتہ الجالیات تبلیغ، سعودی عربیہ)

مراجعة: ابورضوان محمدی حفظہ اللہ

استاذ عقیدہ جامعہ محمد میضورہ مالگاؤں، الہند  
وسایق ناظم اعلیٰ صوبائی جیجٹ ایل حدیث مہاراشٹر الہند

ناشر دار الخیر فاؤنڈیشن کاؤسٹم، ممبرا (مبئی)

DARULKHAIR FOUNDATION KAUSA, MUMBRA (MUMBAI)

۵۔ لیک پلازہ، بند تلاقوپالی، کاؤسٹم، ممبرا، پنج تھانے-۱۲۰۰۶۱۲، ممبئی



# آل خیر ٹورس ایندھرا اویلس

**AL-KHAIR  
TOURS & TRAVELS**

**آل-خیر  
ਟੂਰਸ ਏਂਡ ਟ੍ਰਾਵੇਲਸ**

**حج - عمرہ سروس**

**HAJJ - UMRAH  
SERVICE**

**ہج-عمرہ  
سروس**

حج و عمرہ کی ادائیگی سندیافتہ مجرب عالم دین کی رہنمائی میں

Contact No.: 9594690742 Maulana Shamim Madani E | [alkhairtour@gmail.com](mailto:alkhairtour@gmail.com)

اگر کوئی بھائی دریتی کتاب چھپو اکرمفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اب اسے کر سکتے ہیں : 9594690742

# مسائل القبر قبر کے مسائل

تألیف: مختار احمد محمدی مدنی حفظہ اللہ

(داعی و مبلغ مکتب توعیۃ الجالیات جیل، سعودی عربیہ)

مراجعہ: ابو رضوان محمدی حفظہ اللہ

استاذ عقیدہ جامعہ محمدی صورہ مالیگاؤں، الہند

وسابق ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث مباراشر الہند

ناشر دار الخیر فاؤنڈیشن کوسہ، ممبرا (مبمی)

DARULKHAIR FOUNDATION KAUSA, MUMBRA (MUMBIA)

۵- لیک پلازہ، بزرگوار پالی، کوسہ، ممبرا، آئلیخ تھانے - 400612 ممبی

## فروخت ممنوع

نام کتاب	:	قبر کے مسائل
تالیف	:	مختار احمد محمدی مدñی رحظہ اللہ
مراجعہ	:	ابورضوان محمدی رحظہ اللہ
صفحات	:	144
تعداد اشاعت	:	1000
تاریخ اشاعت	:	جو لائی 2017
ناشر	:	دارالخیر فاؤنڈیشن،
۵۔ لیک پلازہ، کوسہ، ممبرا (مبینی)	:	

## فہرست موضوعات

نمبر شار	موضوعات	صفحہ نمبر
*	عرض باشر	۵
۱	گلہ نامولن	۷
۲	قبر پرستی کی ترویج و اشاعت کے اباب	۲۲
۳	پہلا سبب: جہالت	۲۲
۴	دوسرے سبب: من گھر روتا ہوں اور جھوٹی حدیثوں کی نشوشا نت	۲۳
۵	تیسرا سبب: بجادہ نشیوں کی طرف سے من گھر کر احتتوں کی اشاعت	۲۳
۶	چوتھا سبب: اہل حق علماء کا سکونت	۲۴
۷	پانچواں سبب: بعض حکومتوں کی طرف سے اس کی پشت پناہی	۲۴
۸	چھٹھا سبب: علماء سو	۲۷
۹	ساتواں سبب: کافروں مشرک کی تلقید و بیرونی	۲۷
۱۰	آٹھواں سبب: بزرگوں کے آثار و نشانات اور مقامات کی حفاظت	۲۸
۱۱	نوال سبب: میڈیا (ذرائع ابلاغ)	۲۹
۱۲	وفات کے بعد میت کے کچھ احکام	۲۹
۱۳	میت کو غسل دینے کا طریقہ	۳۲
۱۴	میت کو کفن دینے کا طریقہ	۳۵
۱۵	صلاتہ چنانہ کا طریقہ	۳۸
۱۶	قبر کے کہتے ہیں؟	۳۳
۱۷	دفن و قبر کی حکمتیں	۳۳
۱۸	قبر کیسی ہو؟	۳۵
۱۹	دفن کا طریقہ	۳۶
۲۰	قبر میں سوالات	۳۹

۵۰	عذاب قبرحق ہے	۲۱
۵۵	قبر میں مومنوں کو نعمتیں جیکہ کافروں کو عذاب ہوتا ہے۔	۲۲
۵۷	قبر بر زخمی زندگی ہے	۲۳
۵۹	(۱) عالم ارواح	۲۴
۶۰	(۲) عالم رحمہ مادر	۲۵
۶۰	(۳) عالم حیات	۲۶
۶۰	(۴) عالم بزرخ	۲۷
۶۰	(۵) عالم آخرت	۲۸
۶۱	قبروں کی زیارت کا مسنون طریقہ	۲۹
۶۲	بدعت اور اس کی تباہ کاریاں	۳۰
۶۲	بدعت کی اصطلاحی تعریف	۳۱
۶۳	بدعت کی خبریاں	۳۲
۶۵	کیا بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں	۳۳
۶۶	ایک شہدا اور اس کا ازالہ	۳۴
۶۷	بدعت کی مختلف قسمیں	۳۵
۶۸	دین میں بدعت کا حکم	۳۶
۶۹	بدعت کی ترویج و اشاعت کے اسباب	۳۷
۷۰	اہل بدعت کا انجام	۳۸
۷۰	بدعت کی معرفت و پیچان ضروری ہے	۳۹
۷۱	چند مشہور بدعتات کے نام	۴۰
۷۱	قبروں کی بدعتات	۴۱
۷۱	بدعت نمبر (۱): قبروں پر مسجدیں بنانا	۴۲
۷۳	قبر رسول ﷺ اور اس کے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ	۴۳

۷۹	چند شہبادات اور ان کا ازالہ	۲۴
۸۳	بدعت نمبر (۲): قبروں کے پاس صلاة پڑھنا	۲۵
۸۵	بدعت نمبر (۳): قبروں کو پختہ کرنا	۲۶
۸۵	بدعت نمبر (۴): قبروں پر لکھنا یا کتہہ لکھنا	۲۷
۸۶	بدعت نمبر (۵): قبروں پر مجاہر بن کر بیٹھنا	۲۸
۸۸	بدعت نمبر (۶): قبروں کو بیزی یا ونجی کرنا	۲۹
۸۹	بدعت نمبر (۷): قبر پر قبہ بنانا یا خیمہ لگانا	۳۰
۸۹	بدعت نمبر (۸): قبروں پر گنبد بنانا	۳۱
۹۰	بدعت نمبر (۹): قبروں اور مزاروں کو سلسل دینا	۳۲
۹۱	بدعت نمبر (۱۰): قبروں سے تبرک حاصل کرنا اسے چومنا چاہتا	۳۳
۹۳	بدعت نمبر (۱۱): قبر کے پاس یا اس کی طرف رخ کر کے دعا کرنا	۳۴
۹۷	بدعت نمبر (۱۲): قبروں پر چاغاں کرنا	۳۵
۹۸	بدعت نمبر (۱۳): قبروں پر اگر بتیاں سلاکا	۳۶
۹۹	بدعت نمبر (۱۴): قبروں پر عرس منایاں کو حشنا کاہ بنانا	۳۷
۱۰۱	بدعت نمبر (۱۵): دور راز بگھوں سے قبر پر حاضری دینے کی نیت سے رخت سفر باندھنا	۳۸
۱۰۲	بدعت نمبر (۱۶): قبرستان میں پورا قرآن آپ پڑھنا یا بعض سورتوں کی تلاوت کرنا	۳۹
۱۰۳	بدعت نمبر (۱۷): قبر پر سجدہ کرنا	۴۰
۱۰۳	بدعت نمبر (۱۸): قبر پر قوابی کرنا	۴۱
۱۰۴	بدعت نمبر (۱۹): قبر کا طواف کرنا	۴۲
۱۰۷	بدعت نمبر (۲۰): قبر پر پھول چڑھانا یا درخت لگانا	۴۳
۱۰۸	بدعت نمبر (۲۱): قبر میں عہد نامہ رکھنا	۴۴
۱۰۸	بدعت نمبر (۲۲): میت پر ۳۱ بار سورۃ بقرہ پڑھنا	۴۵
۱۰۸	بدعت نمبر (۲۳): قبر پر اذان دینا	۴۶

۱۰۹	بدعت نمبر (۲۴): مٹی دینے وقت پہلے لپ پر منہا خلقنا کم دوسرا سے پرو فیہا نعید کم اور تیرے پر	۶۷
۱۱۰	بدعت نمبر (۲۵): قبرستان میں جنازہ پیچنے کے بعد جانور ذبح کر کے حاضرین میں تقسیم کرنا	۶۸
۱۱۱	بدعت نمبر (۲۶): میت کو قبر میں رکھنے سے پہلے چار پائی کے ارد گرد ذکروا ذکروا کار کرنا	۶۹
۱۱۲	بدعت نمبر (۲۷): میت کے ساتھ تربت حسین رکھنا	۷۰
۱۱۳	بدعت نمبر (۲۸): قبر میں میت پر گلاب پاشی کرنا	۷۱
۱۱۴	بدعت نمبر (۲۹): قبر پر کھانا تقسیم کرنا	۷۲
۱۱۵	بدعت نمبر (۳۰): قبر کے پاس صدقہ و خیرات کرنا	۷۳
۱۱۶	بدعت نمبر (۳۱): مرد و عورت کی قبر میں تغزیت کرنا	۷۴
۱۱۷	بدعت نمبر (۳۲): قبروں اور مزاروں پر غلاف چڑھانا	۷۵
۱۱۸	بدعت نمبر (۳۳): قبر پر ذبح کرنا	۷۶
۱۱۹	بدعت نمبر (۳۴): صاحب قبر کے لئے نذر مانا	۷۸
۱۲۰	بدعت نمبر (۳۵): قبروں پر خوشبو کرنا	۷۹
۱۲۱	بدعت نمبر (۳۶): قبروں پر درخواستیں جمع کرنا	۸۰
۱۲۲	بدعت نمبر (۳۷): میت کو رکھتے وقت قبر میں اس کے بڑے بیٹے کو اتنا رنا	۸۱
۱۲۳	بدعت نمبر (۳۸): کسی رشیدار خصوصاً بڑے بیٹے کی اجازت سے قبر پر مٹی دینا شروع کرنا	۸۲
۱۲۴	بدعت نمبر (۳۹): تدفین کے بعد قبرستان میں میت کے رشیداروں سے لوگوں کا جماعتی تعزیت کرنا	۸۳
۱۲۵	بدعت نمبر (۴۰): مٹی دینے کے لئے اسی طرح ثابت قدی کی دعا اے کے لئے بلند آواز میں اعلان کرنا	۸۴
۱۲۶	خاتمه	۸۵
۱۲۷	ضمیم نمبر (۱) تعزیت کا مسنون طریقہ	۸۶
۱۲۸	ضمیم نمبر (۲) ایصال ثواب کے مسنون طریقہ	۸۷
۱۲۹	ضمیم نمبر (۳) تبرک شریعت کے میزان میں	۸۸

## عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلي آله وصحبه أجمعين - أما بعد!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو بھی شخص اس دنیا میں آیا ہے اُسے ایک دن اس دارِ فانی سے گوچ کر جانا ہے اور اپنے مالک حقیقی سے جامانتا ہے جس کا ایک اٹل وقت معین ہے۔

چونکہ ایک انسان جس کی روح جوں ہی ملک الموت قبض کرتا ہے، اعزہ و اقارب کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ جس قدر ممکن ہو جلد از جلد اسے قبر تک پہنچا دیا جائے لیکن کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں میت اس دارِ فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد جو ضروری احکام ہیں جیسے کفن، غسل، دفن وغیرہ کی صحیح واقفیت نہیں ہوتی ہے۔ آباء و اجداد کی انہی تقلید کرتے ہوئے بہت سارے ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جو سراسر قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مخالف ہوتے ہیں، جیسے میت کی روح نکلتے وقت سورہ میمین کی تلاوت کرنا، نوحہ و ماتم کرنا، میت کے ارد گرد بیٹھ کر درود شریف یا لکھہ طبیب کا خاص ورد کرنا، میت کو قبر میں انتارتے ہوئے اس کے کفن کے ساتھ عہد نامہ رکھنا، قبر پر اذان دینا، مٹی دیتے ہوئے ﴿مَنْهَا حَلَقْتَنَا كُمْ وَ فِيهَا نَعِيَدْ كُمْ وَ مِنْهَا نَخْرُجُ كُمْ تَازَّةً أُخْرَى﴾ (ط: ۵۵) پڑھنا، تیج اور چالیسوال کی رسم منانا، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور دیگر بہت سارے رسوم کو ادا کرنا وغیرہ۔

مذکورہ بالا باطل رسم و رواج کی بخش کرنی کے لئے فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ محمدی مدینی رحظۃ اللہ (داعی و مبلغ دعوۃ سینہر جبیل سعود یہ عربیہ) نے زیرِ نظر کتاب ”قرآن کے مسائل“ کی ترتیب دی ہے۔

جس میں شیخ موصوف نے ان باطل رسم و رواج کی مدل انداز میں تردید کی ہے اور بدعت کے اس باب و علل کو بیان کرتے ہوئے تجویز و تکفیر اور دفن کے جواہکام و آداب ہیں کتاب و سنت کی روشنی میں افادہ عامہ کی غرض سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ کتاب اس سے پہلے دعوۃ سینہر جبیل سعود یہ عربیہ سے طبع ہو چکی ہے۔ موضوع کی

اہمیت اور کتاب کی افادیت کے پیش نظر شیخ محترم کی اجازت بلکہ اس سلسلے میں ان کے بھرپور تعاون سے دوبارہ اس کی طباعت کا شرف دار لجیر فاؤنڈیشن کوسہ ممبر اکو حاصل ہو رہا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب قوم و ملت کے لئے سودمند ثابت ہو۔ مؤلف، ناشر اور جن بھی بھائیوں کا اس کتاب کی طباعت میں جس بھی قسم کا تعاون ہوا سے قبول فرماتے ہوئے ان کے لئے صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

## شمیم احمد عبد الحکیم مدنی

صدر دار لجیر فاؤنڈیشن کوسہ، ممبر امتحانی

۲۰ جولائی ۱۴۰۷ء

## كلمة المؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَحْمَنُ وَرَحِيمٌ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا،  
مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلٌّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِي لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ  
مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ نِعَمِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ) (آل عمران: ۱۰۲)  
(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَ مِنْهُمَا  
رِجَالًا كَثِيرًا وَأَنْتُمْ إِنْسَانٌ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسْأَئِلُونَ بِهِ وَالْأَرْضَ حَمَانًا اللَّهُ كَانَ عَلَيْكُمْ زَقْبِيَاً) (سورة النساء: ۱)  
(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَرْلَا سَدِينِدَا يُضْلِلُكُمْ لَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ  
مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ أَعْظَمِيَا) (الأحزاب: ۴۰-۴۱)  
فَإِنَّ حَبْرَ الْحَدِيثِ كِتَابَ اللَّهِ وَحَبْرَ الْهُدِيِّ هُدِيُّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْأَمْرُ مُحَمَّدٌ مُحَمَّدَأَنَّهَا وَكُلَّ  
مُحَدَّثٍ بِدَعْتَوْ كُلَّ بِدَعْتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ صَلَالَةً فِي التَّارَىِ-

موت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس سے کسی کو مفتریں، موت وہ اتفاق ہے جسے اللہ وحدہ لا شریک لهی ذات کے علاوہ ہر ذی روح خلوق کو پچھنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: «كُلُّ نَفْسٍ ذَآتِهِ الْمَوْتُ وَإِنَّمَا تُوفَّنَ أَجْوَرُ كُلِّ نَفْسٍ  
الْقِيَامَةُ فَمَنْ زَخَّرَ عَنِ التَّارِىِ وَأَذْجَلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَارَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَنَاجَى الغَرُورُ» [آل عمران: ۱۸۵]  
”ہنس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، قیامت کے دن تم اپنے بدالے پورے پورے دینے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔“

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «وَجَاءَتْ سُكُّرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحْيَدَ»  
[ق ۱۹] ترجیح ”اور موت کی بیبوشی حق لے کر آپنی بھی ہے جس سے تو جھاگتا تھا۔“  
دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے «كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِي ۲۶ وَقِيلَ مِنْ رَاقِ ۲۷ وَطَنَ اللَّهُ الْفَرَاقِ ۲۸  
وَالْتَّفَتَ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۲۹ إِلَى رَبِّكَ يَرْمِي مِنْدَ الْمَسَاقِ» [القيمة: ۲۶-۳۰]  
ترجمہ: ”ہرگز نہیں جب روح ہنسی تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کہ کوئی جھماڑ پھونک کرنے والا ہے اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ وقت جدا ہی ہے اور پہنڈلی سے پہنڈلی لپٹ جائے گی آج رب کی طرف چلانا ہے۔“  
اور نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے (أَكْثَرُهُمْ مِنْ ذَكْرِ هَذِهِ الْلَّدَنَاتِ)

”لذتوں کو توڑ دینے والی (موت) کو شرست سے یاد کیا کرو۔“ (سنن ترمذی، سنانی، ابن ماجہ، رواہ الحنبل)

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور موت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھ۔

مرنے کے بعد قبر میں تدفین یہ انسانیت پر اللہ رب العالمین کا بہت بڑا حسان ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو سب کی نگاہوں کے سامنے لاشوں کی بھرتی ہوتی اسے درندے نوچ کر کھاتے، جو انتہائی تکلیف وہ منظر ہوتا، اسی احسان کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ أَمَّا تَهْوِيَةٌ فَأَقْبَرَهُ، ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ﴾ [سورة عبس: ۲۱، ۲۲]

ترجمہ: ”پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کر دیا، پھر جب چاہے گا اسے زندہ کرے گا۔“

اور فرمایا ﴿أَلَمْ تَجْعَلِ الْأَرْضَ كَفَاناً أَخْيَاءً وَأَفْوَاتِاً﴾ [سورة المرسلات: ۲۵، ۲۶]

ترجمہ: ”کیا ہم نے زمین کو سمیئنے والی نہیں بنایا، زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی؟“

دین اسلام افراط و تفریط سے پاک و مبرہ انتہائی آسان دین ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (إِنَّ الَّذِينَ يُسْرِرُونَ لَنِشَادُ الَّذِينَ أَحْذَلَ الْأَغْلَبَيْهِ فَسَيَدْعُوا وَأَقْرَبُونَا) (صحیح بخاری)

”بلاشبود دین آسان ہے، دین میں بیجا حقیقتی کرنے والا بھی کامیاب نہیں ہوگا، لہذا امیانہ روی اختیار کرو۔“

جس طرح دین کے ہر معاملہ میں سادگی و آسانی کا عنصر غالب ہے، تکفین و تدفین کے احکام میں بھی یہی عنصر غالب نظر آتا ہے۔

جب کسی مسلمان کی وفات ہو جائے تو فوری طور پر اس کے لئے قبر کھودی جائے، پھر جتنی جلدی ہو اسے غسل دیا جائے، اس کے بعد تین سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے، کفن کے کپڑے وہ ہوں جن کے حصول میں سہولت ہو، پھر اس پر صلاة جنازہ پڑھ کر قبر میں دفن کر دیا جائے، یہ اتنا منحصر، معمولی اور آسان عمل ہے جس کے لئے صرف تین چار گھنٹے ہی کافی ہیں، بہت زیادہ بھیڑ بھاڑ کی بھی ضرورت نہیں ہے، سارے کام کے لئے چند افراد کافی ہیں، یہ بھی واضح رہے کہ میت کی تجدیہ و تکفین اس پر صلاۃ جنازہ اور تدفین یہ سب عبادات ہیں، یہ رسم و رواج نہیں، اور عبادات کی صحتوں قبولیت کا دار و مدار اخلاص اور اتباع سنت رسول ﷺ سے ثابت ہوں گے، لہذا ان اعمال کی ادائیگی میں بھی ایک انسان کو مخلص ہونا چاہئے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوں گے مطابق انجام دینا چاہئے، لیکن افسوس ہے مسلمانوں پر کہ اسلام کی یہ سادگی و آسانی انہیں راس نہ آئی، ہر معاملہ میں سادگی کے بجائے افراط و غلوکو گلے لگالیا، جس کی وجہ سے دین اسلام جو ایک فطری و آسان دین ہے پر تکلف دین مکرہ گیا ہے، آج صورت حال یہ ہے کہ بدعتات و خرافات اور غیر اسلامی افکار کی پوش و پیغارت اسلام کی حقیقی شکل و صورت ہی مسخ کر دی ہے، نہیں خال نظر آتی ہیں جبکہ

بدعتوں کا بازار گرم ہے، قبر بھی ان بدعتوں کی یورش ویلغار سے محفوظ نہ رہی، قبروں کو مزاروں میں تبدیل کر کے آج دپا شرک و بدعا نات کا وہ ننگا ناچ ناچا جا رہا ہے، کتو حیدر جو دین اسلام کی اولین اساس ہے وہی نہ صرف مجروح بلکہ معدوم نظر آتی ہے، جب کسی کی وفات ہوتی ہے تو قبروں اور مردہ ہڈیوں کے سوداگروں کو جیسے ماں غنیمت مل گیا ہو، وفات سے اقرباء میت کے دلوں میں فطرتا جو نرمی و ہمدردی پیدا ہوتی ہے دین کے یہ تھکید اور گندم نما جو فروش اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مال پردا کہ ڈالنا شروع کردیتے ہیں، ایصال ثواب جیسی پرکشش اصطلاح کے نام پر انہیں اپنے پیٹ کی پوچا کے لئے بہترین بیوپاریں جاتا ہے، سیدھے سادے عوام ان کے پر فریب نعروں اور خوشمنادوں میں پھنس کر خون پسینا ایک کر کے محنت و مزدوری کی کمائی کو خوشی و صرفت کے ساتھ ان کے قدموں میں نچحاو کر دیتے ہیں، قبروں کی تجارت سب سے زیادہ نفع بخش اور کامیاب تجارت ہے جس میں نہ موڑی (پوچھی و رأس المال) کی ضرورت ہے نہ کسی محنت کی خسارہ کا بھی کوئی امکان نہیں، فائدہ ہی فائدہ ہے، عوام محسوبی نہیں کر سکتے، کیونکہ اس خاتمة ساز شریعت میں محسوبہ کفر ہے، گستاخی اور توہین ہے، کسی کو اپنے لب کو جنبش دینے کی جراءت نہیں ہوتی، یہ بڑی تجھیق ہے کہ دین اسلام کی شبیہ خراب کرنے کے مجرم غیر نہیں ہم ہیں، آج دین اسلام اپنوں میں لکھتا مظلوم و اجنبی بن گیا ہے، اگر نظر ارکنا ہو تو قبروں مزاروں، خانقاہوں اور درگاہوں کا رخ کرلو، تو حیدر و سنت کے نام پر شرک و بدعت کی تجارت عروج پر نظر آئے گی۔ اس طرح کی بدعتیگی اور نگار اسلام اعمال سے اللہ ہر مسلمان کو حفظ و رکھے۔

قارئین کرام! اسلام کی اساس و بنیاد اور اس کی روح تو حیدر خالص، یعنی خالص اللہ عزوجل کی عبادت کرنا اور شرک سے دوری اختیار کرنا ہے، تخلیق انس و جن کا مقصد و حیدر بھی یہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا يَعْبُدُونَ، مَا أَرِنَدُ مِنْهُمْ قُنْزِقٌ وَمَا أَرِنَدُ أَنْ يُطْعَمُونَ، إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَبِينُ﴾ (سورۃ الاداریات: ۵۶-۵۸)

ترجمہ: ”اور میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ ان سے کھانے کی میری چاہت ہے، اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رسال طاقتور اور زور آور ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالَّدِي نِإِحْسَانًا﴾ (الإسراء: ۲۳)

ترجمہ: ”اور یہ رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔“

﴿وَأَغْبَدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِ كُوَّابَهُ شَيْئًا﴾ (النساء: ۳۶)

ترجمہ: ”اور تم سب اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ تھہراو۔“

نبی کریم ﷺ نے معاذؑ سے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ

پر بندوں کا یہ حق ہے؟ معاذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا: بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی کوشش کی شکریک نہ تھیں اگریں، اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا یہ حق یہ ہے کہ جو بندہ کچھ بھی شکر نہ کرے اللہ اسے عذاب نہ دے۔“ (بخاری و مسلم)

انبیاء کرام و رسول عظیم علیہم السلام کی بعثت اور کتابوں کے نزول کا مقصد بھی یہی تھا نوح عليه السلام سے لے کر اس کائنات کے آخری نبی و رسول محمد ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز اسی توحید خالص سے کیا، ہر نبی نے یہی فرمایا: ﴿يَا قَوْمٍ اغْبَدُوكُمْ فِنِ الْأَغْيَرِه﴾

ترجمہ: ”اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی اور معبد نہیں“۔

(مزید کیجئے الْأَعْرَاف: ۲۵، ۵۹: ۸۵، ۱۷، ۲۵، ۲۵، اور سورۃ الانبیاء: ۲۵)

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُفْلَكٍ سُوْلَانِيْاً أَغْبَدُوكُمْ إِلَّا اللَّهُ أَجْتَبِيْوَا الْطَّاغُوتَ﴾ [الْأَنْجَلَى: ۳۶]

ترجمہ: ”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کر لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (غیر اللہ کی عبادت) سے بچو۔“

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِنِيْا إِلَيْهَا نَهَّا إِلَّا أَنَّا فَاغْبَدْنَاهُونَ﴾ (سورۃ الانبیاء آیہ ۲۵)

ترجمہ: ”ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجنے کی طرف بھی وہی کی کہ میرے سوا کوئی معبد برحق نہیں میری ہی عبادت کرو۔“

رحمت دو عالم ﷺ نے رسالت سے سفر ازا ہونے کے بعد کوہ صفا پر چڑھ کر اسی توحید سے اپنی دعوت کی ابتداء فرمائی، مکہ مکرمہ کی تیرہ اور مدینہ کی دس سال زندگیوں میں اسی کی دعوت دیتے رہے، ہر صلاۃ میں اللہ سے اسی کا اقرار کرتے ہیں: ﴿إِنَّا كَنَّا نَعْبُدُو إِنَّا كَنَّسْتَعِنُ﴾ یعنی ”ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجوہ ہی سے مدد مانگتے ہیں“۔

ابوذر غفاری ﷺ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس جریل امین آئے اور مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت میں سے جو اس حال میں مرکا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شکر نہیں کیا اس کے لئے جنت ہے، میں نے کہا: گرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو؟ فرمایا: ہاں گرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو،“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

صحیح مسلم میں عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”جو اس حال میں مر جائے کہ اسے اس بات پر لقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبد برحق نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

خلاصہ کلام یہ کہ توحید اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے، توحید کی ضد شکر ہے، توحید عظیم ترین یعنی

اور شرک ناقابل معافی گناہ و جرم ہے، توحید سب سے برا عدل ہے اور شرک سب سے برا ظلم، توحید ساری بھلائیوں کی اسas اور شرک ساری برا بیویوں کی جڑ ہے، توحید صراطِ مستقیم ہے اور شرک سکیل الاطاغوت، توحید اصل ہے اور شرک ناگہانی، توحید کا انجام جنت اور شرک کا انجام جہنم ہے۔

قرآنی آیات کی تفسیروں اور سلف صالحین کے آثار سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تاریخ انسانی میں توحید سے انحراف نوح ﷺ کی قوم میں پیدا ہوا، وہ پہلی بدنصیب قوم ہے جس کے ذریعہ شرک ایجاد ہوا۔

سورہ نوح میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالُوا لَا تَدْرِنَنَّ آلَهَتُكُمْ وَلَا تَدْرِنَنَّ وَدًا وَلَا سَوْاعًا وَلَا يَغُوثَ

وَيَعْوَقَ وَنَسْرًا﴾ (آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: ”اور انہوں نے کہا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ دوسارے یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔“

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ترجمان القرآن ابن عباس ﷺ کا قول ہے کہ ”یہ پانچوں (یعنی وہ سواع، یغوث، یعوق اور نسر) قوم نوح ﷺ کے نیک آدمیوں کے نام تھے جب یہ مر گئے تو شیطان نے ان کے عقیدت مندوں سے کہا کہ ان کے نام کی تصویریں اور مجسمے بنانے کر کم اپنے گھروں میں رکھ لوانہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن ان کی عبادت نہیں کی، جب یہ تصویریں بنانے کرنے والے غوفت ہو گئے اور توحید کا علم اٹھ گیا تو پھر ان کی عبادت شروع کر دی گئی۔“ (دیکھی صحیح بخاری حدیث رقم ۳۹۲۰)

مشہور مفسر قرآن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وَسَوْاعٌ یغوثٌ یعوقٌ اور نسرٌ یہ آدم اور نوح علیہم السلام کے درمیان کے ایسے نیک لوگوں کے نام ہیں، جن کے پیروکار اور عقیدت مند تھے، جب یہ وفات پا گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا کیوں نہم ان کی تصویریں اور مجسمے بنانیں تاکہ جب ہم دیکھیں تو ہمارے اندر بھی ان کی طرح عبادت کا شوق پیدا ہو، اس طرح انہوں نے مجسمے بنانہ ادا، اور جب ان کی وفات ہو گئی تو انہیں نے بعد کے لوگوں سے کہا کہ تمہارے باپ دادا تو ان کی عبادت کرتے تھے، انہی سے بارش مانگتے تھے، چنانچہ انہوں نے ان کی عبادت و پوجا پاٹ شروع کر دی۔“ (تفسیر طبری اور دیکھی الدار المفسور للسيوطی / ۲۵۹)

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعْنَمِ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُخَلِّمَ بَنِي النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ (سورہ البقرۃ آیہ رقم ۲۳)

ترجمہ: ”در اصل لوگ ایک ہی امت تھے اللہ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتاب میں نازل کیں تاکہ لوگوں کے مابین اختلاف کا حل ہو۔“

ابو امامہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا آدم ﷺ نبی تھے؟ تو آپ

نے فرمایا ہاں، اس نے سوال کیا، آدم اور نوح (علیہما السلام) کے درمیان کتنی صدیاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: دس۔

(حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: هذَا عَلِيٌّ شَرْطُ مُسْلِمٍ وَلَمْ يَخْرُجْهُ (البَرَاءَةُ وَالنَّهْلَةُ))

ابن عباس رض فرماتے ہیں آدم صلوات اللہ علیہ وسلم اور نوح صلوات اللہ علیہ وسلم کے مابین دس صدیاں یادس نسلیں تھیں سب لوگ حق (یعنی دین توحید) پر تھے، جب وہ آپ میں اختلاف کر پڑھے تو اللہ نے نبیوں کو خوشخبریاں دیئے اور دارے والا بنا کر بھیجا۔ (تفسیر طبری / ۲۷۵، مودودی حکم / ۲۸۰، وقل سعیح علی شرط البخاری و مسلم و مسلم بن حیزب و افاقت الذہبی و قال شیخ الہدی ابن تیمیہ: ثابت، وقال الکلبی: سعیح، وکفیل سالم صحیح / ۸۵۳)

اور مشہور تابعی امام قضاۃ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں تھیں، سب کے سب بہایت اور حق پر تھے، اس کے بعد وہ اختلاف کر پڑھے تو اللہ نے نوح صلوات اللہ علیہ وسلم کو اس زمین کا سب سے پہلا رسول بننا کر بھیجا۔“

جب ان کے اندر شرک پیدا ہوا تو نوح صلوات اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے نبی بننا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسو سال تک توحید خالص کی دعوت دی، مگر بہت کم لوگ ایمان لائے، اللہ نے کفار و مشرکین کو ہلاک و برداشت کر دیا ان کی ہلاکت سے دنیا سے شرک کا وجود ختم ہو گیا، جو اہل ایمان تھے، وہ نوح صلوات اللہ علیہ وسلم کے سفینہ توحید میں سوار ہو گئے، اللہ نے انہیں نجات عطا کی، اب ایک بار پھر دنیا میں صرف توحید کا غلغٹھ تھا، شرک کا نام و نشان مٹ پکا تھا، نوح صلوات اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ ایک عرصہ تک توحید پر قائم رہے، پھر جب جب لوگوں میں شیطانوں کی چالوں سے شرک پیدا ہوا تو اللہ اپنے انہیاء کر کر مکہ مکران کی شرک سے منع کرتا رہا۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے اپنے تمام بندوں کو خالص اپنی عبادت کرنے والا بنا کر پیدا کیا، مگر ان کے پاس شیطانوں نے آکر انہیں دین تو حید سے برگشته و محرک کر دیا، اور ان شیطانوں نے میرے بندوں پر میری حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے ڈالا، اور ان شیطانوں نے میرے بندوں کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں، اتاری (صحیح مسلم)

موئی صلوات اللہ علیہ وسلم کی قوم میں شرک اس وقت پیدا ہوا جب ان کی قوم نے کچھڑے کی پرستش شروع کر دی، جس پر موئی اور ہارون علیہما السلام نے اس کچھڑے کو جلا کر دریا برداشت کر دیا، اور موجود شرک سامری کو اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ملی، اور جب اللہ نے عیسیٰ صلوات اللہ علیہ وسلم کو زندہ آسمان پر اٹھایا، تو ان کے بعد پہلیس نامی ایک یہودی نے بظاہر نصرانیت کا لبادہ اور ہر کر عیسیٰ صلوات اللہ علیہ وسلم کے دین میں تثنیت اور صلیب پرستی واخ尓 کر دی، مکہ میں عمرو بن الحنفی اور اخراں کے ذریعہ شرک پیدا ہوا، اسی نے بتوں کے نام پر جانور کچھڑے نے کو ایجاد کیا، دین ابراہیمی کو شرک و کفر میں بدل دیا، اور ملک

شام سے بتوں کو لا کر جاز میں رانچ کیا، بتوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ جب نبی کریم ﷺ معمول کرنے لگئے اس وقت صرف خانہ کعہ میں تین سوتا تھے ہتھ نصب تھے۔

شرک کا مطلب صرف بت پرستی نہیں ہے اور نہ ہی صرف کسی دیوی دیوتا کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا سجدہ ریز ہونے کا نام ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور عبادات و حقوق میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو شریک و مشابہ یا ماماثل جانا شرک کہلاتا ہے جو عبادات اللہ کے لئے انجام دئے جاتے ہیں ان میں سے کسی بھی عبادت کو غیر اللہ کے لئے کرنا یہی شرک ہے۔ جو حق اللہ کا ہے اس میں کسی اور کو شریک کرنا شرک ہے۔

شک کی تباہ کاریوں کا اندازہ درج ذیل آپات و احادیث سے ہوتا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْفُرُ أَنْ يُشَرِّكَ بِهِ﴾

وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشَرِّكُ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا (سورة الناس: ٣٨)

ترجمہ: "یقینا اللہ تعالیٰ شک کرنے والوں کو معاف نہیں کرے گا ان کے علاوہ جنہیں چاہئے گا بخش دے گا

اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرپ مقرر کیا اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان پاندھا۔

معبود دو عالم نے سورۃ النساء میں پھر یہی بات دہرائی ہے:

**إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشَرِّكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشَرِّكَ بِاللَّهِ فَقَدْ حَلَّ ضَلَالًا**

**بَعْيَدًا** ﴿سورة النساء: ١١٦﴾

ترجمہ: ”یقینا اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو معاف نہیں کرے گا ان کے علاوہ جنہیں چاہے گا بخش دے

گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرپ مقرر کیا وہ بہت دور کی گمراہی میں چاڑا۔

شرک کی شناخت و قباحت اور انعام بد کا اعلان کر رہی یہ آیت بھی ملاحظہ کریں:

﴿إِنَّمَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَمَ اللَّهَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا أَنْتَ رَوَاهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (سورة المائدۃ: ٢٧)

ترجمہ: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اس کا ٹھکانہ تو جہنم

ہے اور ان ظالموں یعنی مشرکوں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔

بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا، اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کا کوئی شریک نہ ہو اور حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں بیدار کیا ہے، میں نے کہا تو یہ بڑا گناہ ہے۔

سچ بخاری میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”جو غیر اللہ کو پکارتے ہوئے مر گیا وہ جہنم میں داخل ہو گیا۔“ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو اللہ سے اس حالت میں

ملاقات کرے کہ اس نے کچھ بھی شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گیا، اور جس نے اللہ سے شرک کی حالت میں ملاقات کی وہ جنہم رسید ہو گیا۔ (صحیح مسلم رقم: ۹۳)

شرک جہاں انتہائی حریر اور رکھنیا عمل ہے وہیں وہ سب سے بڑا ظالم بھی ہے کیونکہ اس نے مستحق عبادت کی ذات کو چھوڑ کر اس ذات یا جیز کی عبادت کی جو عبادت کا قطعی مستحق نہیں ہے، بندہ صالح لقمان حکیم نے بھی اپنے جگر گوشہ کو نصیحت کرتے ہوئے یہی فرمایا تھا:

**﴿يَا أَيُّهُ الَّذِينَ لَا يَشْرِكُونَ بِاللَّهِ إِنَّ الشَّرِكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾** (سورۃ لقمان: ۱۵)

ترجمہ: ”اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا شرک بہت بر ظلم ہے۔“

خاص ایمان و توحید والوں کے لئے اللہ نے امن و امان کا وعدہ فرمایا ہے:

**﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُلْسِنُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾** (سورۃ آل آنعام آیہ: ۸۲)

ترجمہ: ”جو لوگ ایمان لا کر اپنے ایمان کو شرک سے خلط ملنے نہیں کرتے انہیں لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں ظلم سے مراد شرک ہے، صحیح بخاری تفسیر سورۃ آل آنعام میں یہ حدیث موجود ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے ظلم کا عام معنی و مطلب سمجھا جس سے وہ پریشان ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے کہ تم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد وہ ظلم نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو اس سے مراد شرک ہے، جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا تھا **إِنَّ الشَّرِكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔

شرک کی سیکھی کا اندازہ ان دو آیتوں سے اور بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کی افضل ترین ہستیوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

**﴿وَلَوْ أَنْشَرْ كُوَالِحِيطَاعَنَهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾** (سورۃ آل آنعام: ۸۸)

ترجمہ: ”اگر ان نبیوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کے سارے اعمال غارت ہو جاتے۔“

اور خود سورہ کائنات امام الانبیاء نبی اکرم ﷺ سے مقاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے:

**﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلِيَّكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لِيَحْجَطَ عَمْلُكَ وَلَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾** (سورۃ الزمر: ۶۵)

ترجمہ: ”یقیناً تمہاری طرف اور تم سے پہلے (تمام انبیاء) کی طرف وحی کئی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو

بلاشپ تھار اعلیٰ ضائع ہو جائے گا اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

شرک کی انہیں قباحتوں اور اس کی تباہ کاریوں کے پیش نظر امام المؤذنین بنی اکرم سلیمانیہم نے شرک تک پہنچانے والے تمام راستوں کو مسدود کر دیا ہے، اپنی ذات میں غلو و افراط سے انتہائی سختی و شدت کے ساتھ منع فرمایا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: (لَا تُخْطُرُونِي كَمَا أَطْرَتَ النَّصَارَى عَيْنِي إِنِّي أَنَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا أَعْبُدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ) (صحیح بخاری عن ابن عمر)

ترجمہ: ”تم میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھ جانا جس طرح نصاری عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں حد سے آگے بڑھ گئے میں صرف اللہ کا بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول سلیمانیہم سے ایک شخص نے کہا: وہی ہوگا جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، اس پر آپ سلیمانیہم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ”تم بہت ہی برے خطیب ہو، تم نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا، تم اس طرح کہو! (وہی ہوگا) جو صرف اللہ چاہے۔“ [منhadhīq al-ādab al-mafroos ۲۹۲] جب دو بیجوں نے آپ سلیمانیہم کی موجودگی میں یہ کہا کہ ہم میں وہ نبی ہے جو آنے والے کل کی باتوں کو جانتا ہے تو آپ سلیمانیہم نے انہیں اسی بات کہنے سے منع فرمادیا، کیونکہ غیب کا علم صرف اللہ عز وجل کو حاصل ہے۔

اسی طرح اللہ کے سواد و سروں کی قسم کھانے سے منع فرمایا: (مَنْ كَانَ حَالَفًا لِيَخْلُفَ الْأَيَّالَ)

”جسے قسم کھانا ہو وہ صرف اللہ کی قسم کھائے۔“ (صحیح مسلم رقم ۱۶۳۶)

اور فرمایا (مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَثْرَكَ)

”جس نے اللہ کے سواد و سرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“ (سنن ترمذی رقم ۱۵۳۵، مسلم صحیح ۳/ ۱۵۵)

سابقہ اقوام ملک کو شرک کی قباحت و لعنت میں بٹلا کرنے میں قبروں کا بہت بڑا حصہ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم سلیمانیہم نے شروع میں قبروں کی زیارت سے بھی منع فرمادیا تھا، لیکن جب ان کے اندر تو حید خالص راخن ہو گئی اور شرک میں پڑنے کا اندیشہ ختم ہو گیا تو آپ سلیمانیہم نے عبرت و نصیحت کی خاطر قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول سلیمانیہم کا ارشاد ہے:

”میں نے تم لوگوں کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا، لیکن اب زیارت کرو کیونکہ ان کی زیارت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یادداشتی ہے۔“ (سنن ابن ماجہ)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ قبریں موت کو یادداشتی ہیں۔

اور اس کے لئے صرف مسلمانوں کی قبریں مخصوص نہیں بلکہ مشرک کی قبر کی بھی زیارت کی اجازت ہے، امام نبی اور ابن ماجہ نے زیارت قبر المشترک کا باب باندھا ہے جس کے تحت نبی کریم ﷺ کی اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو استغفار کی اجازت نہیں دی البتہ قبر کی زیارت کی اجازت دے دی، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت یاد ولاتی ہیں۔

قبروں کو پختہ کرنا ان پر مساجد بنانا شرک کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بڑی سختی کے ساتھ قبر پرستی سے منع فرمایا ہے، یہی نہیں اپنی قبر کے متعلق اللہ سے دعا کی (اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا) اے اللہ تو میری قبر کو وثن لیجنے پر ستش گاہ نہ بنانا (صحیح مسلم رقم ۹۶۹)

صحیح مسلم میں عائشہ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات کا وقت آیا تو آپ ﷺ اپنی چادر اپنے چہرہ مبارک پر ڈالنے لگے جب تکیف زیادہ ہو گئی تو اسے اپنے چہرہ مبارک سے ہٹا کر آپ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہوانہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا، یہ کہہ کر آپ اپنی امت کو ان کی روشن سے ڈرانا چاہتے تھے۔

اور صحیح مسلم ہی میں جذب بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو آپ کی وفات سے پانچ دن قبل یہ فرماتے ہوئے سن کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات سے اعلان یہزاری کرتا ہوں کتم لوگوں میں سے میرا کوئی خلیل ہواں لئے کہ اللہ رب العالمین نے مجھے ابراہیم (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کی طرح اپنا خلیل بنایا ہے، اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنا خلیل بناتا، آگاہ ہو جاؤ اب جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے نبیوں اور نبیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ امام حبیبیہ اور امام سلمہ (رضی اللہ عنہما) نے نبی کریم ﷺ سے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کو انہوں نے جب شہ میں دیکھا تھا جس میں تصویر یہ تھی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو لوگ اس کی قبر پر مسجد اور اس میں اس کے مجسم بنایتے تھے یوگ قیامت کے دن اللہ عزوجل کے نزد یک بدترین مخلوق ہوں گے۔ [صحیح مسلم]

ان احادیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر مساجد کی تعمیر تمام انبیاء کرام کے بیہاں حرام رہی ہے، اگر ان کے دین میں یہ حرام نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت نہیں بھیجتے، آپ ﷺ کا لعنت بھیجا ہی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ قبروں پر مسجد کی تعمیر ہر ہنسی کے بیہاں حرام و حرم رہا ہے، کیونکہ اگر یہ چیز جائز تھی تو گویا نبی کریم ﷺ نے ایک جائز امر پر یہود و نصاریٰ کو لعنت کا مستحق تھہرا�ا، جو نقل و عقل کے سراسر خلاف ہے۔

قبوں کو پختہ کرنا یہ بھی شریعت میں منوع ہے، یہ اسرا ف و ضول خرچی تو ہے ہی، شرک کا چور دروازہ بھی ہے جابرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا ہے (صحیح مسلم)

اللہ کے رسول ﷺ نے قبر پر کچھ بنانے، قبر کو بڑھانے یا اوپر کی کرنے یا اس کو پختہ کرنے یا اس پر کچھ لکھنے سے منع کیا ہے۔ [ترمذی نسائی، ابو داؤد]

قبوں پر مجاور بن کر بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کا انگارہ پر بیٹھنا جو اس کے کپڑے اور چہرے کو جلا دے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے [صحیح مسلم]۔

ابومثید الغنویؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قبوں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی اس کی طرف رخ کر کے صلاة پڑھو۔ (صحیح مسلم)

قبوں پر مجاوری کرنا یہ یہود و نصاری اور مشرکین کا دستور رہا ہے اس کی دلیل ابو الدلف الشیعیؓ کی یہ مشہور حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حنین کے لئے نکلے ہم نے نئے مسلمان تھے، مشرکین کے پاس یہری کا ایک درخت تھا جس کے پاس وہ بیٹھتے تھے اور اپنے اپنے اسلوون کو اس پر لٹکاتے تھے اس درخت کو ذات انواط کہا جاتا تھا، ہمارا گزر یہری کے ایک درخت کے پاس سے ہوا تو ہم نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہمارے لئے بھی ذات انواط بنا دیں جس طرح مشرکین کے لئے ذات انواط ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر یہ ان کی یعنی کفار کی عادتیں ہیں قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگوں نے وہی بات کہی ہے جو بنا سر ایں نے موی (الغسل) سے کبی تھی:

﴿فَالْأَيُّوبُ وَسَىٰ إِجْعَلَ لِنَا لَهَا كَمَالَهُمْ أَلِهَّةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (سورة آل اعراف: ٣٨)

ترجمہ: اے موسی! ہمارے لئے بھی ایک معبد ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ موجود ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم ضرور بضرر و سابقہ اقوم میں کی پیدا وی کرو گے۔ (من ترمذی رقم حدیث ۲۱۸۰، یحییٰ حسن ترمذی)

قبوں کو بڑی یا اوپر کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے جابرؓ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے قبر پر کچھ بنانے، قبر کو بڑھانے یا اس کو پختہ کرنے یا اس پر کچھ لکھنے سے منع کیا ہے۔ [من ترمذی و من نسائی و من ابی داؤد] انہیں احادیث صحیح کی بناء پر چاروں مذاہب میں قبوں پر مسجدیں بنانا حرام ہے۔ شافعی مذهب میں گناہ کمیرہ ہے، احتفاف کے یہاں مکروہ تحریکی ہے، مالکیہ کے یہاں حرام ہے، حنبلہ کے یہاں بھی حرام ہے۔ آپ ﷺ کے بعد ہمارے اسلاف کرام اسی نفع پر قائم و دائم رہے، توحید کی حفاظت و صیانت میں کوئی

کسر نہیں چھوڑی، یہی نہیں بلکہ جہاں بھی پسندید قبر یا مسجد وغیرہ دیکھا سے ڈھانے سے بھی گرینہ نہیں کیا، علی ۱۷ جب خلیفۃ‌الاسلمین بنے اپنے کمانڈر ابوالہیاج ال‌اسدی کو علم تھما تے ہوئے فرمایا (آل‌ابعثک علی ما یعنی علیہ رَسُولُ اللَّهِ وَالصَّلَوةُ عَلَيْهِ وَالسَّلَامُ إِنَّ لَا تَدْعُ بِنَفْسِكَ لَا طَمَسْتَهَا وَلَا قَبَرَ أَمْشَرَ فِي الْأَسْوَيْنَهُ)

ترجحہ: ”کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہیں جس کام کے لئے مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے پہنچا تھا کہم کسی مسجے کو توڑے بغیر نہ چھوڑنا اور کسی اوپنی قبر کو بر کئے بغیر نہ چھوڑنا“۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۹۲۹)

نبی کریم ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسلمانوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کرنے لگیں گے پھر گراہ ہو جائیں گے، بخاری و مسلم میں ابوسعید الحذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ہو، ہبہ اور من و عن پیروی کرو گے یہاں تک کہ وہ اگر ضب (یعنی سامنا) کی سوراخ میں داخل ہوئے ہونگے تو تم بھی داخل ہو گے، آپ سے پوچھا گیا! کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کون۔ ہمارے نبی محمد ﷺ نے یہ بات بھی واضح طور پر بتلا دی کہ میری امت کے لوگ شرک بھی اختیار کر لیں گے، ثواب ان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت سے قبل میری امت کے کچھ لوگ مشرکین سے جا ملیں گے، یہی نہیں بلکہ کچھ لوگ کھل کر بتوں کی پوچک کرنا شروع کر دیں گے (منہ ابوداؤ و منہ ترمذی)

ابو ہریرہ ۶۷ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جاہلی دور میں جس طرح بتوں کی پوچا ہوتی تھی اسی طرح قیامت سے قبل میری امت کے لوگ بھی کرنے لگیں گے۔“ (بخاری و مسلم)

اسی معنی و مفہوم کی بات صدیقہ کائنات ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت ہے زیاد بن لبید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک خوفناک چیز کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات زوال علم کے زمانہ میں واقع ہوگی، زیاد بن لبید نے سوال کیا علم پر زوال کیسے آئے گا جبکہ ہم لوگ خود قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور یہ سلسہ جاری رہے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زیاد میں تمہیں مدینہ کے فقیہ لوگوں میں سمجھتا تھا، مکر میری یہ بات بھی نہیں پائے تم اپنی آنکھوں کے سامنے یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو گری یہ لوگ تورات و انجیل پر کچھ بھی عمل پیرا نہیں بھی حال میری امت کا ہو جائے گا۔ (منہ احمد منہ ترمذی منہ ابن ماجہ منہ داری)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صحابہ کرام ﷺ تابعین و تبع تابعین اور انہم کے رحمہم اللہ کے ادوار میں اسلامی ممکن میں کہیں بھی قبیلہ مزارات اور خانقاہوں کا وجود نہ تھا نبی کریم ﷺ کی قبر پر اور نبی کسی صحابی یا کسی تابعی یا بزرگ کی قبر پر لیکن ”اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے“ کے مصدق وہی ہوا جس کا خدشہ رحمت دو عالم امام المحدثین نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحت تھا، چوتھی صدی ہجری میں عبید یوں کو مصر میں اقتدار ملا یہ اپنی جھوٹی نسبت جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف کرتے ہوئے اپنے آپ کو قاطی کہتے تھے، حالانکہ آل ہیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، وہ باطنی، کفر و بدعت کے شیدائی اسلام اور مسلمانوں کے شدید دشمن تھے، عمارت اسلام کا انہدام ان کا اولین مقصد تھا، ان کا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں تھا، مسلمانوں میں موجود اکثر شرک و بدعات کے موجود وہی ہیں، ان نام نہاد مسلمانوں اور اللہ کا فلمہ پڑھنے والوں نے یہود و نصاریٰ کی تقلید میں اللہ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کو پس پشت ڈالتے ہوئے قبروں کو پختہ کرنا شروع کر دیا، قبروں پر قبے تعمیر کئے مشاہد بنوائے، ان پر خوبصورت و پر بیکوہ عمارتیں کھڑی کیں، قبروں کو عالیشان و زرق بر ق مرزاوں میں تہذیل کر دیا، جس سے امت مسلمہ میں شرک کے تمام دروازے کھل گئے، امت مسلمہ شرک کی دلدوں میں اس قدر گرفتار ہو گئی کہ شرک ہی کو توحید سمجھ بیٹھی، اب کیا تھا تو حید و سنت کے نام پر شرک و بدعات کی تجارت ہونے لگی، مسجدیں ویران جبکہ مزارات و آستانے اور درگاہیں و خانقاہیں آباد ہو گئیں اور یہ سب کچھ نیروں نے نہیں اپنوں نے کیا، اللہ اور قرآن پر ایمان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویداروں نے کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی دھیان کفار و مشرکین نے نہیں نام نہاد مسلمانوں نے اڑاکیں، امت توحید کو شرک کی دلدوں میں گرفتار یہود و نصاریٰ نے نہیں ان سے دشمنی کا درم بھرنے والوں توحید کے دعویداروں نے کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و فرائیں کی یہ بے حرمتی اگر غیروں نے کی ہوتی تو ان پر پوری دنیا میں احتجاج ہوتا لیکن یہ عمل جب نبی کی امت خود کرتے تو ان پر کون احتجاج کر سکتا ہے؟ یہاں معاملہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی تعلیمات نبوی کی یاد دہانی کرتا ہے تو اسے ہی دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جاتا ہے، گستاخ رسول کا سر ٹیکٹ دے دیا جاتا ہے۔ احتجاج تو دور کی بات ہے۔

”مدی توحید کے اور شرک سے یہ ساز باز“، آئیے ایک سرسری نظر مزارات کے تلخ خاک پر ڈالتے چلیں جو آج بدقسمیٰ اور اپنوں کی عیاری سے اہل اسلام کی شاختت بنے ہوئے ہیں، مصر کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں مزارات کی تعداد پچ ہزار سے زیادہ ہے، یہ بدوی کے مزار پر جب عرس سجاتا ہے تو اس میں حج کی طرح بھیت ہوتی ہے، مصر اور یونان مصر سے لوگ جو قریب شریک ہوتے ہیں، جلال الدین رومی کے مزار پر تو یہ کتبہ لگا ہوا ہے ”مسلمانوں یہود یوں اور نصرانیوں کے مشترک کپیر اور بزرگ ہیں، جتنا ک امر یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مزارات جعلی اور بے بنیاد ہیں، مثلاً حسینؑ کے نام پر کئی قبریں منسوب ہیں، مصر، عقلان، حلب، نجف کوفہ اور کربلا میں کئی ایسے مزارات ہیں جن کی نسبت حسینؑ کی طرف کی جاتی ہے سوریا کے صرف شہر دمشق میں ۱۹۵ مزارات ہیں، ترکی میں جامع مساجد کی تعداد کم و بیش ۳۸۰ ہے جس میں کوئی ایسی مسجد نہیں ہے جو قبر اور مزار سے خالی ہو، ہندوستان میں ایک عام اندازے کے مطابق بڑے اور مشہور مزارات کی تعداد ڈویزھ سو سے کم نہیں ہے، جہاں لوگ اپنی جمیتیں خم کرتے ہیں، حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ ایسے داتا اور غریب نواز ہیں کہ جب تک ان کی جھوٹی میں پچھنہ ڈالا جائے وہ کسی کی فریاد نہیں سنتے، یہ بھی تجھب خیز امر

ہے کہ جب اس عقیدہ کے حاملین حج کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ خانہ کعبہ کو بھی کسی پیر کا مزار سمجھ کر طواف کرتے ہیں فلاحول ولا قة الابالش۔ اب تو قبروں کی تعظیم میں غلواس قدر بڑھ گیا ہے کہ بعض پیروں نے قبروں کے لئے مستقل حج مقرر کر دیا ہے، جب تک انسان وہاں نہ جائے اس کا حج ہی نہیں ہوتا، جب ان سے کہا جائے کہ یہ شرک و ناجائز ہے تو وہی دلیل دیتے ہیں جو مشرکین مکہ بتاؤں کی پرستش اور پوجا پاٹ کے لئے دیکرتے تھے: کہ ﴿وَالَّذِينَ أَتَّخَذُوا مِنْ ذُو نِعْمَةٍ أَوْ لِيَاءً مَا أَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيَقُرُّ بُوْنًا إِلَى الْكُلُّ لَفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَادِبٌ كَفَّارٌ﴾ (سورۃ الزمر: ۳)

ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ کے سوا اولیاء بنار کھے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تک ہماری رسائی کر دیں، یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ اللہ خود کرے گا، جھوٹ اور ناشکروں کو اللہ تعالیٰ را نہیں دکھاتا۔“

آج کا نام نہاد مسلمان بھی کہتا ہے، ہم تو ان بزرگوں کا صرف وسیلہ لیتے ہیں کہ عبادت تو اللہ کی کرتے ہیں، ہم تو اللہ ہی کو خالق مالک و رازق مانتے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ مکہ کے مشرکین بھی اللہ ہی کو خالق و مالک اور رازق مانتے تھے، اب تو مثال دیکھئے سورۃ المؤمنون از ۸۹ تا ۸۲ سورۃلقمان آیت نمبر ۲۵۔

کفار مکہ مسکلات و مصائب میں صرف اللہ کو پکارتے تھے، دیکھئے سورۃ العنكبوت آیت نمبر ۲۵، سورۃ یونس آیت نمبر ۲۲، سورۃلقمان آیت نمبر ۳۲۔

اس کے برعکس ہمارا عالم یہ ہے کہ خوشی و غمی ہر موقع پر مزاوروں ہی کا رخ کرتے ہیں۔ جب مشرکوں کا ایک سردار حسین بن منذر الخراجی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کے سامنے دعوت تو حیدر ترک کرنے کی بہت ساری تجوہ پر کھلی تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: تم کتنے معبدوں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے کہا سات معبدوں کی ایک آسمان میں ہے اور چھوٹے میں میں، آپ نے پوچھا: ماں کی بربادی میں کس کو پکارتے ہو؟ کہا آسمان والے کو پھر آپ نے پوچھا قحط سامی میں کس کو پکارتے ہو؟ کہا: آسمان والے کو آپ ﷺ نے پوچھا تمہاری پکار صرف ایک سنتا ہے یا سب سنتے ہیں، کہا صرف ایک آسمان والا سنتا ہے، آپ نے فرمایا، پھر درسوں کو کیوں شریک کر لیتے ہو؟ کیا تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ وہ غالب آجائیں گے اس نے کہا نہیں وہاں کی بھی قدرت نہیں رکھتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: حسین اسلام لے آؤ میں تمہیں ایسی باتیا ہوں جن کے ذریعہ اللہ تمہیں فتح پہنچائے گا۔ (سنن تیمیق)

یہ بھی اللہ رب العالمین کی سنت رہی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں صلحاء و مجددین کی جماعت پیدا کرتا رہا ہے، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، امام محمد بن عبد الوہاب، امام مصنوعی، امام شوکانی، امام صدیق بن حسن خان، اور امام میاں نذیر

حسین محدث دہلوی، محمد اسماعیل و سید احمد حبیم اللہ اسی مجدد دین کی جماعت کے امام ہیں، دور حاضر میں اللہ رب العالمین نے مجدد دین و ملت محدث عصر امام محمد ناصر الدین الابانی رحمہ اللہ کو پیدا فرمایا جن کے تجدیدی کارناموں کی جھلکیاں ہر سو نظر آ رہی ہیں، امام موصوف محب و قیق سنت اور شرک و بدعاات کے خلاف تنگی تواریتھے، اور بلا خوف و خطر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس صدی میں ان کا کوئی شریک و سہیم نظیر نہیں آتا ہے، آں امام نے تحدییر المساجد عن اتحاد القبور مساجد نامی معمر کتہ اور اکتے اسے تصنیف فرمائی جس سے قبر پرستوں کی دنیا میں زلزلہ آ گیا، اور لاکھوں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوئی اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔

دعوت تو حید میں سب سے بڑی رکاوٹ قبر پر تی ہے جسے ختم کے بغیر تو حید کا قیام نہیں ہو سکتا، عام طور پر لوگ قبروں کے احکام و مسائل سے عدم و اقتیت کی وجہ سے بہت ساری بدعتوں میں گرفتار ہیں، افسوس تو یہ ہے کہ ان بدعتوں کو جو عن میں پچھتو شرک ہیں لوگ سنت سمجھ کر انعام دیتے ہیں، اس لئے ضرورت تھی کہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب تیار کی جائے، ہم اللہ کے انتہائی ممنون و شاکر ہیں کہ ہم جیسے گنہگار کو اس کی توفیق بخششی اللہ سے قبول فرمائے۔

بدعتیں علمی بھی ہوتی ہیں اور علاقائی بھی، اس لئے ساری بدعاات کا ذکر کر شہپر محل ہے، اس کے باوجود کوشش کی گئی ہے کہ مشہور بدعتوں کا احاطہ ہو جائے، یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ قبروں سے متعلق سارے احکام و مسائل آ جائیں تاکہ ایک عام قاری کو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس موضوع پر دوسری کتاب کی ضرورت محسوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ہدایت کا ذریعہ بنائے، مولف، ناشر اور قاری سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔

انسان خطاوں کا مرکب و آئینہ ہے تمام تر کوششوں کے باوجود غلطیوں کا امکان انسانی فطرت ہے، لہذا کتاب میں کسی بھی قسم کی خامی و نقص نظر آنے پر جو بھی مشورہ ہو گا شکریہ کے ساتھ تہذیل سے قبول کیا جائے گا۔ اس کتاب کا مراجعہ فضیلۃ الشیخ ابو رضوان محمد حفظ اللہ نے فرمایا ہے، آں موصوف جامعہ محمد یہ منصورہ مالیگاؤں میں استاذ عقییدہ، اور جعیت الحدیث مہاراشتر کے ناظم اعلیٰ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ پورا ہندوستان آں موصوف سے واقف ہے، زبان و قلم دونوں کے درشدہ سورا ہیں، قلم تو آں موصوف کو وراشت میں ملا ہے، ہم ان کے تہذیل سے شاکر و ممنون ہیں کہ آں موصوف نے تدریسی، تعلیمی، قلائی اور جماعتی مصروفیات کے باوجود انتہائی قیمتی وقت نکال کر مراجعہ کا شرف بخشنا، کتاب کے گیسوں سوارا، منیدا اور قیمتی مشوروں سے نوازہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے، ان کے علم سے امت کو فائدہ پہنچائے، اور ہم سب کو اخلاص کے ساتھ خدمت دین کی مزید توفیق بخشی، آمین!

## قبر پرستی کی ترویج و اشاعت کے اسباب

ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دینِ اسلام میں نہ صرف شرک و بدعت سے روکا گیا ہے بلکہ اس تک پہنچانے والے سارے دروازوں اور راستوں کو بھی مضبوطی کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے تو پھر امت مسلمہ میں قبر پرستی کیوں کر پچھلی، آخر اس کے اسباب کیا تھے؟ تاریخ و حادث کا جائزہ لینے اور گھر اپنی کے ساتھ غور فکر کرنے سے پہلے چلتا ہے کہ اس کے بہت سارے اسباب ہیں آئندہ طور میں انہیں اسباب پر انتہائی اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

### پہلا سبب جہالت:

یوں تو ہر سبب اپنی جگہ پر انتہائی اہم ہے لیکن ان میں سب سے پہلا اور اہم سبب جہالت اور حقیقت توحید سے لوگوں کی عدم واقفیت ہے، اس بات سے سمجھی آگاہ دبا خبریں کہ جس دور میں نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی، وہ دو رجاء ہیت کھلاتا ہے، جس میں شرک کا بازار گرم تھا، یعنی نہیں ہر قبیلہ کے پاس ایک بت ہوا کرتا تھا، خانہ کعبہ جو توحید کا منبع و سرچشمہ تھا وہاں ۳۲۰ بہت رکھے تھے لیکن جب اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو شرف رسالت سے سرفراز فرمایا تو آپ ﷺ نے رسالت کے بارگاں کا حق ادا کر دیا، شرک کی بیٹھ کنی کی، توحید کی دعوت عالم کی، اور راس وقت تک اللہ نے آپ کو وفات نہ دی جب تک کہ دینِ مکمل نہ ہو گیا، آپ ﷺ نے ہمیں ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑا جس کی رات بھی دن کے مانند تابندہ و درخشندہ ہے، آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آجمعین نے اس عظیم امانت کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور پوری دنیا میں اسے عام کیا، شرک کا قلع قلع کیا اور توحید کی صدائے دلواز کو بلند کیا، لیکن یہ اللہ کی حکمت ہے کہ آنے والی نسل سابق نسل سے علم و تقویٰ میں عموماً کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا علم کم ہوتا گیا اور جہالت عام ہوتی گئی، نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی حرفاً بحر ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو نہیں نکالے گا البتہ علم کو علماء کی موت کے ذریعہ ختم کرے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے جب ان سے سوال ہوگا تو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود گراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گراہ کریں گے۔ (بخاری رقم ۱۰۰، مسلم رقم ۲۶۷۳)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنے مقدمہ میں یہ حدیث بیان کی ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”میری امت میں دجال اور کذاب پیدا ہوں گے، وہ نئی نئی حدیثیں گھر کر لائیں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے آباء و اجداد نے، تم ان سے دور رہنا کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں“۔ (مقدمہ مسلم حدیث نمبر ۷)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”فَإِنْ قَيْلَ فِيمَا الَّذِي أَوْقَعَ عِبَادَ الْقُبُورِ فِي الْأَفْتَنَانِ بِهَا مَعَ الْعِلْمِ بَأْنَ سَكِينَهَا مَوْاتٌ لَا يَمْلِكُونَ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نَشْوُرًا“، قیل اُو قعہم فی ذلک امور

منها: الجهل بحقيقة ما بعث الله به رسوله، بل جميع الرسل من تحقيق التوحيد وقطع أسباب الشرك  
فقل نصيبيهم جدًا من ذلك ودعاهم الشيطان إلى الفتنة ولم يك عندهم من العلم ما يبطل دعوته“  
(اغاثۃ المہفان ص ۲۲۰)

”اگر کوئی یہ سوال کرے کہ قبروں کے پچاریوں کو دھوکہ کیوں کر ہوا جبکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ قبروں میں جو مدفن ہیں مردے ہیں، نفع و نقصان، موت و حیات اور نشر کے ذرہ برا بر مالک نہیں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بہت سارے اسباب ہیں جن میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ لوگ توحید کی اس حقیقت کو بھلا بیٹھے جسے نہ صرف ہمارے نبی ﷺ کے مجموعت کے لئے تھے بلکہ وہ سارے نبیوں کا دین تھا، یعنی توحید کا قیام اور شرک کا قلع قمع، لوگوں کو اس حقیقت کے بارے میں بہت کم علم تھا، شیطان نے بھی انہیں اس فتنت کی طرف دعوت دی اور ان کے پاس اتنا علم نہ تھا جس سے شیطان کی اس دعوت کی تردید کر سکتے۔“

### دوسرے اسباب: من گھڑت رواتیوں اور جھوٹی حدیثوں کی نشر و اشاعت:

قبر پرستوں نے اپنی تجارت کے عروج کے لئے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بہت ساری حدیثیں گھڑی ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اس تجارت کی کامیابی کے لئے حدیث کی ضرورت ہے اس کے بغیر ہماری تجارت کامیاب نہیں ہو سکتی، بطور مثال:

(۱) جب تم پریشان حال ہو تو اصحاب قبور کا رخ کرو (یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور گھڑھی ہوئی ہے، حدیث کی کسی بھی معتمد کتاب میں اس کا کہیں وجود نہیں ہے) (قاعدۃ التوسل والوسیلہ ص ۱۷۳)

(۲) اگر کسی پتھر سے حسن ظن قائم ہو جائے تو وہ بھی نافع ہے (موضوع ہے دیکھئے کشف الغماء ۲/ ۱۵۲، والمقاصد الحسنة ص ۸۸۳)

اس جیسی بہت ساری حدیثیں ہیں جو قبر پرستوں نے ایجاد کر رکھی ہیں، اس طرح کی حدیثیں واضح طور پر عقیدہ توحید سے متصادم ہیں، نبی کریم ﷺ کی بعثت کا جو اصل مقصد تھا اس سے بھی متصادم و متعارض ہیں، ان حدیثوں کے گھرنے کا مقصد قطع توحید کو زیاد ہے اس کے شرک کا باز اگرم کرنا ہے۔

### تیسرا سبب: سجادہ نشینوں کی طرف سے جھوٹی و من گھڑت کرامتوں کی نشر و اشاعت:

مقولہ ہے کہ ایک جھوٹ بار بار دہرانے سے لوگ اسے سچ مان لیتے ہیں، یہی طرز قبروں کے سجادہ نشینوں اور مباروں نے اپنایا کہ ہر محفل و مجلس میں مزعم و مولیٰ کے تعلق سے جھوٹی نیز خلاف عقل و شرع کرامتوں میں بیان کرنا شروع

کیا، یہی نہیں بلکہ جھوٹی و من گھرست کرامتوں پر کتابیں بھی شائع کیں، جس کا مقصد یقہا کہ لوگوں کے دلوں پر صاحب قبر کا رعب و دبدبہ قائم ہو جائے، پھر وہ اپنی حاجات و مشکلات کو ان کے سامنے پیش کریں۔ حالانکہ ولی کے لئے کسی کرامت کا ظاہر ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی ولی کی پیچان کرامت ہے ولی کی پیچان اللہ کے دین حنفی پرمضبوطی سے کاربند ہوتا ہے، اس کا نتات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام سب سے بڑے و افضل اولیاء ہیں، لیکن ان میں اکثریت کے لئے کسی کرامت کا ظاہر نہیں ہوا، چند صحابہ ہیں جن کے لئے کرامت کا ظاہر ہوا، کرامت کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے اللہ جب چاہتا ہے اپنے نیک بندے کے لئے کرامت ظاہر کر دیتا ہے، بسا وقتاں شخص کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے اور حقیقت میں اللہ کے جو بزرگ و ولی ہوتے ہیں اور ان کے لئے اللہ کی طرف کے کرامت کا ظاہر ہو جاتا ہے وہ اس کا ڈھونڈھوڑ انہیں پیٹھے نہیں کا اظہار و اعلان کرتے ہیں بلکہ اس کو چھپانے کی حقیقت کو شکست کرتے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں، یہ توصیر اور صرف اللہ کا فضل و کرم ہے۔ اور پھر اس سے عوام فتنہ میں پڑ سکتے ہیں، اس لئے بھی وہ کرامتوں کا اعلان نہیں کرتے، جس طرح ایک مغل اور صلاحت پڑھتا ہے ہموم کرھتا ہے زکاۃ دیتا ہے جو عمرہ کرتا ہے صدقات و خیرات کرتا ہے تو وہ ان نیکیوں کا ڈھونڈھوڑ انہیں پیٹھا اسی طرح جو حقیقت میں اللہ کا ولی ہے اسے نہ ان چیزوں سے غرض ہے اور نہ ہی ان کا اعلان کرتا ہے کیونکہ یہ اخلاق اور حسن نیت کے منافی ہے۔

### چوتھا سبب: اہل حق علماء کا سکوت:

یہ بھی ایک اہم سبب ہے، عوام پر علماء کے سکوت و عدم انکار کا بہت برا اثر پڑتا ہے، جب کوئی بدعت ایجاد کی جاتی ہے اور اہل علم اس پر خوف و دهشت یا کسی اور سبب سے خاموشی اختیار کرتے ہیں تو عوام اسے جائز سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو اتنے بڑے علماء کی خاموشی چہ معنی دارد؟ لہذا اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ حق کی نشوواشاعت اور توحید و سنت کی دعوت میں کسی بھی قسم کی کوتاہی نہ اپنا کیں اور نہ ہی اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق باطل اور بدعت کی ترویید میں خوف کھائیں، اللہ ان کا حامی و ناصر ہو۔

### پانچواں سبب: بعض حکومتوں کی طرف سے اس کی پشت پناہی:

جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے کہ الناس علی دین ملوکهم لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں، حکومت اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے جو چاہے کر سکتی ہے، توحید و سنت کی نشوواشاعت بھی کر سکتی ہے اور شرک و بدعتات کی بھی بقدیمتی سے زمانہ خیر کے بعد جو مسلمان حکمران ہوئے ہیں ان میں اکثر کے نزد یک امر بالمعروف اور نبی عن المثلک کی کوئی اہمیت نہ تھی، انہیں توحید و سنت سے زیادہ پیاری اپنی کرسی ہوتی تھی اسی لئے وہ عوامی نواہیات کی پیروی میں بدعتات و خرافات کی نشوواشاعت پر بے دریغ و بے تحاشہ دولت خرچ کرتے تھے، یہ ایک تاریخی حقیقت

ہے کہ اکثر بدعتیں جو پھیلی ہیں ان کے پچھے حکومتوں کا ہی زیادہ ہاتھ رہا ہے مسلمانوں کی سابقہ حکومتوں نے صوفیت، قبر پرستی اور بدعتات و خرافات کی نشر و اشاعت میں سب سے بڑا روں ادا کیا ہے، حرم کعبہ میں چار مصلوں کا قیام، محفل میلاد کا اہتمام، عاشوراء، حرم کی بدعتات، تجزیہ، علم، سوگ و ماتم، جلوں، چہلمن، برسی وغیرہ، ان ساری بدعتوں کے فروغ میں حکومتوں نے بڑا روں ادا کیا ہے، لیکن جب سعودی حکومت نے امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی دعوت تو حیدر کی تائید کی تو پورے ملک سے شرک و بعدت کی غلطیتیں ختم ہو گئیں، قبی، مزارات اور شرک کے اذے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے میں یوس کردیتے گئے، اللہ کے فضل و کرم سے پورے سعودی عرب میں نہ کسی مجسمہ کا وجود ہے نہ ہی درگاہ و خانقاہ کا، سعودی عرب دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کا دستور کتاب و سنت ہے، جہاں شرعی حدود و تجزیرات کا کامل نفاذ ہے، وہاں قرآن و حدیث کے مطابق فحیلے ہوتے ہیں، اسی توحید اور کتاب و سنت کی برکت ہے کہ سعودی عرب امن و امان کا گھوارہ بنا ہوا ہے، وہاں جرائم نہ کے برابر ہے، بجا طور پر وہ اس آیت ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلِسْوَا إِيمَانَهُمْ بِظَلَمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (سورۃ الْآنعام: ۸۲) کی عملی تصویر ہے، دنیا کا ہر شہری اپنے ملک سے زیادہ وہاں امن و امان محسوس کرتا ہے آج بھی حکومت سعودیہ کا یہی منجع و دستور ہے، تو حیدر و سنت اور حقیقت اسلام کی پوری دنیا میں نشر و اشاعت، اور شرک و بدعت کا ازالہ اس کا اولین مقصد ہے، صرف مملکت میں ڈیڑھ سو سے زیادہ دعویٰ و تبیغی مرکز قائم ہیں جو گگشینگان راہ حق کے لئے میانہ نور و بہادیت ہیں، وہاں سے دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں کتاب و سنت کی روشنی میں سلف صالحین کے فہم و منجع پر حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ حقیقت اسلام کی دعوت جس طرح دی جا رہی ہے، خطہ ارض پر موجود ہر موجود تیج سنت مسلمان کی طرف سے اس کی پذیرائی و استائش ہو رہی ہے، اور ان کے جہود و خدمات کو دیکھ کر ان کے دل خوش و سرست سے سرشار و لبریز ہو جاتے ہیں، اللہ کے فضل و کرم کے بعد مملکت سعودی عرب کی کوششوں اور وہاں قائم مکاتب جالیات کی دعویٰ و تربیت جہو و دو مسامی کا نتیجہ ہے کہ آج پوری دنیا سے شرک و کفر کا دائرہ سست رہا ہے، اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے، تو حیدر عالم ہو رہی ہے، بدعتات و خرافات پر قدغن لگ رہی ہے اور منجع سلف کا احیاء ہو رہا ہے، یہ سعودی عرب کے مکاتب جالیات کا اتنا بڑا کارنامہ ہے، جس کی نظری ملنی محال ہے، یہاں دنیا کے کوئے کوئے سے کسب معاش کے لئے آئے ہوئے لوگ یومیہ سینکڑوں کی تعداد میں شرک و بدعت کا طوق گلے سے نکال کر اللہ کی توحید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو گلے لگا رہے ہیں ایک عام اور مختال اندازے کے مطابق تادم تحریر مملکت سعودی عرب میں مختلف ممالک کے لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں، اور رہی بات شرک و بدعت اور تصوف سے توبہ کر کے منجع سلف کے پلیٹ فارم پر آنے والوں کی تعداد اس کبھی زیادہ ہے، والحمد للہ او لا و آخر۔

لیکن افسوس ہے کہ آج پورا میڈیا اس موحد حکومت کے خلاف مجرمانہ کردار ادا کر رہا ہے، روز آنے اخبارات و جرائد میں ان کے خلاف کوئی نہ کوئی خبر ضروری تھی ہے، ہمیں دشمنان اسلام سے کوئی گل نہیں، مگر ان صحافیوں سے ہے جو اسلام کا چند پہن کر رفض و تشیع اور قبر پرستی کی نشر و اشاعت میں مصروف عمل ہیں، دل میں بہت چھپا کر کعبہ و حرم کی باتیں کرتے ہیں، جو صحابہ سے راضی نہ ہوں وہ دنیا کے کسی بھی مسلمان سے راضی و خوش نہیں ہو سکتے، سعودی عرب کی خوبیوں میں بھی کوئی نہ کوئی خرابی ڈھونڈھ نکالتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انہیں سعودی عرب سے کوئی یہ نہیں، یہ تو حید سے ہے کتاب و سنت سے ہے، وہ تو حید کے بجائے شرک و قبر پرستی کی ترویج و اشاعت کے خواہش مند ہیں، اسی لئے شرک و بدعت سے جڑی ہر خبر کے لئے ان کے جرائد کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں، اگر دروازے بند ہیں تو کتاب و سنت سے متعلق جڑی خبروں کے لئے، اس سے بھی زیادہ افسوس ناک ان سنید پوش تصوف پرست علماء کا مناقفانہ کردار ہے جو ان دعوتی مراکز کو بند کروانے کے لئے مملکت سعودی عرب پر دباؤ ڈال رہے ہیں، کافرنیس کر رہے ہیں، اعلامیہ جاری کر رہے ہیں، فود آر ہے ہیں، بڑے افسوس کی بات ہے بجائے ان کوششوں کو سراہا جاتا اور اس عظیم کارناٹے پر حکومت سعودی عرب کو مبارکبادی جاتی اس پر روک اور قدغن لگانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، اور ایک بار پھر سرزی میں تو حید و سنت کو شرک و بدعت اور تصوف سے مکدر کرنے کی سعی لا حاصل کی جا رہی ہے، پتہ نہیں کتاب و سنت کی اس آواز سے ان کے دل کیوں سکر رہے ہیں اور انہیں کیوں تینگی محسوس ہو رہی ہے؟ مذہر کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معاندین و دشمنان اسلام پوری قوت کے ساتھ اسلام کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں، ایسے پر آشوب دور میں ان کی منفی اور جارحانہ تحریک کا مقابلہ کرنے کے بجائے جو سلف صالحین اور ائمہ کرام کے شیخ پر حکمت و موعوظ کے ساتھ کتاب و سنت کی دعوت و تنشیع کے مقدس فریضہ کو ناجام دے رہے ہیں، اور ان کی جارحانہ تحریک کا بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ جواب دے رہے ہیں، ہوتا تو یہ چاہئے تھا کہ ان سے کندھا سے کندھا ملا کر منتظم و متحداً اور مربوط کوشش کی جاتی اور کفر و شرک اور بدعت و خرافات کے خلاف محاذ کھڑا کیا جاتا لیکن افسوس انہیں کے خلاف سازشیں کی جا رہی ہیں اور انہیں کے خلاف چو طرف محاذ کھولا جا رہا ہے، اور ان کوششوں کو بند کرنے کا منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے، اور فود بھیجے جا رہے ہیں، عجیب و غریب معاملہ ہے اور بڑے ہی دکھ اور افسوس کی بات ہے، پابندی کا مطالبه کرنے والوں کے اپنے در پرده کیا مقاصد ہیں، ان کیا مجبوریاں ہیں، ان کے کیا تحقیقات ہیں وہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ مملکت تو حید و سنت کو شرک و بدعت اور تصوف سے مکدر کرنے کی سعی لا حاصل تو نہیں کی جا رہی ہے۔ ال آمان والخیزان۔ اللہ اس حکومت اور ان کے امراء و سلطانین اور پوری قوم کی حفاظت فرمائے، اور اسے حاسدوں اور دشمنوں کی نظر بد سے محفوظ رکھے، بہر کیف حکومتوں کے ان دونوں نمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت شریان خیر دونوں کا شفیع و مصدر ہو سکتی ہے۔

### چھٹا سبب: علماء سو:

بعدت کی نشر و اشاعت میں ان بطن پرست و بعد عقیدہ علماء کا انتہائی محیوب مشغله ہوتا ہے، کتاب و سنت کے نصوص کو توڑ موز کر پیش کرنا ان کا غلط معنی و غلط تفسیر کرنا شرک و بعدت پر مشتمل کتابیں تصنیف کرنا، حکم و واضح نصوص کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے پڑے رہنا، بعد از عقل تاویل کرنا، یہ سب علماء سوکی کارستانیاں ہیں جن سے بدعتوں کو کافی تقویت ملتی ہیں اور وہ دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔

### ساتواں سبب: کافروں شرک کی تلقینی و پیروی:

قرآن کی نشر و اشاعت میں اس کا بڑا خلل ہے، قرآن و سنت صحیح میں کافروں شرک کی مخالفت پر کافی نصوص موجود ہیں، ان کی مخالفت پر امت کا اجماع بھی ہے، نبی کریم ﷺ کی یہ صحیح حدیث تو انتہائی معروف و مشہور ہے (من تشبیه بقوم فھو منہم) (صحیح سنن ابو داؤد) ”جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں شمار ہوگا۔“  
ہر صلاة میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ مغضوب علیہم یعنی یہودیوں اور الصلیبیں یعنی نصاریٰ کے راستے سے دوری اختیار کریں۔

قبروں کی پرستش سابقہ گمراہ قوموں کی تلقینی سے مسلمانوں میں آئی ہے، ان گمراہ قوموں میں اصحاب کہف کی قوم بھی تھی، اللہ کا ارشاد ہے ﴿قَالَ اللَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِنَمَنْ لَتَتَّخِذَنَ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا﴾ (الکہف ۲۱)  
”جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایا وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان پر مسجدیں بنالیں گے۔“  
آیت میں (غلب علی) کا الفاظ استعمال ہوا ہے جس کی تفسیر میں خود سریٰ تکبر و مركشی کا مفہوم ہے، لہذا سایق میں نہ مرت کا پہلو ہے اسے کوئی قبر مسجد بنانے کی دلیل نہیں بنا سکتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: (فَكَانَ الصَّالِحُونَ بِلِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ يَبْتَوِنُونَ الْمَسَاجِدَ عَلَىٰ فِيْوَرِ الْأَنْبِيَا وَالصَّالِحِينَ) (افتقاء الصراط استقیم ۱/۸۷)

”گمراہ اور جن پر اللہ کا غضب ہوا انبیاء و صالحین کی قبروں پر مسجدیں بنانا ان کا دستور تھا۔“  
ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب شہ کے گرجا گھر میں تصویریں دیکھی اور جب نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں تصویریں لٹکادیتے یہ بروز قیامت اللہ کے نزد یہ سب سے بری مخلوق ہوں گے۔“ (بخاری رقم ۳۲۱، مسلم رقم ۵۲۸)

ان نصوص سے کفار و مشرکین کی مشابہت کی تباہ کاریوں کا اندازہ ہوتا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اولیاء و

بزرگان دین کی شان میں غلوٰ جشن میلاد رسول ﷺ اور قبروں پر مسجدوں کی تعمیر، یہود و نصاری اور کفار و مشرکین ہی کی دین اور ان کی مذموم سنت ہے۔

### آٹھواں سبب: بزرگوں کے آثار و نشانات اور مقامات کی حفاظت:

یہ بھی ایک سبب ہے ابو واقع الدلیلی رض کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں، ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حسین کی طرف لکھا، ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، مشرکین کا ایک یہری کا درخت تھا، وہ باہ اعتماد کرتے تھے، اور اپنے ہتھیاروں کو ایکا یا کرتے تھے، اس درخت کا نام ”ذات انواع“ تھا، جب ایک یہری کے درخت سے ہمارا گز رہوا تو ہم نے رسول اکرم ﷺ سے کہا: ہمارے لئے بھی مشرکین کی طرح ایک ”ذات انواع“ مقرر کروں! آپ نے فرمایا: سجان اللہ! یہ تو وہی بات ہے جو موی کی قوم نے ان سے کی تھی ﴿اجعل لَنَا إِلَهًا كَمَالَهُمْ آللَّهُ﴾ (سورہ الْأَعْرَاف: ۱۳۸) ”ہمارے لئے ایک معبد بناؤ جیسا کہ ان کے لئے معبدوں میں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ضرور بہ ضرور تم سابقہ امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔“ (صحیح من سنن ترمذی رقم ۱۷۷۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشجار و اجراء اور آثار و نشانات کی تعظیم کرنا اور تحریک لینا، مشرکین، یہود و نصاری کی روشن نیز شرک پرستی کا سبب ہے۔

مشہور تابعی معروف بن سوید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم عمر فاروق رض کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک مسجد آئی جہاں لوگ صلاة پڑھنے کے لئے بڑے شوق سے جا رہے تھے، عمر رض نے سوال کیا! تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اس مسجد میں نبی کریم ﷺ نے صلاۃ پڑھی ہے، عمر رض نے فرمایا: اے لوگو! سن لوت میں پہلے حوالہ لکھا ہوئے اسی جیسے عمل سے ہلاک کئے گئے ہیں لوگوں نے عبادت خانہ بنالیا، اگر کہیں صلاۃ کا وقت آجائے تو اس میں صلاۃ پڑھ لواہ کر صلاۃ کا وقت ہو تو چلتے بنو (ابن ابی شہیۃ فی المصنف ۲/ ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸) امام البانی رحمہ اللہ نے اس کی سنڈوچینیں کی شرط پر صحیح فرادریا ہے دیکھئے تخریج احادیث فضائل الشام ص ۳۹

حیرت و استخراج کا عالم تو یہ ہے کہ آج ہن آثار و مقامات کی تعظیم و تقدیس ہو رہی ہے اور مردح خلافت بنے ہوئے ہیں، ان میں اکثر ثابت ہی نہیں ہیں، اور اگر ثابت بھی ہو جائیں تو بھی ان کی تقدیس یا ان کا تحریک جائز نہیں ہے، کیونکہ مقدس و متبرک وہی ہے جسے اللہ اور رسول ﷺ نے مقدس و متبرک قرار دیا ہوا اور پھر اللہ ہی نافع و خسار ہے، عمر فاروق رض نے مجرماً سود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: کہ میں جانتا ہوں تو ایک بے جان پتھر ہے نفع پہنچا سکتا ہے نہ فیصل ان اگر نبی کریم ﷺ کو تجھے چوتھے ہوئے نہ دیکھا ہوتا میں تجھے کبھی نہ پوچھتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) آپ ﷺ کے اس قول میں یہی نکتہ و حکمت ہے۔

## نواں سبب: میڈیا (ذرائع ابلاغ)

خواہ وہ پرنسٹ میڈیا یا یا الکٹرونیک اس دور میں قبر پرستی کی نشر و اشاعت اور توحید و سنت کے مٹانے میں کلیدی روں ادا کر رہے ہیں، ان قبر پرستوں کے پاس اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے کئی چیزیں جو بڑی محنت اور لگن سے اپنے مموم مقاصد کی تکمیل میں سرگرم ہیں، ان چینلوں سے دن رات شرک و بدعت کی اشاعت ہو رہی ہے، بعدتوں کا موسم آتے ہی برساتی میڈیا کوں کی طرح سرگرمی مزید بڑھ جاتی ہے، اس کے علاوہ خاص تعداد میں ان کے اپنے رسائل و جرائد ہیں جو بڑی پابندی سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں اور مفت قیمت کے جاتے ہیں، ان میں توحید و سنت کے علاوہ ہربات ہوتی ہے، جھوٹی کرامتوں سے پورے صفات سیاہ رہتے ہیں، سید ہے سادے و مصروف عوام نے سوچنے کی بھی فرصت نہیں ہے وہ بلا سوچ سمجھے ان جھوٹی کرامتوں پر ایمان لا کر دین و دنیا دونوں خراب کر لیتے ہیں، قبر پرستوں کی اچھی تعداد کو کیھتے ہوئے عام روز نامے، ہفت روز نے اور پرچے، شرک و بدعت کی تائید میں مضا میں، عرس اور میلبوں کے اشتہارات و احوال شائع کرتے ہیں، فلموں میں بھی اصل اسلام کے مقابل خود ساختہ اور مختصر اسلام کو زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہماری ناقص رائے میں یہ کچھ اسباب ہیں جن سے قبر پرستی کو فروغ ملا اور مل رہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کے سامنے حکمت و دانائی کے ساتھ تو توحید و سنت کی صحیح اور سچی تعلیمات پیش کی جائے، یقین مانئے جب عوام کے سامنے کتاب و سنت سے مدل باتیں پیش کی جاتی ہیں تو وہ بلا جھک حق قبول کر لیتے ہیں، کیونکہ حق و صداقت میں بجاے خود قوت اور کرشش اور اپنی ایک تاثیر ہوتی ہے، جسے قبول کئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا، دعا و مبلغین کو میرا یہ بھی مشورہ ہے کہ علماء سوپر محنت اور انرجی صرف کرنے کے بجائے عوام پر محنت کریں، کیونکہ ان کے علماء سے قبولیت حق کی توقع نہ کے برابر ہے، الاما شاء اللہ، اس پر تاریخ بھی شاہد عدل ہے اور میدان دعوت میں رقم کا تجربہ بھی گواہ ہے، اس کے برکھ عوام پر آرخ خات کی جائے تو اس کا خاطر خواہ فائدہ ہوگا کیونکہ ان کے دل صاف ہوتے ہیں ان میں کوئی کمی نہیں ہوتی، ان کے دلوں میں اللہ اور آخرت کا خوف بھی ہوتا ہے، جو غور و فکر پر ابھار کر قبول حق پر آمادہ کرتا ہے، کتاب و سنت کی سیدھی سادی اور صاف باتیں بہت جلد ان کے دلوں میں اپنا گھر بنالیتی ہیں، اس لئے اس جانب زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے آمین!

### وفات کے بعد میت کے کچھ احکام

وفات کے فوراً بعد میت کی آنکھیں اور اس کا منہ بند کر دیا جائے، ثانگ اور باتھ پاؤں کی انگلیاں بھی سیدھی

کر دی جائیں۔

شداد بن اوس رض سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”جب تم اپنے مردوں کے پاس حاضر ہو تو ان کی آنکھیں بند کر دو، کبوتر نظر، روح کا پچھا کرتی ہے، اور بھلی بات کو ہو تو نہ میت کے گھروالوں کی بات پر آمین کی جاتی ہے۔“ (صحیح ابن ماجہ رقم ۱۱۹۰)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابو سلمہ کی وفات کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے، اس وقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، تو آپ نے اسے بند کر دیا پھر فرمایا: جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نظر اس کا پچھا کرتی ہے۔“ (صحیح مسلم رقم ۹۲۰)

میت کو کسی کپڑے سے ڈھانک دینا چاہئے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کو دھاری دار چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم ۵۸۱۳، صحیح مسلم رقم ۹۲۲) میت کی وفات پر اسے محبت سے بوسہ دینا جائز ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی رہائش گاہ ”سخ“ سے گھوڑے پر آئے، اتر کر مسجد میں گئے، کسی سے کوئی بات نہیں کی، میرے جھرے میں آئے اور نبی کریم ﷺ کی طرف گئے غسل مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی، چہرہ کھولا اور جھک کر چہرہ مبارک کو بوسدیا اور رونے لگے، پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ دو مرتب آپ پر موت طاری نہیں کرے گا جو ایک موت آپ کے مقدار میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔“ (صحیح بخاری رقم ۲۳۵۲)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جب عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کا بوسہ لیا، حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے آنسو بہرہ ہے تھے۔“ (صحیح بن ماجہ رقم ۲۰۶)

میت کے اقرباء پر لازم ہے کہ وہ صبر کریں، میت پر نوح کرنا، زور سے رونا پینا، گریان چاک کرنا، چنچ و پکار کرنا حرام ہے۔ ابو موی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ بری ہیں، اور یہیک رسول اللہ ﷺ (صیحت کے وقت) چینخے والی سر کے بال منڈانے والی اور کپڑے چھاٹنے والی عورت سے بری ہیں۔“ (صحیح مسلم رقم ۱۰۲)

عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس نے (کسی کی موت پر) خساروں کو پینا، گریان کو چھاڑا، اور جاہلیت کی باتیں کیں وہ ہم میں سے نہیں۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۴۹۷، صحیح مسلم رقم ۱۰۳) ابوالکھ اشعری رض فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں چار کام جاہلیت کے باقی رہیں گے، حسب میں فخر کرنا، نسب میں طعن کرنا، ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا، اور ستاروں کے ذریعہ بارش طلب

کرنا، اور نوحہ کرنا، مزید فرمایا: کف نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے قبل تو بہ نہیں کیا تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کپڑا اور خارش کی تھیس ہو گئی۔ (صحیح مسلم ۹۳۴)

اور اگر مرنے والا خود نوحہ کرتا رہا ہو یا اس کے خاندان میں نوحہ کرنے کا چلن رہا ہو اور اس نے وصیت کر کے نہ رکھا ہو یا نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو تو اس پر گھروں کو کف نوحہ کرنے سے اسے عذاب ہو گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس پر نوحہ کیا گیا اسے نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۲۹۱)

البتہ صحیح و پاک یا نوحہ کے بغیر اگر آنکھ سے آنسو وال ہوں یا دل غمگین و افسرد ہو تو جائز ہے، امامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک بیٹی کو موت و حیات کی کلکش میں دیکھا تو آپ کی آنکھیں بہ پڑیں تو سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق پوچھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”یہ رحمت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے انہی پر رحم فرماتا ہے جو خود رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۲۸۲)

اقرباء و احباب ایسے ہی اہل صلاح و تقویٰ کو موت کی اطلاع دینا جائز ہے، نبی کریم ﷺ نے جس اعلان سے منع کیا ہے وہ اہل جاہلیت کا طریقہ تھا جس میں میت کی اطلاع دینے والوں کو بھیجا جاتا تو وہ گھروں کے دروازوں اور بازاروں میں جا کر کھلکھلا اور روز و روز سے اعلان کرتے، اس میں نوحہ بھی شامل ہوتا، میت کے اعمال صالحة بھی بیان کئے جاتے، نبی کریم ﷺ نے اس نبی (اعلان) سے منع کیا، ورنہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی کی وفات کی خود اطلاع دی جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دیکھنے صحیح بخاری رقم ۱۳۳۳۔

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جاہلیت کے طریقہ کے مشابہہ نہ ہو تو وفات کی اطلاع دینا جائز ہے۔“ (آدکام البخاری ص ۲۵)

امام البانی رحمہ اللہ کے تلمیز رشید علامہ سلیمان البلاطی فرماتے ہیں: ”وفات کا حرام اعلان وہ ہے جو جاہلیت کے عمل کے مشابہہ ہو یعنی دروازوں پر بازاروں میں اور مناروں پر چیخ کر اعلان کرنا جیسے آج کل جراند و مجنات میں اعلان کیا جاتا ہے۔“ (موسوعۃ المناہی الشرعیہ ۶/۲)

وفات کے بعد رثا کو چاہئے کہ جلد از جلد میت کا قرض ادا کر دیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”مومن کی روح قرض کے ساتھ اس وقت تک متعلق رہتی ہے جب تک قرض ادا نہیں کر دیا جاتا۔“ (صحیح ہے سنن ابن ماجہ رقم ۱۹۵۷)

میت کو گالی دینا، برآ کہنا، اسے کو سامنع ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”مردوں کو گالی مت دوانہوں نے

جو آگے بھیجا سے حاصل کر لیا،” - (صحیح بخاری رقم ۲۵۱۴، ۱۳۹۳)

### میت کو غسل دینے کا طریقہ

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، حالت احرام میں سواری سے گر کر جس کی وفات ہو گئی تھی نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: ”اسے پانی اور بیری سے غسل دو۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۸۳۹)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اور اس پر اجماع ہے۔“ (اجماع

(۱۲/۵)

میدان قفال میں شہید ہونے والوں کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری رقم ۱۳۲۷)

البتہ جو شہید کے حکم میں ہیں جیسے طاعون کی بیماری سے وفات پانے والے پانی میں ڈوب کر زیارتی جل کر مرجانے والے ایسے لوگوں کو غسل دیا جائے گا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

میت کو غسل دینے کا سب سے زیادہ حقدار اس کا سب سے زیادہ قریبی ہے بشرطیکہ میت اسی کی جنس سے ہو یا میت جسے غسل کی وصیت کردے وہ میت کو غسل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ”اگر تم مجھ سے پہلے وفات پائیں تو میں تمہیں غسل دوں گا۔“ [صحیح سنن ابن ماجہ رقم ۱۱۹۷ و مسنده محمد]

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جس چیز کا علم مجھے اب ہوا اگر پہلے ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو صرف آپ کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔“ (صحیح سنن ابن ماجہ رقم ۱۱۹۲)

ابو بکر ؓ نے اپنی بیوی کو غسل کی وصیت کی تھی، جب ان کی وفات ہوئی تو وصیت کے مطابق ان کی بیوی نے انہیں غسل دیا، اس کے بعد وہاں موجود ہماجرین سے دریافت کیا کہ آج سخت سردی ہے کیا مجھ پر غسل ضروری ہے تو لوگوں نے کہا نہیں۔ (موطا امام بالک کتاب الجنائز، باب غسل المیت، مصنف عبدالرازق 6167)

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علیؑ نے غسل دیا تھا۔ (سنن دارقطنی ۲/۷۹)

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: ”عورت کو غسل دینے اور اس کی صلاۃ جنازہ کا سب سے زیادہ حقدار اس کا شوہر ہے۔“ (مصنف عبدالرازق رقم ۱۱۲۳)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام میں سے کسی نے علی اور اساء (رضی اللہ عنہما) کے عمل پر انکار نہیں کیا تو یہ اجماع ہے۔“ (۲/۲۷۶)

سعودی عرب کے ممتاز ترین علماء کی دائیٰ فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ ہے: ”مرد اور بیوی کا ایک دوسرے کو غسل دینا

جاائز ہے۔) (فتاویٰ الجعفریۃ الداعیۃ / ۳۶۵)

غسل دیتے وقت پردے کا اہتمام ضروری ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”نکوئی مرد کی مرد کے ستر اور نہ ہی کوئی عورت کی عورت کے ستر کو دیکھئے۔“ (صحیح مسلم رقم ۳۲۸)

میت کے ناخن اور موچھوں اگر لبے ہوں تو کاشنا جائز ہے، کیونکہ یہ سب کام امورِ نظرت میں سے ہیں اور ستر نہیں ہیں، البتہ موئے زیر ناف کا موئٹ نہ درست نہیں ہے، سابق مفتی سعودی عرب امام ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میت کی موچھیں اور ناخن کاشنا مستحب ہے، البتہ موئے زیر ناف موئٹ نے اور بغلوں کے بال اکھیز نے کے متعلق میرے علم میں کوئی دلیل نہیں جو اس کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہو، لہذا اسے چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ ستر ہے اور ناخن اور موچھوں کے مانند ظاہر نہیں ہے۔ (مجموع فتاویٰ لابن باز / ۱۱۲)

غسل دیتے وقت داعیں جانب سے شروعات کرنا چاہئے، جو صحابیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”داعیں اور اعضاء و ضوے غسل شروع کرو۔“ (صحیح بخاری رقم ۹۳۹، صحیح مسلم رقم ۱۲۵۵)

پانی میں بیر کے پتے ابال کر میت کو غسل دینا اور آخر میں کافور ملانا مستحب ہے، لکڑی کے تخت یا چارپائی پر میت کو لٹا دیں، غسل دینے کے لئے پبلے میت کو ناف سے گھٹھوں تک کپڑے سے ڈھانا تک دین، غسل دینے کے لئے اپنے ہاتھ پر دستانہ یا کپڑا اور غیرہ رکھ لیں، اگر کوئی گندگی نظر آئے تو پانی سے صاف کر دیں، پھر میت کی شرمگاہ کو دیکھے یا چھوئے بغیر اس پر پانی ڈالیں، اس کے بعد میت کو سسنون و ضوے کرائیں، ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھوئیں، ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالیں بلکہ انگلی سے ترکپڑا پکڑ کر میت کے دانتوں پر پھیر دیں اسی طرح ناک کی صفائی کریں پھر تین مرتبہ چہرے کو دھوئیں، سر پر ایک بار مسح کریں، پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک پہلے دایاں بازو پھر بایاں بازو و قین تین مرتبہ دھوئیں، پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک پہلے دایاں پھر بایاں غیرہ استعمال کریں، اس کے بعد میت کے اگلے حصہ کو داہنی طرف سے پہلے میت کے سر پر تین بار پانی بھائیں صابون و غیرہ استعمال کریں، اس کے بعد میت کے داہنی طرف سے غسل دیں، پھر بائیں طرف غسل دیں، اب دھیرے دھیرے اسے بائیں طرف کروٹ کر کے داہنی پشت پر پانی بھائیں، پھر میت کو داہنی طرف کروٹ کر کے بائیں پشت کی طرف غسل کرائیں، اس طرح تین بار کریں، ضرورت پر پانچ یا سات مرتبہ بھی غسل دے سکتے ہیں، دوران غسل اگر گندگی نکلتے تو صاف کر دیا کریں، غسل دیتے وقت صابون یا شمپو وغیرہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، دوران غسل جسم کو دھیرے دھیرے ملیں، آخری بار کافور ملانا لیں، ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہے تھے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ترشیف لائے اور فرمایا: تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اور اگر اس سے زیادہ ضرورت محسوس کرو تو اس سے بھی زیادہ غسل دو، غسل پانی اور بیرکت پنچوں سے دوا اور آخر میں کافور یا کچھ کافور ڈال لو اور جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے خردہ چنانچہ جب ہم غسل دے دیا تو یہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ اسے اس کی قصیص بنا دو۔ (صحیح بخاری رقم ۱۲۵۳، صحیح مسلم رقم ۹۳۹)

اس حدیث نیز اس حصیتی دیگر صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو کم از کم تین مرتبہ ضرور غسل دینا چاہئے، اور بوقت ضرورت طاق عدو کا لحاظ کرتے ہوئے زیادہ بھی غسل دیا جاسکتا ہے۔

غسل کے لئے عورتوں کے بال کھول دینا چاہئے اور غسل کے بعد ان بالوں میں لگانگی کر کے تین جوڑے بناؤ کر پیچھے لٹکا دینا چاہئے، ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: غسل دینے والیوں نے ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بالوں کو کھولا، انہیں دھویا اور اور ان کے تین جوڑے بنائے۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۲۶۰)

میت کے بدن غسل کے بعد کپڑے سے سکھانا مستحب ہے، بلکہ ضرورت میت کی پچھلی شرمگاہ یا اس کی ناک اور کان میں کپڑا یا رومی رکھ دینا درست نہیں ہے، ہاں اگر غسل دینے کے بعد بھی گندگی نکلا بند نہ ہو تو اس جگہ کو دھلنے کے بعد وہاں رومی یا کپڑا رکھ دیا جائے، کفن دینے کے بعد پھر اگر کوئی گندگی نکلتی ہے تو چونکہ دوبارہ غسل دینے میں مشقت ہے اس لئے اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ اسی طرح کان یا ناک سے اگر پیپ وغیرہ نکل رہی ہو تو وہاں کپڑا رومی وغیرہ رکھ دی جائے۔

اگر جنین (حمل) کی عمر چار ماہ سے زیادہ ہو تو اسے غسل دینا اور اس پر صلاۃ جنازہ پڑھنا جائز ہے، ایک لمبی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب حمل کی مدت چار ماہ ہو جاتی ہے تو اس میں روح پھونکنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا تاہے [مسلم]

اور اگر حمل چار ماہ سے قبل گرجاتا ہے تو اس کے اندر روح نہ ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیت صرف گوشت کے ایک نکلے کی ہوتی ہے اس لئے اسے غسل اور صلاۃ جنازہ کے بغیر ہی گذھا کھو کر دفن کر دیا جائے۔ پانی کی عدم موجودگی یا میت کے نکلے نکلے یا جل جانے کی وجہ سے اسے غسل دینا اگر مشکل ہو تو اس صورت میں اسے تمیم کرایا جائیگا، جس کا طریقہ یہ ہے کہ حاضرین میں سے کوئی اپنی دونوں ہتھیلیوں یعنی چپوں کے اندر رونی حصہ کو مٹی پر ایک مرتبہ مارے اس کے بعد میت کے چہرے پر مسح کرے پھر اس کی دونوں ہتھیلیوں کو اوپر نیچھے کرائے۔

اگر میت کے جسم میں کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو غسل دینے والے کو چاہئے کہ اسے لوگوں سے چھپائے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ جس نے کسی مسلم (میت) کو غسل دیا پس اس کے (عیوب و ناپسندیدہ امور کو) چھپایا تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس مرتبہ مغفرت کرتا ہے۔

(متدرک حاکم الجنازہ لامام الابانی ۱۵)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے کسی میت کو غسل دیا، اس پر پرده ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہوں پر پرده ڈال دے گا۔ (سنہ سلسلہ صحیحہ رقم ۲۳۵۳)

غسل دینے والے کو غسل کرنا مستحب ہے ضروری نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (میت کے غسل دینے میں غسل ضروری نہیں ہے) (سنہ ابو داؤد و سنہ ترمذی و حسنہ حکام الجنازہ ص ۷۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”ہم میت کو غسل دینے تھے تو کوئی اس کے بعد غسل کرتا تھا تو کوئی غسل نہیں کرتا تھا“۔ (قاریب الخطیب و صحیحہ استادہ الحافظی التلخیص ۱/۱۳۸، تمام المیاص ۱۲۱)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میت کو غسل دینے کے بعد غسل کا کیا حکم ہے اس کے بارے میں اہل علم کا قدرے اختلاف ہے، بعض وجوہ کے جذبات کشیت استحباب کی قائل ہے، ابن عمر اور ابن عباس کا قول ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل نہیں ہے۔ (شرح السنۃ ۲/۱۶۹)

امام احمد امام شافعی اور امام مالک یہ تینوں ائمہ کرام سنیت ہی کے قائل ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جمہور علماء اور فقهاء کی جماعت کے نزدیک میت کو غسل دینے والے پر غسل واجب ہے اور نہ ہی وضو“۔ (انتہیہ ۶/۱۹۵)

### میت کو کفن دینے کا طریقہ

میت کو کفن دینا واجب ہے، کفن ایسا ہو جو میت کو چھپائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (اذا کفنَ أَحَدَكُمْ أَخَاهَ فَأَلْيِهِ كَفْنَهُ) ”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے اچھا کفن دے“، (صحیح مسلم رقم ۹۲۳)

اچھا سے مراد کفن کا کپڑا اضاف ستر، سفید اور میت کے جسم کو اچھی طرح ڈھانپنے والا ہوئیہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ کفن کا کپڑا قیمتی ہو، کیونکہ قیمتی کفن میں مال کا خیاع اور بر بادی ہے اور پھر کتنا ہی قیمتی کپڑا کیوں نہ ہو وہ یوسیدہ اور سڑ جانے والا ہی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اہل علم کا کہنا ہے کہ اچھا کفن دینے سے یہ مراد نہیں ہے کہ کفن دینے میں اسراف کیا جائے اور بہت زیادہ قیمتی یا نیس ہو بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ کفن کا کپڑا اضاف ستر اہو اتنا کشادہ ہو

کہ میت کوڈھانپا جائے۔ (شرح مسلم ۲۶۰/۳)

تکفین کے اخراجات میت کے مال میں سے نکالے جائیں گے، میت کے قرض و میت اور راشت پر تکفین کے اخراجات کو مقدم کیا جائے گا، خواہ میت کا ترک صرف اسی قدر ہو جس سے صرف کفن کا بندوبست ہی کیا جائے، اگر میت کے پاس کفن کا پیسہ نہ ہو تو پہلے اس کے قربی رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے اور اگر کوئی نہ ہو تو سارا خرچ بیت المال سے دیا جائے گا اور اگر وہ بھی نہ ہو تو کوئی بھی مسلمان دے سکتا ہے، اگر کفن کم ہو اور میت زیادہ تو ایک کفن میں کئی مردے بھی فن کئے جاسکتے ہیں، جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے:

”نبی اکرم ﷺ شہدائے احمد کے دودو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے تھے، آپ ﷺ دریافت کرتے ان میں قرآن کے زیادہ یاد تھا؟ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ ﷺ قبر میں اسی کو آگے کرتے، اور فرماتے کہ میں قیامت کے دن ان کے حق میں شہادت دوں گا، آپ ﷺ نے تمام شہیدوں کو ان کے خون سمیت فن کیا، نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کی صلاۃ جنازہ پڑھی گی۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۳۸۳)

میت کو تین سفید کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: (البُشْرَى مِنْ ثَيَابِكُمُ الْيَضِّ فَأَنْهَا مِنْ حَبْرٍ ثِيَابِكُمْ وَ كَفِنُوا فِيهَا مَوْتَانَكُمْ) ”سفید لباس پہنا کرو یہ تمہارے ملبوسات میں بہترین لباس ہے، اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دیا کرو۔“ (صحیح بخاری و مسلم رقم ۳۲۸۴)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (كَفَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يُنْصِتُ سَخْوَلَيَّةَ مِنْ كُرْسَفِ لَيْسَ فِيهَا أَقْنِيَضٌ وَلَا عَمَافَةٌ)

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ کو کچے دھاگے کے بننے ہوئی سوتی سفید رنگ کے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں قیص اور ٹوپی نہیں تھی،“ (بخاری رقم ۱۳۶۳)

سخولیہ: کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہن میں سخول نامی ایک جگہ کی طرف نسبت ہے، وہاں یہ کپڑے بننے جاتے تھے۔

کفن کے کپڑوں میں خوشبو خصوصاً حنوط و مسک مل دینا چاہئے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”میت کو جب تم دھونی دو تو تین مرتبہ دو،“ (مسند احمد ۳۳۳۱، مسندر حاکم و قال صحیح علی شرط مسلم و وافق النبی)

اسی طرح حالت احرام میں وفات پا جانے والے شخص کے بارے میں آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ اسے خوشبو نہ لگا، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ غیر محروم میت کو خوشبو لگانا چاہئے۔

تینوں کپڑوں کو ایک دوسرے کے اوپر پھیلادیں، پھر کپڑوں کے وسط میں میت کو چٹ لٹادیں، اب ہر

کپڑے سے یکے بعد دیگرے میت کو لپینا شروع کر دیں، لپٹنے کے بعد کفن میں گر بیں لگادیں تاکہ کفن کھل نہ جائے اور پھر قبر میں رکھنے کے بعد گر بیں کھول دیں۔

حالت احرام میں وفات پانے والے کو احرام ہی کے کپڑوں میں کفن دیا جائے گا، اس کے کپڑوں میں خوشبو غیرہ لگانا درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سر اور چہرے کو ڈھانکا جائے گا، نبی کریم ﷺ نے بحالت احرام وفات پانے والے صحابی کے بارے میں فرمایا تھا:

”اسے پانی اور بیر کے پتے سے غسل دو اور احرام کے دونوں کپڑوں میں کفن دو، اسے خوشبو نہ لگا اور نہ ہی اس کے سر کو ڈھانکو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تلبیہ پکارنے کی حالت میں اٹھائے گا۔“ (بخاری حدیث ۳۹۱۳ مسلم حدیث ۹۲۰)

اسی طرح اللہ کی راہ میں شہادت پانے والے کو اسی کپڑے میں کفن دیا جائے گا جس میں وہ شہید ہوا ہے، نبی کریم ﷺ نے شہداء احده کے بارے میں فرمایا: ”نبیں ان کے کپڑوں ہی میں لپیٹ دو۔“ (صحیح سنانی رقم ۱۸۹۲)

مرد اور عورت کے کفن میں کوئی فرق نہیں ہے امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مذکورہ بالامسائل میں عورت بھی مرد کی طرح ہے، دونوں میں تفریق کی کوئی دلیل نہیں ہے، میں شفیقیہ کی جس روایت میں نبی اکرم ﷺ کی بیٹی کو پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا ذکر ہے اس کی صحتیں نہیں۔“ (دیکھئے احکام الجنازہ رقم ۸۵)

کسی فقیر یا ولی کے لباس کا کفن میت کو عذاب سے نبیں بچا سکتا، نہ ہی زمزم سے دھلے ہوئے کفن کے کپڑے اسے عذاب سے بچا سکتے ہیں، جب رئیس المناقیب عبد اللہ بن ابی سلول وفات پایا تو آپ ﷺ نے اس کے صاحبزادے عبد اللہ ﷺ کی خواہش کے احترام میں کفن کے لئے انہیں اپنی قمیص دے دی اور اس کی صلاة جنازہ بھی آپ ﷺ نے پڑھائی، جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَلَا تُنَصِّلْ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبْدًا وَلَا تُنَقِّمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفُورٌ أَيَّالَهُ وَرَسُولُهُ وَمَا ثُوَّأْ هُمْ فَإِسْفَوْنُ﴾ (الاتوبیہ رقم ۸۷)

ترجمہ: ”ان منافقین میں سے کوئی مرجاء تکمیلی بھی اس کی صلاة جنازہ نہ پڑھنا اور ان کی قبر کھڑے ہونا، ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور حق میں ان کی موت ہوئی،“ اس آیت کے بعد آپ ﷺ نے منافقوں کی صلاة جنازہ پڑھانی چھوڑ دی، ”صحیح بخاری رقم ۵۷۹۱“

جنازے کو جلدی لے جانا چاہئے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جنازے لے جانے میں جلدی کرو اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلانی کی طرف نہ دیک کر رہے ہو اور اگر شر ہے تو تم اپنی گردوں سے اتارتے ہو،“ (بخاری رقم ۱۳۱۵)

جنازے کے ساتھ چلنا اور اسے کندھا دینا سنت ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”ایک مسلمان کے

دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عبادت کرنا، جنازے میں شرکت کرنا، دعوت قبول کرنا، چینگیں والے کا جواب دینا، (صحیح بخاری رقم ۱۲۳۰)

جنازے پر ایسی چادر و الناجس پر قرآنی آیات لکھی ہوں، یا کلمہ توحید کھا ہو یا خلفاء راشدین یا اہل بیت کے نام درج ہوں درست نہیں ہے، اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے تو یہ سنگین قسم کی غلطی اور گناہ ہے، شریعت مطہرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بلند آواز سے تلاوت قرآن یا ذکر کرنا بدعت ہے، سعودی عرب کے متاز علماء کی دائی فتویٰ کمیٹی کا بیان ہے ”جنازے کے پیچھے نبی کریم ﷺ کے چلنے کا طریقہ یہ تھا کہ لا الہ الا اللہ یا کوئی قراءت یا اس جیسی کسی چیز کی آوازنی جاتی تھی، اور جہاں تک ہمیں علم ہے، نبی کریم ﷺ نے اجتماعی طور پر لا الہ الا اللہ کہنے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ یہ روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے جنازے کے پیچھے آواز لگانے یا آگ لے جانے سے منع فرمایا ہے“، (فتاویٰ الجیۃ الدائیرۃ ۹/۱۶)

کچھ لوگوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر جنازہ بکا ہے تو میت کے نیک ہونے کی اور اگر بھل ہے تو اس کے فاسق و فاجر ہونے کی علامت ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

### صلاة جنازہ کا طریقہ

صلاة جنازہ فرض کفایہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ اگر چند مسلمانوں نے ادا کر دی تو باقی مسلمانوں کی طرف سے کافی ہے، ہر مسلمان کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ صلاة جنازہ گرچہ ہر مسلمان پر واجب نہیں ہے لیکن اس میں زیادہ سے زیادہ شرکت کرنا چاہئے، کیونکہ یہ میت کا حق ہے اور جتنے زیادہ شریک ہوں گے اتنا ہی میت کے لئے بہتر ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جس مسلمان کی موت پر چالیس ایسے لوگ جو اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتے ہوں صلاة جنازہ پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی سفارش قبول فرمائے گا، (صحیح مسلم رقم حديث ۹۳۸)

صلاة جنازہ پڑھنے والا بھی اجر عظیم کا مستحق ہوگا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”جو جنازہ میں حاضر ہو اور صلاة جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو میت کے دن تک حاضر رہا تو اسے دو قیراط کا ثواب ملتا ہے، آپ سے دریافت کیا گیا، دو قیراط کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے دو بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر“، (صحیح بخاری رقم ۱۲۵۵، صحیح مسلم رقم ۹۳۶)

صحیح مسلم میں مزید اتفاق وضاحت ہے کہ (القیراط مثل أحد) ”قیراط احمد پہاڑ کے برابر ہے۔“

فضل یہ ہے کہ صلاۃ جنازہ مسجد سے باہر جنازہ گاہ میں پڑھی جائے، آپ ﷺ کا کثری یہی معمول تھا لیکن مسجد میں بھی صلاۃ جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: ”اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ نے ہبیغاء کے دونوں بیٹوں کی صلاۃ جنازہ مسجد میں پڑھائی۔“ (صحیح مسلم رقم ۹۷۳)

ابن عمر فرماتے ہیں: ”عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صلاۃ جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔“ (موظاً امام مالک / ۲۳۰ / ۲۲۸) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہمارا اور جمہور کا مفہوم ہے کہ مسجد میں صلاۃ جنازہ جائز ہے۔“ (شرح مسلم رقم ۲۶۸) اگر صلاۃ جنازہ مسجد میں ہو رہی ہو تو عورتیں بھی شریک ہو سکتی ہیں، جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو امهات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے پیغام بھیجا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لا ائیں تاکہ وہ بھی پڑھ لیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (صحیح مسلم رقم ۹۷۳)

صلاۃ جنازہ کے لئے صفوں کا طلاق ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی، حسب ضرورت کم یا زیادہ صفحیں بنائی جاسکتی ہیں۔

مسنون یہ ہے کہ امام مرد کے سر کے پاس اور اگر عورت کا جنازہ ہے تو اس کے وسط میں کھڑا ہو۔ (ترمذی رقم ۱۰۳۴، ابو داؤد حدیث رقم ۲۷۳۵، ۲۷۹۳)

سرہ بن جدب فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ (صحیح بخاری رقم ۱۳۳) حالات نفاس میں وفات پائی گئی، نبی اکرم ﷺ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ نیت محسن دل کے ارادہ کا نام ہے، اسے زبان سے ادا کرنا درست نہیں ہے، نبی کریم ﷺ خلافاً نیت محسن دل کے ارادہ کا نام ہے، اسے زبان سے نیت نہیں کی، کیونکہ نیت کی جگہ دل ہے نہ کہ زبان، نبی کریم ﷺ صلاۃ کی شروعات تکمیر تحریک یہ یعنی اللہ اکبر سے کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا بھتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صلاۃ اللہ اکبر سے صلاۃ شروع کرتے تھے [صحیح مسلم]

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو صلاۃ کو اللہ اکبر سے شروع کرتے ہوئے دیکھا جس کے لئے آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ [صحیح بخاری]

اور اس شخص کو جو اطمینان و اعتدال کے ساتھ صلاۃ نہیں ادا کر رہا تھا آپ ﷺ نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: اذا قمت الى الصلاة فاستغِ الوضوء ثم استقبل القبلة فكجز، یعنی جب تم صلاۃ کا ارادہ کرو تو بہترین طریقے سے وضو کرو پھر قبلہ رو ہو اور اللہ اکبر کرو۔ [بخاری و مسلم]

نیت عربی لفظ ہے جس کا معنی ارادہ کا ہے جو دل میں ہوتا ہے زبان سے نہیں، مستند و جید علماء کرام نے زبان سے نیت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، القاضی ابوالریچ شافعی، محمد بن القاسم المالکی، علام الدین العطاء رسیوطی، ابن الجوزی، ابن القیم اور ابن ابن العزاعشی جیسے ائمہ کرام نے اسے بدعت اور ناجائز عمل قرار دیا ہے لہذا ہمیں بھی زبان سے نیت نہیں کرنا چاہئے، نیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کو یہ شعور ہے کہ کس صلاۃ کے لئے حاضر ہوئے ہیں، یہ شعور انسان کو خود مخود اور اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے جب وہ صلاۃ کے لئے وضو کرتا ہے، اور پھر اس کے لئے مسجد کا رخ کرتا ہے، یا صلاۃ جنازہ کی تیاری کرتا ہے، دنیا میں کوئی بھی عمل بغیر ارادہ کے ان جام نہیں دیا جاسکتا، اسی لئے نہ صرف صلاۃ بلکہ کسی بھی عبادت کی نیت زبان سے کرنا دین میں زیادتی اور نیچیز ہے، عمرہ یا حج کا احرام باندھتے وقت جو الفاظ کہے جاتے ہیں وہ نیت نہیں بلکہ عمرہ یا حج میں داخل ہونے کا ذکر ہے جیسے صلاۃ شروع کرنے کا ذکر اللہ اکبر ہے کھانے کا ذکر اللہ اکبر ہے، کیونکہ انسان کو حج و عمرہ کی نیت تو سفر شروع کرنے سے قبل ہی رہتی ہے، اس کے لئے کافی دونوں سے تیاری کرتا ہے، لیکن جب تک میقات پر پہنچ کر دل میں عمرہ یا حج کا ارادہ نہ کرے اس کے اوپر ممنوعات احرام میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ہے، گرچہ اس کی نیت سفر سے پہلے ہی رہتی ہے، اس کی حیثیت صلاۃ میں اللہ اکبر کی ہے جب تک بندہ اللہ اکبر نہ کہے اس وقت تک صلاۃ میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس پر گفتگو طعام و مشاب اور چلنا پھر حرام ہوتا ہے حالانکہ جب وہ وضو کرتا ہے تو اسی وقت صلاۃ کی نیت ہو جاتی ہے، ہبہ یعنی مثال حج و عمرہ میں لبیک جہنہ یا عمرۃ کہنے کی ہے، یعنی وحی حج و عمرہ میں داخل ہونے کا ذکر ہے جس طرح اللہ اکبر صلاۃ میں داخل ہونے کا ذکر ہے، لہذا اس سے کسی کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

صف تکمل ہونے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں کی لوٹک اٹھائیں، اور پھر سینے پر دونوں ہاتھ باندھ لیں، پھر اعود باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھیں، طلح بن عبد اللہ بن عوف فرماتے ہیں میں نے ابن عباس ﷺ کے پیچھے صلاۃ جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا میں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ (صحیح بخاری حدیث ۳۳۵)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی مشہور ترین حدیث ہے ”اس شخص کی صلاۃ نہیں جو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا“، (صحیح بخاری رقم ۵۶۷، صحیح مسلم رقم ۳۹۸)

اس حکم میں صلاۃ جنازہ بھی داخل ہے، اس کے بعد کوئی سورت پڑھنا بھی مسنون ہے، سنن نسائی میں ہے کہ ابن عباس ﷺ نے صلاۃ جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی اور اوپنی آواز سے قراءات کی تو پھر جب فارغ ہوئے تو کہا یہ سنت اور حق ہے، (قم ۱۷۸)

اس کے بعد دوسرا بار اللہ اکبر کہیں، پھر تشهد میں پڑھا جانے والا درود شریف پڑھیں:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ انَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ تَارِكٌ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَازَ كُثُّ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ انَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

اے اللہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت نازل فرماجس طرح تو نے ابراہیم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل ابراہیم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت تقابل مدح اور بزرگی والا ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر برکت نازل فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر برکت نازل فرمائی، بلاشبہ تقابل مدح اور بزرگی والا ہے۔

ابو امامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صلة جنازہ میں سنت یہ ہے کہ کہ امام تکبیر کہئے، پھر سری طور پر سورت فاتحہ پڑھئے، پھر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجئے اور پھر خلوص دل سے تیسرا تکبیر میت کے لئے دعا کرے۔“ (الام الشافعی / ۳۶۰، سنن تیقینی / ۲، ابن البارودی / ۲۶۵، حاکم / ۱۳۶۹)

اس کے بعد تیسرا بار اللہ اکبر کہیں اور یہ دعا پڑھیں :

(اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَ ازْحَمْهُ وَ اغْفِفْ عَنْهُ وَ أَكْرِمْ نُزْلَةً وَ وَسْعَ مُذْخَلَةً وَ اغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَ الْلَّاجِ  
وَ الْبَرِدِ وَ تَقْهِيَهُ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الْقَوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَ أَبْدِلْهُ دَارَ أَخْيَرَهُ مِنْ دَارِهِ وَ أَهْلَهُ خَيْرًا مِنْ  
أَهْلِهِ وَ زَوْجَهُ خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَ أَذْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ أَعْذِهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ (صحیح مسلم رقم حدیث ۹۲۳)

”اے اللہ اسے بخش دے اس پر حرج کراستے عافیت دے اسے معاف کر دے اور اس کی بہترین مہمان نوازی کرو اور اس کے داخل ہونے کی جگہ وسیع کر دے اور اسے پانی برف اولوں سے دھو دے اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے میل کچیل سے صاف کئے جاتے ہیں اور اسے اس کے گھر کے بد لے بہتر گھر اور گھر والوں کے بد لے بہتر گھر والے اور بیوی و شوہر کے بد لے بہتر بیوی و شوہر عطا کرو اور اسے جنت میں داخل کرو اور اسے قبر و جنم کے عذاب سے محفوظ رک کر۔“

یا یہ دعا پڑھیں : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيْنَا وَ مَيِّتَنَا وَ شَاهِدَنَا وَ غَايَتَنَا وَ صَغِيرَنَا وَ كَبِيرَنَا وَ ذَكْرَنَا وَ أَنْشَانَا  
اللَّهُمَّ مَنْ أَخْيَنَتْهُمْ فَتَأْخُّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مَنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ اللَّهُمَّ لَا تُخْرِجْنَا أَجْرَنَا وَ لَا تُضْلِلْنَا  
بعدہ ) (صحیح سنن ابو داؤ در قم ۳۲۰، صحیح سنن ابن ماجہ رقم ۱۳۹۸)

”اے اللہ! ہمارے زندہ و مردہ، حاضر و غائب، چھوٹے و بڑے، اور مرد و عورت کو بخش دے اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھو، ہم میں سے جسے وفات دے اسے ایمان پر وفات دے اے

اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرو اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر۔

اور اگر بچھے ہے تو فرمان بھوی کے مطابق اس کے والدین کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کیجائے۔ [اکام

[البنا نز ۸۰]

ان دعاؤں کے علاوہ مزید دعائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دعاء ختم ہونے کے بعد اللہ اکبر کہیں پھرداہنی طرف بعدہ بائیں طرف سلام پھیر دیں (سنن تیقینی ۲/۱۳۳)

نووی نے سن کو جید کہا ہے الجموع ۵/۲۳۹)

صرف داہنی طرف سلام پھیرنا بھی سنت ہے ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاة جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور ایک دنی سلام پھیرا۔ (سنن در قطعی ۱۹۱، سنن تیقینی ۲/۸۳ صن ہے دیکھے احکام البنا نز ص ۱۳۳)

اس طرح صلاة جنازہ مکمل ہو جاتی ہے، صلاة جنازہ میں چار سے نو تک کہنے کا ثبوت احادیث صحیح میں موجود ہے۔

اگر صلاة جنازہ کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو اگر میت اٹھانے سے قبل وقت ہے تو اسے چائیے کہ امام کی متابعت کرے مثلاً اگر کوئی امام کے ساتھ تیرسی تکبیریں داخل ہو تو میت کے لئے دعا کرے پھر تھنی تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سورہ فاتحہ پڑھئے پھر تکبیر کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھئے پھر سلام پھیر دے اور اگر وقت نہیں ہے تو امام کے ساتھ سلام پھیر دے کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر کسی کی مکمل صلاة جنازہ چھوٹ جائے تو وہ تدفین کے بعد میت کی قبر کو اپنے اور قبلہ کے درمیان کر کے صلاة جنازہ ادا کر سکتا ہے ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ”کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھی، اس کی وفات ہو گئی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی وفات کی خبر نہیں دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن پوچھا وہ شخص نہیں دکھائی دے رہا ہے؟ لوگوں نے کہا اس کی وفات ہو گئی ہے، آپ نے فرمایا: مجھے کیوں نہیں خبر دی؟ لوگوں نے عرض کیا یہ وجہ تھی، یعنی لوگوں نے اسے قابل توجہ نہیں سمجھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر گئے اور صلاة جنازہ ادا کی“۔ [صحیح بخاری رقم ۷۴۳، مسلم رقم ۹۵۶]

خود کشی کرنے والوں پر بھی صلاة جنازہ ادا کیجائے گی لیکن امیر اور عالم کو چائیے کہ ایسے اشخاص پر لوگوں کو ڈر انے کی غرض سے صلاة جنازہ نہ پڑھیں، جابر بن سرہؓ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا شخص لا یا گیا جس نے تیر سے خود کشی کر لی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صلاة جنازہ نہیں پڑھی۔ (صحیح مسلم رقم ۹۷۸)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”امام کو چاہئے کہ خود کشی کرنے والے کی صلاة جنازہ نہ پڑھے

‘دوسرا لوگ اس کی صلاة جنازہ پڑھ لیں’۔ (المغني ۳/۵۰۲)

### قبر کے کہتے ہیں؟

قبو واحد ہے اس کی جمع قبور آتی ہے، قبر زمین کے اس گذھے کو کہا جاتا ہے جہاں میت کی تدفین عمل میں آتی ہے۔ (دیکھنے مقابیس اللاغۃ قبر کا مادہ)

قبو وجدت بھی کہتے ہیں اس کی جمع اجادات آتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے «وَنَفَخْ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مَنَ الْأَجَدَادُ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسَلُونَ» (سین: ۱۵)

ترجمہ: ”صور پھونکتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف چلنگیں گے۔“  
مقبرہ کا لفظ قبر سے اسم ظرف ہے، معنی قبرستان ہے اس کی جمع مقابر ہے  
ممکن حد تک قبر میں میت کو دفن کرنا ضروری ہے، ابوسعید الخدريؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے (اذهبوا فِي وَاقْتِنَةٍ إِلَى أَصْاحِبِكُمْ)

”جاوہ اپنے ساتھی کو دفن کر دو۔“ (صحیح مسلم حدیث ۲۲۳۶)

میت کی تدفین فرض کفایہ ہے امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (لِمْ يختلف من أحفظ عنهم من أهل العلم أن دفن الموتى واجب ولازم على المسلمين لا يسعهم ترك ذلك عند الامكان وجود السبيل اليه ومن قام به سقط فرض ذلك عن سائر المسلمين)

”جن اہل علم کو میں جانتا ہوں ان میں سے کسی عالم نے بھی اس بات پر اختلاف نہیں کیا ہے کہ مردوں کو دفن کرنا مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے، اگر دفن کرنا ان کی وسعت و امکان میں ہے تو اس کا چھوٹا ان کے لئے جائز نہیں ہے، اگر کسی نے یہ ذمہ داری ادا کر دی تو دیگر مسلمانوں سے ساقط ہو جاتی ہے۔“ (الأوسط في السنن والاجماع والاختلاف ۵/۲۵۰ تحقیق دکتور صغیر احمد حنیف) امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اس پر اجماع اعلق کیا ہے (المجموع ۵/۲۸۲)

میت کو دفن کرنے کا عمل انسان نے کوئے سے سیکھا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے «فَبَعَثَ اللَّهُ غَرَابًا يَنْحَثِرُ فِي الْأَرْضِ لِيرِيهِ كَيْفَ يُؤَدِّي إِلَيْهِ سَبْعَةَ أَخْيَهِ قَالَ يَا وَلِيَّنَا أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مُثْلَهُذَا الْغَرَابُ فَأَوْا إِلَيْهِ سُوءً فَأَخْيَ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِيَنِ» (المائدہ ۳۱)

ترجمہ: ”پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوئے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپا دے، وہ کہنے لگا ہائے افسوس کیا میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزراب ہو گیا کہ اس کوئے کی طرح اپنے بھائی

کی لاش کو دفنا دیتا پھر تو براہی پشیمان اور شرمندہ ہو گیا۔

اس سے درس ملتا ہے کہ حق جس سے بھی مل جائے قبول کر لینا چاہیے اس کے لئے عناد و تکبر جائز نہیں ہے، تکبر و عناد اور ہب و ہب ملعون ابلیس کی روشن ہے۔

### دفن و قبر کی حکمتیں

جب آدم ﷺ کے کسی بڑ کے کواس کے بھائی نے قتل کر دیا، تو قاتل کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لاش کے ساتھ کیا کرے پھر اللہ نے ایک کوے کو سمجھ کر اسے دفن کرنے کی تعلیم دی اسی وقت سے انسان کی تدفین کا عمل چلا آ رہا ہے، اور یہ ہندو مت کے سواد نیا کے ہرمہ ہب میں ہے، ہندو مت میں میت کو جلا دیا جاتا ہے، میت کا جلانا اس کی تغذیہ کے علاوہ اللہ کے نظام سے خروج اور بغاوت بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا أَغْيَنْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارِيَةً أُخْرَى﴾** (ط: ۵۵)

ترجمہ: ”اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹا دیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور احسان ہے کہ اس نے زمین کو سارے انسانوں کے لئے جائے پناہ بنادیا ہے، زندہ انسانوں کے لئے زمین کی پشت کو فرش اور مردہ لوگوں کے لئے اس کے پیٹ کو پناہ گاہ بنادیا ہے، ارشاد باری ہے **﴿أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كَفَاناً، أَحْياءً وَأَمْوَاتًا﴾** (المرسلات: ۲۵-۲۶)

ترجمہ: ”کیا ہم نے زمین کو سیئنے والی نہیں بنادیا زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی؟“

دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ زمین زندہ اور مردہ دونوں کے لئے اللہ نے بنائی ہے اور دونوں کے لئے کافی بھی ہے اب آئیے تدفین کی کچھ حکموں پر نظر ڈالنے چلیں:

پہلی حکمت: تدفین میں میت کا پرودہ ہے، کیونکہ بلا دفن میت کو چھوڑ دینے میں اس کی بے پرودگی ہو گی، اس کی شرمگاہ اور جسم کے دیگر اعضاء پر زندہ لوگوں کی نظریں پڑیں گی، ساتھ ہی جب اس لاش کو جانور اور کیڑے کوڑے کھائیں گے تو یہ مظہر میت کے اقرباء کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہو گا۔

دوسری حکمت: تدفین میں میت کی تکریم اور اس کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے، کیونکہ قبر میں انسان کو یہ تو نعمتی ملتی ہیں یا عذاب ہوتا ہے، نعمتوں کی صورت میں اس کی پارسائی کا سکلے لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے گا جو لوگوں لئے بہت بڑا نقصان جائے گا، بہت سارے ضعیف و کمزور عقیدہ کے لوگ اس کی عبادت شروع کر دیں گے اور اگر میت کو عذاب ہوتا ہے تو یہ اس کے لئے ذلت و رسوانی کا باعث ہو گا۔

تیسرا حکمت: زندہ لوگوں کو لاش کی بدبو سے تکلیف نہ ہوئی بھی تدفین کی ایک حکمت ہے کیونکہ میت کی لاش بلا تدفین اگر باہر چھوڑ دی جائے تو جب لاش سڑے گی تو اس کی سزا اندور بدبو سے زندہ لوگوں کو ناقابل برداشت حد تک تکلیف ہو گی۔

چوتھی حکمت: علمی تحقیق اور ترجیح کی رو سے بھی اگر دیکھا جائے تو مردوں کی زمین میں تدفین ہی بہتر اور فطری عمل نظر آتا ہے، لاشوں کو جلانے، جانوروں کو کھلانے، یاد ریا بردارنے جتنے بھی اعمال ہیں وہ نقصانات سے محفوظ نہیں ہیں جبکہ قبر میں دفننے سے کوئی نقصان نہیں ہے جو بالاشہر اللہ کی ایک نعمت اور نشانی ہے۔ یہ کچھ حکمتیں تھیں جن کے پیش نظر اسلام میں مردوں کو دفن کرنا ضروری ہے۔

### قبر کیسی ہو!

انسان کو موت سے قبل اپنی قبر تیار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا اور نہ ہی خلاف ائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام ﷺ نے، نیز کسی کو یہ نہیں معلوم کہ کہاں اور کس حالت میں اس کی موت ہو گی، لہذا پہلے ہی اپنی قبر تیار کر لینا اسراف و عبث کے سوا کچھ نہیں، یہ درع و ذرہ نہیں بلکہ رہبانتی ہے، موت اور آخرت کی یاد کے لئے قبرستان کی زیارت نبی کریم ﷺ نے مشرع قرار دیا ہے، جو ہمارے لئے کافی ہے، مزید اسباب جو کتاب و سنت صحیح سے ثابت ہیں انہیں ایک انسان بروئے کار لاسکتا ہے، جیسے قرآن کریم میں تذہب و تکفیر، سابقہ قوم کی عبرت انکا صحیح داستان نہیں، صلاۃ جنازہ اور تدفین میں بکثرت شرکت وغیرہ۔

البته قبرستان میں پہلے ہی سے ایک دو قبریں کھود کر تیار کھلی جاسکتی ہیں، کیونکہ وہ قبریں کسی خاص آدمی کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں، بلکہ وہ ہیک وقت کئی میت پہنچنے کی حالت سے نہیں کے لئے بنائی گئی ہیں جو جائز ہیں۔

ذیل کی سطروں میں قبر کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں۔

(۱) قبر کشادہ اور گھری ہونبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”قبر گھری اور کشادہ کھودو دو اور تین آدمیوں کو ایک قبر میں رکھو“۔ سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب فی تعلیم القبر حدیث رقم ۳۲۱۵، امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے الاراده حدیث رقم ۷۸۳ [۷۸۳]

خلیفہ اشعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر معتدل قد و مقامت والے شخص کے برابر گھری ہو۔

[ابن الجوزیہ / ۲۰۷، ابن المنذر فی الامویات / ۳۵۳]

مطلوب یہ ہے کہ معتدل قد و مقامت والے شخص قبر میں کھڑا ہو اور اپنے دونوں ہاتھ سر کے اوپر اٹھائے تو قبر انی

گھری ہو کہ ہاتھ نظر آئے۔

(۲) سراور دنوں پیغمبر کے پاس قبر قدرے زیادہ کشادہ ہونبی کریم ﷺ نے قبر کھودنے والے سے فرمایا:

(أُو سِعْدُ مَنْ قَبِيلَ رِجْلَيْهِ أُو سِعْدُ مَنْ قَبِيلَ رِأْسَهِ)

”یعنی میت کے دونوں پیر اور اس کے سر کی طرف کشادہ رکھو“۔ [سن ابو داود حدیث رقم ۳۳۳۲، دیکھنے سالہ صحیح حدیث رقم ۵۸]

عمر فاروق نے بھی قبر کے تعلق سے بیکی وصیت کی تھی۔ (دیکھنے حوالہ مذکور ابن الیشیریہ / ۳، وابن المنذر فی الْاوْسْطَ / ۳۵۳ / ۵)

(۳) قبر یا تولید (بغلی) ہو یا شق یعنی سیدھی قبر، لحد کا مطلب ہے کہ قبر میں قبلہ کی سمت والی دیوار کے نیچے اتنی جگہ کھو دی جائے جس میں میت کو باسانی رکھا جاسکے اسے لداں لئے کہتے ہیں کہ یہ ایک کونے میں ہوتی ہے اور شق سیدھی قبر کو کہتے ہیں جو گلہ کی شکل میں سیدھی کھو دی جاتی ہے اسے ضریح بھی کہا جاتا ہے دونوں میں زیادہ بہتر بغلی یعنی لحد قبر ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (اللَّهُدْلَنَا وَالشَّقُ لِغَنِيَّنَا)

”لحد یعنی بغلی قبر بمارے لئے ہے اور شق غیروں کے لئے ہے۔“ [سن ابو داود رقم ۱۲۶۱، انسانی، ترمذی رقم ۱۰۳۵، ابن ماجہ رقم ۱۵۵۸، دیکھنے احکام الجنازہ الابنی رحم اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم رقم ۱۳۵]

انس فرماتے ہیں: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بغلی قبر اور دوسرا سیدھی قبر بناتا تھا، صحابہ کرام نے فرمایا ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں اور دونوں کے پاس قاصد بھیجتے ہیں جو پیچھے رہ جائے گا ہم اسے چھوڑ دیں گے، پھر دونوں کی طرف پیغام بھیجا گیا وہ شخص پہلے پہنچا جو بغلی قبر بناتا تھا اس لئے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں دفن کیا۔“ [سن ابن ماجہ رقم ۱۲۲۳، دیکھنے احکام الجنازہ صلی اللہ علیہ وسلم رقم ۱۳۳]

سعد بن ابی وقار نے مرض الموت میں وصیت کی تھی: ”میرے لئے لحد قبر بناتا اور اس پر کچھ ایٹھیں چن دینا جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا،“ (صحیح مسلم رقم ۹۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے سیدھی قبر پسند نہیں ہے۔

ضورت پر ایک قبر میں ایک سے زائد اشخاص کی تدبیح کرنا جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو شہداء احاد کو ایک قبر میں دفن کیا تھا۔ (بخاری رقم ۱۳۲۵)

### دفن کا طریقہ

میت کو دفن کرنا واجب ہے، علامہ سید سابق فرماتے ہیں: ”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ میت کو دفن کرنا اور اسے چھپانا واجب ہے۔“ (فقہ السنہ / ۲۸۲)

مردوں کو قبرستان میں دفن کرنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بقیع کے قبرستان میں دفن کیا کرتے تھے۔

البتہ تین اوقات میں تدفین منع ہے، عقبہ بن عامر فرماتے ہیں ہمیں ان تین اوقات میں اللہ کے رسول ﷺ صلاۃ پڑھنے اور قبر میں دفن کرنے سے منع فرماتے تھے (۱) طلوں آفتاب کے وقت (۲) کھڑی دوپہر کے وقت اور (۳) سورج ڈوبتے وقت (صحیح مسلم رقم ۸۳۱، سنن ابو داؤ رقم ۳۹۲)

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ان تین اوقات میں کسی ضرورت کے علاوہ صلاۃ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔“ (احکام الجنازہ ص ۱۶۵)

رات میں بھی تدفین سے احتراز کرنا چاہئے الیہ کہ مجبوری ہو، جابر ﷺ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اپنے مردوں کو رات میں نہ دفن کرو الیہ کی تم مجبور ہو جاؤ۔“ (سنن ابو داؤ رقم ۳۸۳، صحیح من سنن ابن ماجہ رقم ۱۲۳۵)

میت کو پائیانے کی طرف سے قبر میں اتنا منسون ہے ایسا حاق کہتے ہیں کہ حارث نے اپنی صلاۃ جنازہ کے لئے عبد اللہ بن زید کو وصیت کی تھی، چنانچہ انہوں نے صلاۃ جنازہ پڑھائی، پھر اسے قبر کے پاؤں کی جانب سے قبر میں داخل کیا اور کہا کہ یہ سنت طریقہ ہے۔ (صحیح من سنن ابو داؤ رقم ۲۷۵۰)

میت خواہ مرد ہو یا عورت قبر میں رکھنے کے لئے اس کے اوصیاء و اقرباء کو قبر میں اتنا چاہئے، امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میت کے اولیاء کو زیادہ حق ہے کہ وہ میت کو قبر میں اترائیں۔“ (احکام الجنازہ ص ۱۸۶)

البتہ اس رات کسی نے اپنی بیوی سے اگر مبشرت کی ہو تو اسے قبر میں نہیں اتنا چاہئے، اس سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی بیٹی کے جنازے میں حاضر ہوئے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے جاری ہیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے ایسا شخص ہے جو آج رات میں عورت کے پاس نہ گیا ہو؟ ابو طلحہ ﷺ نے کہا: میں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبر میں اترو چنانچہ وہ قبر میں اترے اور میت کو دفن کیا۔“ (صحیح بخاری رقم ۱۳۲۲)

میت کو قبر کے قدموں کی جانب سے اتنا نہست ہے (صحیح من سنن ابو داؤ رقم ۲۷۵۰)

میت کو قبر میں رکھنے والوں کو میت قبر میں رکھنے وقت ان دعاوں میں سے کوئی ایک دعا پڑھنا چاہئے:

بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مَلَكَةِ رَسُولِ اللَّهِ

بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سَنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ

بِسْمِ اللَّهِ وَفِي سَيِّنَةِ رَسُولِ اللَّهِ

(دیکھیں سنن ابو داؤ رقم ۳۲۱۳، سنن ترمذی ۱۰۳۶، وال براء ۳/ ۱۹۸)

قبر میں میت کو رکھنے کے بعد اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیں، نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے ”کعبہ مردہ اور

زندہ دونوں کا قلبہ ہے۔ (ستن بیہقی و حسنه الالبانی فی الإرداۃ)

میت کو داہنی کروٹ لٹادیں اس پر سارے علماء کرام کا انفاق ہے، عہد نبوت سے لے کرتا ایں دم اسی پر عمل چلا آ رہا ہے، چونکہ نیند چھوٹی موت ہے، جس طرح داہنی کروٹ سونا سنت ہے اسی طرح موت کے بعد داہنی کروٹ لٹانا بھی سنت ہے۔ جس کے لئے میت کے سر یا اس کے جسم کے نیچے اینٹ یا پتھر وغیرہ کا سہارا بھی دے سکتے ہیں۔  
اب کفن کی گریں کھول دیں کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہ گئی۔

میت کو رکھنے کے بعد قبر کو کچی اینٹوں سے بند کر دیں، عَمَّدْ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ نے میت کی تھی کہ ”میرے لئے بعد قبر بنانا اور اس پر کچی اینٹیں چن دینا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا۔“ (صحیح مسلم رقم ۶۲۲)  
اب حاضرین کو چاہئے کہ قبر میں مٹی ڈالنا شروع کر دیں، ہر شخص کے لئے تین لپ ڈالنا مسنون ہے، ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاة جنازہ پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کی قبر کے پاس آئے اور اس کے سرکی جانب سے تین لپ مٹی ڈالی۔“ (صحیح من ابن ماجہ رقم ۱۷)

قبر سے جو مٹی لٹکی ہے وہ ساری مٹی قبر میں واپس کر دیں۔

جابرؓ فرماتے ہیں (نَهَىَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْتَسِيَ عَلَى الْقَبْرِ أَوْ يَرْأَدْ عَلَيْهِ) (صحیح من سنانی رقم ۳۰۲۷)

”دیعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر کچھ بنانے یا اس میں زیادہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتا ہے: ”قبر سے کلی ہوئی مٹی کے علاوہ الگ مٹی ڈالنا مجھے پسند نہیں ہے۔“  
(الأم / ۱۲۵)

مٹی ڈالنے وقت کسی دعا کا پڑھنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی قوی یا فعلی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے صرف مٹی ڈال دیں دعا وغیرہ نہ پڑھیں۔

قبز میں سے برابر نہ ہو بلکہ ایک بالشت اوپنی رکھیں، جابرؓ فرماتے ہیں (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْذَلَهُ لَخْدَ وَنُصِيبَ عَلَيْهِ الَّذِينَ نَضَبَا وَرَفَعَ قَبْرَهُ مِنَ الْأَرْضِ نَحْوَ أَنْ شَبَرَ) ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعد قبر بنائی گئی، اسے کچی اینٹ سے بند کیا گیا، اور اسے زمین سے ایک بالشت اوپنی رکھی گئی۔“ (صحیح من جیان بتیب ابن بلبان، احکام الجائز للالبانی رحمہ اللہ علیہ رقم ۱۹۵)۔

قبو کواونٹ کی کوہان نما بنانا مستحب ہے، سفیان التمار فرماتے ہیں:

(رَأَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَّهَا)

”میں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کو اونٹ کی کوہاں کی شکل میں دیکھا“۔ (صحیح بخاری ۱۳۹۰)  
 اب قبر کے اوپر کنٹوں یاں یا بڑے بڑے ڈھیلے ڈال دیں، اور اسے ہاتھ سے درست اور برابر کر دیں، واضح رہے کہ قبر پر پانی چھڑ کنے کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔  
 پہچان کے لئے قبر پر پتھر کا نشان رکھا جاسکتا ہے، عثمان بن مظعون رض کی تدفین کے بعد نبی کریم ﷺ نے انکی قبر کے سر ہانے ایک پتھر رکھ دیا اور فرمایا (اتَّعْلَمُ بِهَا قَبْرًا أَخْيَ وَأَدْفَنَ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي) (صحیح سنن ابو داؤد رقم ۲۷۴۵)

”اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پہچان لیا کروں گا اور میرے خاندان میں جس کی وفات ہو گی ان کے قریب دفن کیا کروں گا۔“

انس رض فرماتے ہیں: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَعْلَمُ بِقَبْرِ عَمَّانَ بَصْرَةً)  
 ”نبی کریم ﷺ نے عثمان رض کی قبر پر نشان کے لئے ایک بڑا پتھر رکھا“۔ (صحیح سنن ابن ماجہ ۱۲۶۷)  
 امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قبر پر بطور نشان پتھر یا لکڑی رکھی جاسکتی ہے، امام احمد فرماتے ہیں:  
 پہچان کے لئے قبر پر کچھ علامت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے“۔ (امتنی ۳۳۶/۳)

البته پتھر پر میت کا نام وغیرہ لکھنا منع ہے۔

تدفین کمکل ہونے کے بعد ہر شخص کو چاہئے کہ میت کے لئے ثابت قدمی اور استغفار کی دعا کرے، عثمان رض سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو آپ وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے مغفرت مانگو اور ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اب وہ سوال کیا جائے گا۔ (صحیح سنن ابو داؤد رقم ۲۷۵۸)

## قبر میں سوالات

قبر میں تدفین کے بعد میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، ان کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، ایک کا نام مسکر دوسرے کا نام بکیر ہوتا ہے، وہ دونوں ہر میت سے یہ تین سوال کرتے ہیں:

(۱) من زنگ؟ تمہارا رب کون ہے؟

(۲) وَمَنْ نَبِيَّكَ؟ تمہارے نبی کون ہیں؟

(۳) وَمَا دِينُكَ؟ تمہارا دین کیا ہے؟ (سنن ابو داؤد)

بظاہر ان تینوں سوالوں کے جوابات بہت آسان لگتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں سوالوں کے صحیح جوابات وہی شخص دے پائے گا جو دین اسلام پر مکمل طور سے عمل پیرا رہا ہوگا، وہاں انسان کا علم اور اس کی عقل کچھ کام نہ کرے گی، درست جوابات کے لئے کتاب و سنت صحیح کے مطابق صحیح عقیدہ و منفی اور عمل صالح کی ضرورت ہے۔ کچھ لوگ اپنے مردوں کی تدفین کے بعد وہاں قرآن کریم کی کچھ آیات کی تلاوت کرتے ہیں، بعض اذان بھی دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے شیطان بھاگ جائے گا اور میت سوالوں کا صحیح جواب دیتے گا یہ سراسر غلط اور بدعت ہے، وہاں کوئی بھی باہر سے کوشش کا میاب نہیں ہوگی۔

کامیاب ہونے والے خوش نصیبوں سے فرشتے مزید ایک سوال کریں گے: مايدريک؟ ان سوالوں کا جواب تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیں گے، فرقہ اثاث کتاب اللہ وَآمِنْتُ بِهِ وَصَدَقْتُهُ (مدد احمد ابو داؤد)

”میں نے اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید پڑھی، اس پر ایمان لا اور اس کو صحیح جانا۔“

احادیث صحیح میں ناکام ہونے والے بد نصیبوں کے بارے میں ہے کہ جب ان سے فرشتے سوال کریں گے تو ہر سوال کے جواب میں کہیں گے: (ہاہ ہاہ لا اذری) (ہائے ہائے میں نہیں جانتا)۔ ایسے لوگوں سے فرشتے کہیں گے: لا دریت ولا تلتیل نتو نے جانان تو نے پڑھا، پھر ایسے لوگوں کو لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے، جس پر وہ بری طرح چیختے اور چلاتے ہیں، ان کی آواز جن و انس کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے۔ (صحیح بخاری رقم ۱۳۷، رقم ۲۷۸) اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدم رکھ کے آمین!

### عذاب قبر حنق ہے۔

دین اسلام میں کچھ ایسے بنیادی عقیدے ہیں جن میں شک کرنا بھی کفر کے مراد فہمی ثابت شدہ بنیادی عقیدوں میں سے قبر کا عذاب ہے، احادیث صحیح میں توبڑی وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی گئی ہے، قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، لیکن افسوس ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کے منکر ہیں، اس عنوان کے تحت عذاب قبر کے اثبات پر کتاب و سنت نیز عقلی دلائل پیش کرنے لگتے ہیں۔

قرآن کریم سے دلائل: ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ، إِنَّا زَارَ يَغْرِضُونَ﴾

عَلَىٰ هَا غَدْوَأَوْ عَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَذْخَلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿سورة غافر ۵۴﴾ (۳۲)

ترجمہ: ”اوآل فرعون پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا یہ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔“

اس آیت میں صبح و شام آل فرعون کو آگ پر پیش کرنے کی صراحت موجود ہے جو بلاشبہ قیامت سے پہلے کا معاملہ ہے کیونکہ قیامت تو ابھی واقع نہیں ہوئی ہے، نیز اسی آیت میں قیامت کے بعد مزید سخت عذاب کا بھی ذکر بصراحت موجود ہے، چنانچہ قیامت سے پہلے کا یہ عذاب برزخی زندگی میں عذاب قبر کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتا، پس یہ آیت عذاب قبر کی بابت نص قطعی ہے۔

دلیل نمبر (۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذَا الطَّالِمُونَ فِي خَمْرٍ أَتَ الْمُؤْتَبِ وَالْمُلَآئِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا نَفْسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوَنِ بِمَا كَسْتُمْ تَفْلُونَ عَلَى اللَّهِ عَنِ الزَّحْقِ وَكُشْمَ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ (الانعام: ۹۳)

ترجمہ: ”اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے، اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالا آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔“

امام ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اليوم میں (آل) عہد حضوری کے لئے ہے یعنی آج کا وہ دن جو وفات کا دن ہے، آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ پر ناحق باتیں گھر تے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے،“ (فتاویٰ ارکان آل اسلام ص ۱۷۰)

اور مشہور عالم دین و مصنف حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اليوم (آن) سے مراد بعض روح کا دن ہے، اور یہی عذاب کے آغاز کا وقت بھی ہے جس کا مبدأ قبر ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب قبر بحق ہے ورنہ ہاتھ پھیلانے اور جان کا لئے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کے کہنے کا کوئی معنی نہیں کہ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔“ (تفسیر احسن البيان اس آیت کی تفسیر کی تحت)

دلیل نمبر (۳) کافروں کی روح قبض کرتے ہی فرشتے انہیں مارنا پیشنا شروع کر دیتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذَا يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ زُجُوهُمْ وَأَذْبَاهُمْ وَذُو قُوَّا عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾ (سورة آل انتقال ۵۰)

ترجمہ: ”کاش تم دیکھتے جب فرشتے میدان بدھیں کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے اور ان کے چروں

اور کوہلوں پر مار رہے تھے اور کہتے حاتمے لواب آگ کا عذاب چکلو۔

یعنی قیامت سے پہلے ہی ان کو عذاب دینا شروع کر دیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے، ان آیات کے علاوہ متعدد و سری آیات سے بھی عذاب قبر کا اثبات ہوتا ہے، لیکن جو آیات بیان کی گئیں وہ عقل و بصیرت والوں کے لئے کافی ہیں۔

آحادیث صحیحہ سے دلائل: حدیث نمبر (۱) عن عائشہ ان بہودیہ دخلت علیہا فذ کرت عذاب القبر

فقالت: أَعْذَّكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عائشةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَ: نَعَمْ عَذَابَ

الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عائشةَ فَمَارَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ صَلَوةِ الْعَدْوَةِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (صحیح بخاری)

عاشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی عذاب قبر کا ذکر کیا، اور ان سے کہنے لگی، اللہ تمہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے، عاشر رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں عذاب قبر حن ہے، عاشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد میں نے نبی کریم ﷺ کو کوئی صلاحت پڑھتے نہیں دیکھا جس میں آپ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔“

حدیث نمبر (۲) عن عائشہ رضی اللہ عنہا فاللت دخل علی رسول اللہ ﷺ و عندی امرأة من

الْيَهُودِ وَهِيَ تَقُولُ إِنَّكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ فَأَرْتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: إِنَّمَا تَفْتَنُونَ يَهُودًا، وَقَالَتْ عائشةَ:

فَلَبَثَنَا لِيَالِي ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّهُ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ، قَالَتْ عائشةَ رضي اللہ عنہا

فسمعت رسول اللہ ﷺ بعد ستعید من عذاب القبر، عاشر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ”رسول اکرم ﷺ نے

میرے ہاں تشریف لائے اس وقت میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی، اور کہہ رہی تھی تم لوگ قبر میں

آزمائے جاؤ گے، نبی کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو گبرا گئے اور فرمایا: یہودی آزمائے جائیں گے، عاشر رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں اس کے بعد ہم کئی رات وحی کا انتظار کرتے رہے، ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری طرف وحی کی

گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے، عاشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو

ہمیشہ عذاب قبر سے پناہ مانگتے سنا۔“ (صحیح سنانی)

حدیث نمبر (۳) عن أبي أیوب ﷺ قال خرج رسول اللہ ﷺ بعد ما غربت الشمس فسمع

صوت افال: ”یہود تعدب فی قبورها۔“ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفتہ باب عرض المقتول علی المیت)

ترجمہ: ابوالایوب ﷺ فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ سورج غروب ہونے کے بعد نکلے، ایک آواز سنی، تو

فرمایا: یہود یوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔“

حدیث نمبر (۳) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے : فلولاً أَن لاتدفون الدعوت اللَّهُ أَن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه، ثم أقبل علينا بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب النار فال قالوا نعوذ بالله من النار، فقال تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا نعوذ بالله من عذاب القبر۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: ”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دن نہیں کرو گئے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ قبر میں ہونے والے عذاب تو تمہیں بھی سنا دے جو میں سنتا ہوں، پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو! انہوں نے کہا: ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو! صحابے نے فرمایا: عذاب قبر سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔“ (صحیح مسلم رقم ۲۸۶۷)

حدیث نمبر (۵) مومن کی قبر کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (فسح له في قبره)

یعنی ”اس کی قبر کا شادہ کردی جاتی ہے۔“ (بخاری رقم ۲۷۳۷ و مسلم رقم ۲۸۷۰)

حدیث نمبر (۶) ایک مرتبہ دو قبروں کے پاس سے نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا تو آپ نے فرمایا: انہما لیعبدان وما يعبدان فی كثیر ثم قال بلى أما أحدهما فكان يسعى بالسميمة وأما الآخر فكان لا يسْتَرَ من بوله (بخاری رقم ۲۷۱ و مسلم رقم ۲۹۲)

ترجمہ: ”ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، لیکن کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، پھر فرمایا: کیوں نہیں، ان میں سے ایک چغلی کا کام کرتا تھا، اور دوسرا پیش اب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔“

حدیث نمبر (۷) نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں قبر کا ایک عبرت ناک واقعہ پیش آیا جسے مدینہ کے سب لوگوں نے دیکھا، انس ﷺ فرماتے ہیں: ”ایک نصرانی مسلمان ہوا اس نے سورۃ بقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھ لی اور وہی کی تابت کرنے لگا، بعد میں مرد ہو گیا، کہنے لگا محمد ﷺ، کو تو کسی بات کا پیغام نہیں ہے جو کچھ میں لکھ کر دیتا ہوں بس وہی کہہ دیتا ہے، جب اس کی موت ہوئی تو نصرانیوں نے اسے قبر میں دفن کر دیا، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اسے باہر پھینک دیا ہے، نصرانیوں نے کہا: یہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا انتقام ہے، پونکہ اس نے ان کے دین کو چھوڑ دیا تھا اس لئے انہوں نے اس کی قبر کھوکھو کر لاش باہر پھینک دی ہے، نصرانیوں نے دوبار قبر کھوڈی، اور اسے دفن کر دیا پھر بھی ماجرا ہوا، نصرانیوں نے پھر بھی کہا: یہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ پر الزام لگایا، نصرانیوں نے تیسری مرتبہ قبر کھوڈی اور کافی گھری کھوڈی پھر دفن کر دیا، صبح پھر بھی ماجرا ہوا، تب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا عذاب ہے اس کے بعد نصرانیوں نے اس کی لاش ایسے ہی باہر پھینک دی۔“ (بخاری باب علامات النبوة)

دلیل نمبر (۸) عذاب قبر پر سارے مسلمانوں کا جماعت ہے، امام ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عذاب

قرقر آن و سنت کی واضح و ظاہر نصوص اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے اور یہی تینوں شرعی دلائل ہیں، پھر آگے چل کر فرماتے ہیں: مسلمانوں سے اجماع کی دلیل یہ ہے کہ تمام مسلمان اپنی اپنی صلاۃ میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، حتیٰ کہ عام مسلمان بھی جو علماء میں سے ہیں اور نہ ہی اہل اجماع میں سے وہ بھی اپنی صلاۃ میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (فتاویٰ ارکان آل اسلام)

سلف صالحین عذاب قبر سے حد درجہ خوف کھاتے تھے، عثمان عذاب قبر کے خوف سے اس قدر روتے کہ دارِ حی تھوڑا جاتی (سنن ترمذی أبواب الزهد بباب ماجاء فی فظاعة القبر)

نبی کریم ﷺ نے عذاب قبر کا ذکر کیا تو صحابہ کرام پیختے اور چلانے لگے۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز ما جاء فی عذاب القبر، سنن نسائی کتاب الجنائز باب العودہ مذمن عذاب القبر)

عمرو بن العاص ع موت کے وقت اپنے انعام کو یاد کر کے دیر تک روٹے رہے (صحیح مسلم کتاب الإيمان بباب کون الإسلام بهدم ما كان قبله۔۔۔)

ابوذر ع نے آخرت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا جب خطبہ سناتو تمنا کرنے لگے کاش میں درخت ہوتا (سنن ابن ماجہ کتاب الزبدہ حدیث حسن ہے)

نبی کریم ﷺ فرماتے تھے میں نے قبر سے زیادہ سختی اور گہرا اہٹ والی جگہ کوئی نہیں دیکھی (حسن ہے، سنن ترمذی أبواب الزهد بباب ماجاء فی فظاعة القبر)

ایے شخص کو بھی عذاب ہوتا ہے بشرطیہ وہ عذاب کا مستحق ہو جسے درندے کھا جائیں یا سمندر میں ڈوب کر مرجانے سے چھلیوں کی خوراک بن جائے یا اسے جلا کر ہوا میں اڑا دیا جائے، اللہ رب العالمین ہر چیز پر قادر ہے، عذاب قبر کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس کا عذاب صرف اس شخص کے ساتھ خاص ہے جسے قبر میں دفن کیا گیا ہو چونکہ عام طور پر لوگوں کو قبروں میں دفن کیا جاتا ہے اس لئے عذاب قبر کہا جاتا ہے ورنہ شخص مرنے کے بعد اس حالت سے گزرتا ہے، گرچا سے قبر میں دفن کیا گیا ہو۔

کچھ لوگ یہ کہ کر عذاب قبر یا اس کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں کہ اگر قبر کھودی جائے تو اس میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی، تو پھر کیسے انسان کو قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ اسی طرح وقیریں آس پاس ہوتی ہیں ان میں سے ایک کو عذاب جبکہ دوسرے کو آرام و راحت کس طرح ہوتی ہے؟ یا بسا اوقات ایک قبر میں کئی مردوں کو رکھا جاتا ہے جن میں کچھ نیک و صالح جبکہ کچھ بدکار و فاجر ہوتے ہیں پھر کس طرح ایک ہی قبر میں کیوں کارکوئت اور بدکار کو عذاب ملتا ہے؟ عقل میں اس طرح کی دفیانوی باتیں نہیں ساماتیں، لہذا ہم عذاب قبر ہی کوئی نہیں مانتے، اس کا سب سے پہلا جواب تو یہ

ہے کہ قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں بحق ہیں کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ ہیں، لہذا ان کا انکار کرتا ہے و سنت اور اجماع کا انکار ہے اور یہ کفر ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قبر میں عذاب ہونا یا نعمتوں کا مانا یا امور غیب میں سے ہے جسے دنیا کے حالات پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، قبر ایک دوسری دنیا ہے جو اس دنیا سے یکسر مختلف ہے، مومن سے مطلوب یہ ہے کہ غیبی امور سے متعلق قرآن و سنت صحیح میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس پر ایمان لے آئے چاہے اس کی محدود عقل میں سائے یا نہ سائے، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس ترقی یا فاقہ دور میں بھی ایسی بہت ساری چیزیں وجود میں آجھی ہیں جنہیں عام عقل تسلیم نہیں کرتی، اس کے باوجود اسے تسلیم کیا جاتا ہے یہی نہیں اسے تسلیم نہ کرنا مختلف و پسندانگی میں شمار ہوتا ہے، تو پھر عذاب قبر اور اس جیسے دیگر عقائد ہی کا انکار کیوں؟ چوخا جواب یہ ہے کہ انسان کی عقل میں مختلف ہیں، ایک شخص کسی چیز کو عقل کے عین موافق سمجھتا ہے جبکہ دوسرا شخص اسے تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسے خلاف عقل سمجھتا ہے، لہذا جب عقل میں مختلف ہیں تو کس عقل کو معیار بنایا جائے؟ پانچواں جواب یہ ہے کہ عذاب قبر خلاف عقل نہیں یہ تو عقل کے عین موافق ہے مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک بستر پر دو انسان سوتے ہیں ایک سنہری اور سہانہ خوب دیکھتا ہے کہ وہ مالدار بن گیا ہے، اس کے پاس دنیا کی ہر نعمت ہے، چارڑو فلاں توں سے پوری دنیا کی سیر کر رہا ہے، اپنے رشیداروں سے ملاقات کر رہا ہے، غیرہ وغیرہ دوسرے اس کے برعکس انتہائی ڈراؤن خوب دیکھتا ہے وہ کسی خوفناک و تنگ جگہ میں ہے، لوگ جتوں سے اس کی پٹائی کر رہے ہیں، چیز چھاڑ کرنے والے درندے اس پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں، غیرہ وغیرہ دونوں ایک ہی بستر پر ہیں بسا اوقات ایک ہی چادر کے نیچے ہوتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ حالتوں میں ہوتے ہیں، ایک عیش و طرب میں دوسرا انتہائی کسپری میں دیکھنے والوں کو ان دونوں کی حالتوں کے بارے میں ذرہ برابر احساس بھی نہیں ہوتا، اور نہ ہی کچھ نظر آتا ہے، جب دنیا میں یہ ہو سکتا ہے تو قبر میں کیوں نہیں ہو سکتا، جب سونے والے کی ذہنی و اندر وہی کیفیت دیکھنے والا نہیں سمجھ پاتا تو حالت موت میں ہونے والے کی کیفیات کیونکر دیکھ اور سمجھ پائے گا، اللہ رب العزت کی ذات تو ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا قبر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ عقل کے عین موافق ہے، اس کا انکار ہٹ دھرمی اور عناد کے سوا کچھ نہیں ہے، جو اسے عقل کے خلاف سمجھے اسے اپنا علاج کروانا چاہئے۔

قبر میں موننوں کو نعمتیں جبکہ کافروں کو عذاب ہوتا ہے۔

قبر میں جہاں کفار و مشرکین، اور منافقین کو عذاب ہوتا ہے وہیں موننوں کو نعمتیں ملتی ہیں، عن أبي هريرة رض  
مروعاً: إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرٍ لَفِي رُوضَةٍ خَضْرَاءَ فَيَرْحَبُ لَهُ قَبْرٌ وَسَبْعُونَ ذَرَاعًا وَيُنَورُ لَهُ كَالْقَمَرِ لِلَّيْلَةِ الْبَدْرِ  
( صحیح ابن حبان و مسن داہی علی، حدیث حسن ہے )

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ”کہ مؤمن اپنی قبر میں سر بیز کیاری میں رہتا ہے اور اس کی قبر ستر گز کشادہ کردی جاتی ہے، اور چودھویں رات کی چاندنی کی طرح اس کی قبر کو نور سے بھر دیا جاتا ہے۔“  
عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرふ علام (ان احد کم اذاماًت عرض عليه مقدعاً بالغداة والعشى ان كان من  
أهـل الجنة فـمـن أهـلـجـنـة وـانـكـانـمـنـأهـلـنـارـيـقـالـهـذاـمـقـعـدـكـحـتـىـيـعـشـكـالـلـهـيـوـمـ)  
القيامة) (صحیح مسلم)

”ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں تم میں سے جس کی بھی وفات ہوتی ہے اس کے ٹھکانہ کو پیش کیا جاتا ہے اگر جنت ہے تو جنت پیش کی جاتی ہے اور اگر جہنم ہے تو جہنم پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے یہی تمہارا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اٹھائے۔“  
قبر میں مومنوں کو جو نعمتیں ملتی ہیں ان کا مختصر اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

”مؤمن کی قبر میں دو فرشتے آتے ہیں جو اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں پھر پوچھتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟  
جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے، فرشتے پوچھتے ہیں: تمہارا دین کیا ہے؟ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے، پھر  
فرشتے پوچھتے ہیں: وہ شخص جو تمہارے پاس بھیجا گیا کون تھا؟ جواب دیتا ہے وہ اللہ کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تھے، پھر  
فرشتے پوچھتے ہیں: تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس  
کی تصدیق کی، تو آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے میرے بندے نے سچ کہا: اس کے لئے جنت سے بستر اور لباس  
لے آؤ، اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، جہاں سے جنت کی ہوا اور خوشبو سے آتی رہے، اس کی قبرتی  
حد نگاہ کشادہ کردی جاتی ہے، پھر اس کے سامنے ایک خوب روآدمی خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے اور بہترین خوشبو  
لگائے ہوئے آتا ہے، اور کہتا ہے تھے آرام و راحت کی بشارت ہو یہی وہ دون ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، مؤمن  
آدمی پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تو کتنا خوب رو ہے تو خیر و برکت لے کر آیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرانیک عمل ہوں، تب  
مؤمن دعا کرتا ہے یا رب قیامت قائم فرماء! یا رب قیامت قائم فرماء! تاکہ میں اپنے اہل و عیال سے ملوں۔“ (مسند احمد بن  
ابوداؤد)

عذاب قبر کا اندازہ مسند احمد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتا ہے، کہ: ”کافر آدمی کی روح  
جب اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں، تیرا  
رب کون ہے؟ کافر کہتا ہے: ہائے افسوس میں نہیں جانتا، فرشتے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ کہتا ہے ہائے افسوس

میں نہیں جانتا، فرشتے پوچھتے ہیں، وہ شخص جو تمہارے پاس بھیجا گیا وہ کون تھا؟ کافر کہتا ہے ہائے افسوس میں تو نہیں جانتا، آسمان سے آواز آتی ہے، اس نے جھوٹ کہا ہے، اس کے لئے آگ کا سبز بجھا دو اور آگ کا لباس پہنادو، اور اس کے لئے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ جہنم کی گرم اور زہریلی ہوا سے آنے لگتی ہے، قبر نگ کر دی جاتی ہے، اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسرا طرف کی پسلیوں میں پیوست ہو جاتی ہیں، پھر اس کے پاس ایک بدشکل غلیظ کپڑوں والا بد بودار شخص آتا ہے اور کہتا ہے تجھے رسوائیں اور دائیٰ عذاب کی وعید ہو، کافر کہتا ہے اللہ تجھے شر سے نوازے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے، میں تیرے گندے اعمال ہوں، تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگدائلی کرتا تھا اس کی ہمیشہ نافرمانی کرتا تھا، اللہ تجھے بدترین بدلے عطا فرمائے، پھر اس پر ایک انداھا اور بہرہ فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں لو ہے کا گزر ہوتا ہے اگر اسے پھاڑ پر مارا جائے تو پھاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے، فرشتے سے بری طرح مارتا ہے، کافر ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر اسے پہلی حالت میں لوٹا دیتا ہے، پھر اسے فرشتہ مارتا ہے، جس پر کافر بری طرح چینتا اور چلاتا ہے، جسے جن و انس کے علاوہ ہر جاندار سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے آمین۔

### قبر برزخی زندگی ہے۔

قبر ایسا مرحلہ ہے جس سے ہر شخص کا گذر ہوتا ہے، یہ انتہائی مختصر زندگی ہوتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**﴿أَلَّهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتَّىٰ زُرْثُمُ الْمَقَابِ﴾** (سورۃ التکاثر)

ترجمہ: ”زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا یہاں تک کہ قبرستان جا پہنچے۔“

میمون بن مهران عرض کرتے ہیں کہ میں عرب بن عبد العزیز (رحمہ اللہ) کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے **﴿أَلَّهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتَّىٰ زُرْثُمُ الْمَقَابِ﴾** پڑھنا شروع کر دیا، پھر تھوڑی دیر رکنے کے بعد عرض کیا: اے میمون قبرستان صرف زیارت گاہ ہے، زائر کو اپنی اصلی منزل کی طرف پلٹ کرو اپس آنے کے علاوہ کوئی چارہ کا نہیں، اس آیت کی تفسیر کے تحت اس قول کو ذکر کرنے کے بعد مہر مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بعض عرب سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ انہوں نے کسی کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ساتو کہنے لگے: کعبہ کے رب کی قسم لوگ زندہ کئے جائیں گے اس لئے کہ زائر کو دام نہیں وہ ایک جگہ سے دوسرا جگہ منتقل ہوتا رہتا ہے۔“

برزخی زندگی انسان کی وفات سے شروع ہو جاتی ہے خواہ اسے قبر میں فن کیا گیا ہو یا جلا کر ہوا اس میں اس کی راکھاڑا دی گئی ہو یا پانی میں ڈوب کر مر گیا ہو یہ زندگی قیامت کے دن دوبارہ زندہ اٹھائے جانے تک رہتی ہے، اس زندگی کو قرآن کریم میں برزخ کی زندگی کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿وَمَنْ وَرَأَهُمْ بَرَزَخٌ إِلَيْهِمْ يُنَعِّفُونَ﴾**

”ان کے لیکن پشت دوبارہ زندگی اٹھنے تک تو ایک جاپ (آڑ) ہے۔“

مشہور عالم دین و مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”دو چیزوں کے درمیان جاپ اور آڑ کو بزرخ کہا جاتا ہے، دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے درمیان جو وقفہ ہے اسے یہاں بزرخ سے تعبیر کیا گیا ہے، کیوں کہ مرنے کے بعد انسان کا تعلق دنیا کی زندگی سے ختم ہو جاتا ہے، اور آخرت کی زندگی کا آغاز اس وقت ہو گا جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندگی کیا جائے گا، یہ درمیان کی زندگی جو قبر میں یا پردنے کے پیٹ میں یا جلاڈ انٹے کی صورت میں مٹی کے ذرات میں گذرتی ہے بزرخ کی زندگی ہے، انسان کا یہ وجود جہاں بھی اور جس شکل میں بھی ہو گا اظاہروہ مٹی میں مل کر مٹی بن چکا ہو گا یا راکھ بنا کر ہوا ہو اس میں اڑادیا یا دریا اس میں بہاد یا گیا ہو گا یا کسی جانور کی خوراک بن گیا ہو گا مگر اللہ تعالیٰ سب کو ایک نیا وجود عطا فرمائے کہ میدانِ محشر میں جمع فرمائے گا۔“ (دیکھئے تفسیر احسن البيان اس آیت کی تفسیر)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قبر کی زندگی کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ کیا وہ دنیاوی زندگی کی طرح ہوتی ہے یا اس سے مختلف؟ مرنے کے بعد کیا انسان کا تعلق اس دنیا سے رہتا ہے یا نہیں؟ اگر بتا ہے تو کس طرح؟ میں سمجھتا ہوں اس کے بارے میں ہمیں قیاس کے گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہے نہ اجتہاد کرنے کی، اس کا دوڑوک اور واضح جواب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں دے دیا ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٍ بَلْ أَخْياءٌ وَلَكُنْ لَا تَشْعُرونَ﴾ (البقرة: ۱۵۳)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کے بارے میں) شعور نہیں رکھتے۔“

برزخی زندگی کے بارے میں قرآن کریم کا یہ موقف و فیصلہ انتہائی واضح اور دوڑوک ہے، جب ہم اس زندگی کے بارے میں کوئی شعور و خبر ہی نہیں رکھتے، اس کے حالات و کیفیات کے بارے میں ہمیں کوئی علم ہی نہیں، اس لئے کہ ہماری عقلیں محدود و قاصر ہیں، تو پھر اس غیبی و برزخی زندگی کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنا ایسے دعوے کرنا یا ایسے عقیدے کرنا جو قرآن کریم و سنت صحیح سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتے یہ یادی نہیں تو اور کیا ہے، ہمیں صرف اتنی با توں پر اکتفاء کرنا چاہئے جتنی بتیں قرآن کریم یا سنت صحیح سے ثابت ہیں، اس کے آگے سوچنا اور اپنی طرف سے قیاس کے گھوڑے دوڑانا ایمان بالغیب کے منافی ہے، جس چیز کا ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا، اور نہ ہی وہ تحریر سے حاصل ہونے والی چیز ہی ہے، تو ہم اس زندگی کے احوال و کوائف کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ وہ

کامل شیبی دنیا ہے اس کا مصدر وحی ہے، وہاں قیاس و رائے کا کوئی عمل دھل نہیں ہے، لہذا اس زندگی کو دنیا کی زندگی کی طرح سمجھنا سراسر باطل و خلاف شرع ہے، اور جہاں تک شبیدوں کو مردہ نہ کہنے کی بات کہی گئی ہے تو یہ صرف ان کے اعزاز و تکریم میں ہے، شہداء کو یہ اعزاز بھی دیا گیا ہے کہ ان کی روحلیں جنت میں رہتی ہیں، ورنہ بزرخ کی یہ زندگی بخلاف مرابت سب کو یہاں تک کہ کفار و شرکیں کو بھی حاصل ہے، وہ بھی موت کے بعد اسی برزخی زندگی سے گذرتے ہیں، اگرچہ اس زندگی میں انہیں بے شمار تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جبکہ مومن کی برزخی زندگی آرام و راحت میں گذرتی ہے، کافروں کے لئے دنیا کی زندگی برزخی زندگی کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے یہاں ان کے لئے آرام و سکون ہے، جبکہ مومنوں کے لئے برزخی و ما بعد کی زندگی میں اس دنیا کے مقابلہ میں زیادہ آرام و آسائش ہے، یہ اور بات ہے کہ اللہ اپنے جس مومن و مقی بندے سے خوش ہوتا ہے اسے دنیا و آخرت دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے، یہاں بھی آرام و آسائش کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اور آخرت میں تو اللہ کی طرف سے اس کے لئے بہترین انعام و اکرام ہے ہی۔

اس ناقابل تردید حقیقت کی مزیدوضاحت کے لئے انسانی زندگی کو پانچ مرحل و ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اس تقسیم ادوار کو اگر آپ نے بنجوبی سمجھ لیا اور اسے اپنے دل کے نہایا خانے میں جگدے دی تو یقین کیا جاسکتا ہے کہ برزخی زندگی کے تعلق سے بہت ساری شرکیات، بدعادات، اوهام و خرافات اور خوات سے آپ چ جائیں گے، البتہ یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ ان پانچوں ادوار میں مسلم و کافر کی کوئی تغیر نہیں ہے، ان مرحل و ادوار سے ہر شخص کا گزر ہوتا ہے۔

(۱) عالم ارواح: آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ نے ان کی پشت سے قیامت تک آنے والی ساری روحوں کو پیدا کر دیا انہیں عقل و قوت گویائی عطا فرمائی اور اپنی ربوبیت کا اقرار لیا، اسے عہد است بھی کہا جاتا ہے، ارشادر بانی ہے: «وَإِذَا خَدَرَ بَكَ مِنْ بَنِي آدَمْ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذَرْتَهُمْ وَأَشْهَدْهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَّا شَتَّ بِرِّكُمْ قَالُوا إِنَّا شَهِدْنَا أَنَّ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا غَايِينَ هَذَا غَافِلِيْنَ» (سورہ الأعران آیہ ۲۴۲)

”اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں ہم سب اس کے گواہ ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خر تھے۔“

اس عہد میں ہر شخص نے کافر ہو یا مسلمان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے اور اسکی گواہی دی ہے، یعنی اللہ کی ربوبیت کی گواہی دین فطرت ہے، نبی کریم ﷺ نے بھی اسے حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ: ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوہ بنادیتے ہیں“۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲) عالم رحم مادر: یہ دو رحم مادر میں اپنے سے لے کر پیدائش تک رہتا ہے، اس میں بچہ مختلف مرحلے سے گزرتا ہے، پہلے چالیس دنوں تک نطفہ کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دنوں تک جب ہوئے خون کی شکل میں، پھر چالیس دنوں تک گوشت کے لوقٹے کی شکل میں رہتا ہے، اس کے بعد اس کے اندر روح پھونکی جاتی ہے، پھر گوشت میں بڑی بُنی شروع ہوتی ہے، اس کے بعد اللہ اکرم الامم کیمین اسے ایک نئی خلقت دے کر پیدا فرماتا ہے، ان مرحلے کا ذکر سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات اور صحیح مسلم کی حدیث میں موجود ہے، یہ انتہائی مختصر ترین زندگی ہے، عام طور پر ایک انسان نوماد رحم مادر میں رہتا ہے۔ (دیکھتے سورۃ الحجۃ آیت ۸، سورۃ المؤمنون آیت ۱۳، سورۃ القلم آیت ۱۲)

(۳) عالم حیات: یہ وہ دور ہے جس سے ہمارا، آپ اور پوری کائنات کا گزر ہو رہا ہے، یہ پیدائش کے بعد سے لے کر موت تک کی زندگی ہے، یہ بھی آخرت کی ابدی زندگی کے سامنے مختصر ترین زندگی ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے میری امت کے لوگوں کی عمر میں سماٹھ اور ستر سال کے درمیان ہیں۔ (سنن ترمذی)

ایک حدیث میں آپ نے انسان کی مثال ایک مسافر سے دی ہے جو کسی درخت کے نیچے قهوڑی دیر آرام کر کے پھر اپنی منزل کی طرف رواں دوال ہو جاتا ہے۔ (سنن ترمذی کتاب الزهد و السنابن ماجہ)

(۴) عالم برزخ: یہ زندگی موت سے شروع ہوتی ہے اور قبر سے دوبارہ زندہ اٹھائے جانے تک رہتی ہے، یہ عالم آخرت کی پہلی منزل ہے، آخری اور ابدی نہیں، اس دنیا یعنی عالم حیات کے مقابلہ میں یہ طویل ترین دور ہے، اس زندگی سے بھی ہر شخص کا خواہ مسلمان ہو یا کافر نیک ہو یا بدگزرا ہوتا ہے۔

(۵) عالم آخرت یہ انسانی سفر کی آخری و ابدی منزل ہے، یہ زندگی قبر سے اٹھائے جانے کے بعد شروع ہوتی ہے، البتہ اس زندگی کی کوئی انتہاء نہیں ہے، یہ ابدی و سرمدی زندگی ہے، اس کے بعد کسی زندگی کا کوئی وجود نہیں، حساب و کتاب کے بعد لوگ اپنے اعمال کی بدولت جنت یا جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ موت کو نہیں کی شکل میں جنت و جہنم کے درمیان لا کر ذبح کر دیا جائے گا، اس کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی جتنی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جتنی جہنم میں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ان ادوار میں عالم برزخ بھی ایک زندگی ہے، جو اپنے سابق و لاحق زندگیوں سے کیسے مختلف ہے، اسے دنیا یا آخرت یا عالم ارواح یا عالم رحم مادر پر قیاس کرنا کسی بھی طور جائز و درست ہی نہیں، بلکہ نہ صرف نادانی بلکہ زیادتی ہے، اصل کیفیت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، البتہ ہر دروکے بارے میں جو کیفیات و حالات کتاب و سنت صحیح میں وارد ہیں ان پر مشکل و شبہ سے بالا تکملہ ترین ایمان ہونا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ کی بھی برزخی زندگی سے گذر رہے ہیں، آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے، آپ ﷺ کی

برزخی زندگی کے بارے میں جو باتیں کتاب و سنت صحیحہ سے ثابت ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے، نبی کریم ﷺ کی برزخی زندگی دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء سے بڑھ کر اور افضل ہے، آپ کا جسد اطہر قبر میں اسی طرح تروتازہ ہے جس طرح تدفین کے وقت تھا، اور قیامت تک اسی طرح تروتازہ اور بے داغ رہے گا، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک کو کمیٰ کیٹھے مکوڑے نہیں کھا سکتے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود مسلم بھیجا ہے فرشتے آپ تک اسے پہنچاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بھی لوٹائی جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور شمول تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں صلاة پڑھتے ہیں، یہ کچھ باتیں ہیں جن کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے لہذا ان ساری باتوں پر ہمارا ایمان ہے اور ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہئے، البتہ کیفیت کاظم اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، جس طرح نبی کریم ﷺ کے اسراء و معراج پر ہمارا ایمان ہے، جس میں آپ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مسجدِ اقصیٰ میں صلاة پڑھائی، کچھ انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی، جنت و جہنم کا دیدار کیا، اللہ عزوجل سے شرف کلام حاصل ہوا اور اللہ کے نور کو دیکھا، جہنم میں برے لوگوں کو عذاب ہوتے ہوئے بھی دیکھا، تمام امور دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں لیکن سارے معاملات میں کیفیتوں کا ہمیں کوئی علم نہیں، تھیک اسی طرح برزخی زندگی کا مسئلہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین!

### قبروں کی زیارت کا مسنون طریقہ

زیارت قبور سے موت و آخرت یاد آتی ہے جو انسان کو عمل صالح پر آمادہ کرتی ہے اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ”میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر کھا تھا، لیکن اب محمد ﷺ کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی ہے لہذا تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو، یقیناً یہ آخرت یاد لاتی ہیں۔“ [صحیح مسلم رقم ۲۷۹]

السنن النسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: (فمن أراد أن يزور فليزور ولا تقولوا هجرأ)

ترجمہ: جو شخص قبروں کی زیارت کارادہ رکھتا ہے وہ زیارت کرے لیکن تم وہاں کوئی باطل کلام نہ کرو۔

(صحیح سنن النسائی رقم ۱۹۲۲)

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو قبروں کی زیارت کے وقت یہ دعا سکھائی ہے (السلام علیکم اَهُل الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا لَنَا شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَأَحْقِنُنَّ أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْغَافِيَةَ)

ترجمہ: ”اے موننوں اور مسلمانوں کی جماعت تم پر سلامت ہو اور ہم بھی تم سے عفریب ملنے والے ہیم اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔“ (صحیح مسلم رقم ۹۷۵)

زیارت کے وقت یہ یا اس کے علاوہ جو دعاء نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو صرف اسی پر اکتفاء کرنا چاہئے، اس کے لئے ہاتھا بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، البتہ یہاں اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے کہ اس

دعائیں جو لفظ سلام موجود ہے عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مردوں سے سلام ہے، پھر مردے سلام کا جواب دیتے ہیں اسی لئے قبروں کی زیارت کے لئے غردوں پر سلام پڑھنے کی اصطلاح بھی رائج ہے، حالانکہ لفظ سلام سے مراد سلامتی، حفاظت، مدد و امان ہے لیکن غردوں کے لئے سلامتی کی دعا کی جاتی ہے ان سے سلام نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے سلام کا جواب دیں گے، کیونکہ مردے سننے نہیں ہیں، اسے مثال سے اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ہر نمازی انتیجیت میں (السلام علینا وَ عَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ) پڑھتا ہے اب اگر یہاں سلام کا عام معنی لیا جائے تو یہ معنی بتاتا ہے کہ ہمیں اور اللہ کے نیک بندوں کو سلام ہو جکہ کوئی بھی شخص نہ خود سے سلام کرتا ہے اور نہ ہی ایسے شخص سے سلام کرتا ہے جس تک سلام نہ پہنچے یہاں حدیث کا معنی و مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور اللہ کے سارے نیک بندوں پر سلامتی ہو، اللہ ہمیں اور اپنے نیک بندوں کو امن و امان میں رکھے۔ لہذا قبروں کی زیارت کے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں مردوں سے سلام نہیں بلکہ ان کے لئے سلامتی اور حفاظت و امان کی دعا ہے، اسی لئے کسی غیر مسلم کی قبر کی زیارت کے موقع پر یہ دعائیں پڑھی جائے گی۔ نیز ”السلام“ اللہ عزوجل کے بے شمار اسماء حسنی یعنی مبارک ناموں سے ایک نام ہے۔

### بدعت اور اس کی تباہ کا دریاں

چونکہ یہ کتاب قبروں کی بدعتات پر مشتمل ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بدعت سے متعلق بھی چند باتیں حوالہ فرم کر دی جائیں۔

بدعت کی انوی تعریف: ہر ٹی چیز کو عربی زبان میں بدعت کہا جاتا ہے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا كُنْتَ بِذِعْنَقَنَ الرَّسُل﴾ [سورۃ الاحقاف: ۹]

یعنی ”اے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں“۔ (بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سارے رسول آچکے ہیں)

اللہ کے اسماء حسنی میں ایک نام البدیع بھی ہے: ﴿بِدِينَعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ یعنی ”پہلی بار بغیر کسی سابقہ مثال کے آسانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا“۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف: دین اسلام میں اجر و ثواب کی نیت سے کسی نئی چیز کا اضافہ جس کی مشروعیت پر کوئی شرعی دلیل نہ ہو بدعت کہلاتا ہے۔

مخصر تشریح: مذکورہ تعریف میں ”دین اسلام“ کی قید سے دنیاوی ایجادات مثلاً ہوائی چہارائی اسلحہ جات اور

کمپیوٹر وغیرہ اور ”ثواب“ کی قید سے عادات و تقالید غیرہ خارج ہو جاتی ہیں البتہ اگر دین اور ثواب سمجھ کر کی جائیں تو وہ بدعت میں داخل ہو جائیں گی اور اگر وہ شریعت کے کسی حکم سے متصاد ہوں تو ان کا چھوڑنا ضروری ہو گا اور اگر کافروں سے لی گئی ہوں تو غیروں کی مشاہدت کی وجہ سے ان کا کرنا حرام ہو گا۔

### بدعت کی خرابیاں

۱- بدعت ہلاکت و بر بادی کا سبب اور سراسر گمراہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَيَخُذِّلِ الَّذِينَ

يَحَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصَيِّنُوهُمْ فِتْنَةً أَوْ يُصَيِّنُوهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [آل عمران: ۲۳]

ترجمہ: ”جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ فتنہ سے دوچار نہ ہو جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ پکڑے۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر نکیر کرتے ہوئے جو مسجد کوفہ میں حلقہ کی شکل میں اجتماعی تسبیح و تہلیل کر رہے تھے فرمایا: اپنے گناہوں کو نہ تو اے امت محمد ﷺ تمہاری بر بادی ہو تو تم کتنی جلدی ہلاک ہو گئے، تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ و افراد داد میں موجود ہیں اور ابھی نبی کریم ﷺ کے نکپڑے پرانے ہوئے اور نہ ہی آپ کے برتن ٹوٹے، اس ذات کی قسم جس کے باتحم میسری جان ہے یا تو تم ایسی ملت پر ہو جو نبی کریم ﷺ کی ملت سے زیادہ بہادیت پر ہے یا تو تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم اے ابو عبد الرحمن، ہمارا تو صرف خیر کا ارادہ ہے، فرمایا: کتنے خیر کے طلبگار ہیں جنہیں خیر نہیں ملتا، نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا ہے کہ ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن تو ضرور پڑھے گی لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اللہ کی قسم مجھ تو ان کے بارے میں نہیں معلوم، شاید ان میں اکثر لوگ تمہیں سے ہوں گے، اتنا فرمایا کہ آپ وہاں سے نکل گئے، راوی قصہ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: خوارج کے ساتھ نہروان میں ہماری جو جنگ ہوئی اس میں ان حلقوں کے اکثر لوگوں کو خوارج کی طرف سے نیزہ بازی کرتے ہوئے پایا۔ (سنن داری باب فی کراہیہأخذ الرای)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بہت ہی پراٹرنسیت فرمائی جس سے سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل لرزائی ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے ڈروا امیر و خلیفہ کی اطاعت کر و گرچہ حدیثی غلام ہی کیوں نہ ہو میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا یہ وقت تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یا فقیہ خلفاء راشدین کی سنتوں کو لازم پکڑنا اور دین کے اندر بدعتات سے پچوکنکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔“ [ابوداؤ ذرمنی، ائمہ ماجد]

جمعہ کے خطبوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ”کل بدعة ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار“ دہرانا جبکہ

صحابہ کرام ﷺ جیسی مقدس و پارسا جماعت سے ارتکاب بدعت کا امکان نہیں تھا، مسئلہ کی علیٰ اور نزاکت کو بتاتا ہے، کیونکہ بدعت قرآن و سنت کے مقابل الگ دین اور بدترین جیزہ ہے۔

2- بدعت درحقیقت کفر و شرک کا منبع و مرکز ہے کیونکہ بدعت ایجاد کرنے والا اپنے آپ کو قانون ساز اور اللہ کا شریک کا رسمجھتا ہے کیونکہ وہ اپنے اس عمل سے اللہ حکم الائے کیتیں پر استدراک کرتا ہے اور وہ احکام مشروع و جائز قرار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے چھوٹ گئے ہیں۔ (نحوذ باللہ من ذلک) ارشاد باری ہے: ﴿أَمَّا لَهُمْ شَرْكًا إِذْ رَغَبُوا إِلَهُمْ  
مَنِ الْيَدِينَ مَا لَمْ يَأْذِنْ بِهِ اللَّهُ﴾ (ashrī: ۲۱)

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر کے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔“

3- بدعت سنت کو مٹا دیتی ہے موقوف حدیث میں ہے: ”جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس جیسی سنت چھین لیتا ہے جسے قیامت تک نہیں لوتا تا۔“ [سنن داری]

4- بدعت اختلاف و انشقاق کا دروازہ کھوتی ہے جبکہ اسلام میں سختی کے ساتھ اختلاف و انشقاق سے منع کیا گیا ہے، بدعت صراط مستقیم سے مخالف راستے پر لیجاتی ہے اور تفرقہ پیدا کرتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّ هَذَا  
صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَشْيُعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقُ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَاعِدُكُمْ بِهِ لَعْلَكُمْ تَتَّقَوْنَ﴾ (سورہ الانعام: ۱۵۳)

ترجمہ: ”یہی میرا صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے لہذا اسی پر چلو اور دوسروی را ہوں پر نہ چلو کہ وہ را ہیں تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گی اللہ نے تمہیں اسی کی وصیت کی ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔“

5- تبلیغ رسالت نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داریوں میں ایک بڑی ذمہ داری تھی جسے آپ نے جوئی ادا فرمادیا، اس موضوع کی بہت ساری آیتیں قرآن میں موجود ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بِإِيمَنِهِ الرَّسُولُ  
يُبَلِّغُ مَا أُنزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنَّ لَمْ تَتَفَعَّلْ فَمَا يَلْعَلُكَ بِرِسَالَتِهِ﴾ (سورہ المائدہ: ۶۷)

ترجمہ: ”اے رسول! جو کچھ ہی آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے پہنچاد بیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔“

جبکہ بدعت کا ایجاد کرنے والا رسول اکرم ﷺ پر خیانت کا الزام لگاتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”کہ جو شخص یہ گان کرے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ چھپایا ہے اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔“ (صحیح بخاری رقم ۲۸۵۵)

جب علیؑ سے سوال کیا گیا کیا تمہارے پاس قرآن کریم کے علاوہ وہی کے ذریعے نازل شدہ کوئی بات

ہے؟ تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا: ”نبیں، البتہ قرآن کا فہم ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی لوگھی عطا فرمادے۔“ (صحیح بخاری)  
اور حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے حم غیر میں فرمایا: تم میرے بارے میں کیا بتتے ہو!  
انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور ادا کردیا اور خیر خواہی فرمادی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: (اللَّهُمَّ فَأَشْهِدُ اللَّهَمَّ فَأَشْهِدُ اللَّهَمَّ فَأَشْهِدُ)

”اے اللہ تو گواہ رہا اے اللہ تو گواہ رہا اے اللہ تو گواہ رہ“ (صحیح مسلم تابع)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جب نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی تو گویا اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ  
رسالت میں خیانت کا الزام لگایا چنانچہ اس وقت جو دین نتھا آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔“

کیا بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں؟

بعض لوگوں نے بدعتوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں: 1- بدعت حسنة (اچھی بدعت) 2- بدعت سیئة (بری  
بدعت) حالانکہ یہ تقسیم قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہے جسے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں ذہن میں ہوئی  
چاہئے:

1- مکمل دین، اسلام کا ایک بنیادی ثابت شدہ اور واضح اصول ہے جس کے بغیر کسی کا ایمان کامل نہیں  
ہو سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَّتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتُ لَكُمُ الْإِسْلَامُ  
[دیناً]﴾ [المائدۃ: ۳]

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور  
تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔“

لہذا جس دین کی مکمل اللہ رب العالمین کی طرف سے ہو گئی ہو وہ کسی نئی چیز کا محتاج ہرگز نہیں ہو سکتا۔

2- اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت کی جو زمہ داری دی گئی تھی اسے کما حقہ بلا  
کم و کاست آپ نے پوری دنیاۓ انسانیت کو پہنچا دیا ہے جزء ایمان ہے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا  
ہر حکم امت تک پہنچا دیا ہے اور تمام غلط چیزوں سے لوگوں کو منع کر دیا ہے اور ہمیں ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑ دیا ہے جس  
کی رات بھی دن کے ماندروشن و تابندہ ہے تو اب دین میں کسی نئی چیز کے اضافی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

3- شریعت سازی کا حق اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں مہ کی مقرب فرشتے کو یہ حق دیا گیا اور نہ ہی کسی نبی  
ورسول کو لہذا کسی چیز کا اضافہ یا کسی حکم کو منسوخ کرنا جب کسی انسان کے اختیار میں نہیں تو پھر کس طرح نئی چیزوں کو  
دین قرار دیا جاسکتا ہے شریعت سازی اگر انسان کے بس کی بات ہوتی تو اللہ کی طرف سے نہ شریعتیں نازل ہوتیں اور

نہیں انبیاء و رسول کی بعثت کا سلسلہ جاری ہوتا، اور نہ ہی دین مکمل کیا جاتا۔

4- رسول اکرم ﷺ نے حادیث مبارکہ میں بلا تخصیص ہر بدعت کو گمراہی اور ہر گمراہی کو جہنم میں لیجانے والی قرار دیا ہے، کسی بھی حدیث میں آپ ﷺ نے بدعت کو اچھا نہیں قرار دیا ہے، ان باتوں سے معلوم ہوا کہ بدعت حسنة اور سیئہ کی تفہیم غلط ہی نہیں بلکہ خود ایک گمراہی و بدعت، قرآن و سنت کے صریح خلاف، اور بدعت کو رواج دینے والا عمل ہے۔

### ایک شہر اور اس کا ازالہ

ترواتح کی جماعت بندی کے متعلق خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول: **نَعَمْتُ الْإِذْعَةَ هَذِهِ** [بخاری] (یعنی کیا ہی اچھی بدعت ہے) سے اچھی اور بری بدعت کی اصطلاح وضع کی گئی ہے حالانکہ یہ استدلال سراسراً باطل ہے کیونکہ ترواتح آپ ﷺ کی قولی فعلی سنت ہے اور جماعت کے ساتھ ترواتح پڑھنا یہ کہی آپ ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ نے باقاعدہ تین دنوں تک جماعت کے ساتھ صحابہ کرام کو ترواتح پڑھائی ہے فرض ہونے کے اندر یہ سے آپ ﷺ نے ترک کر دیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب شرعی و اصطلاحی بدعت نہیں ہے جس کا مطلب دین میں کسی ایسی چیز کو جاری کرنا ہے جس کی پہلی سے مثال نہ ہو جبکہ معلوم ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی تنی چیز جاری نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی سنت کا احیاء کیا تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لفظ بدعت سے لغوی معنی مراد لیا تھا، یعنی وہ کام جو پہلے معروف نہ تھا، اس میں کوئی مشکل نہیں کہ صلاۃ ترواتح مستقل طور پر باجماعت ایک امام کے پیچھے نہ نبی اکرم ﷺ کے دور راست میں اور نہ ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں معروف و مشہور تھا، اور نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں، تو وہ اس اعتبار سے نہ تھی، لیکن حقیقت میں وہ آپ ﷺ کے فعل ہی کے موافق تھی، کیونکہ آپ ﷺ کا جو آخری رمضان تھا اس کے آخری عشرہ میں باجماعت صلاۃ ترواتح پڑھنا آپ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے صلاۃ قیام باجماعت پڑھنے کی ترغیب بھی دلائی ہے تو پھر یہ عمل بدعت کیسے ہو سکتا ہے، جس علت کی بناء پر نبی کریم ﷺ نے ترواتح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا چھوڑ دیا تھا وہ علت ختم ہو چکی تھی، اب اس کی فرضیت کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، اسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مستقل باجماعت صلاۃ ترواتح پڑھنے کا حکم دیا، مجید اس حکم سے قبل لوگ انفرادی طور سے پڑھا کرتے تھے، الگ الگ پڑھنے کے مقابل ”مستقل جماعت بندی“، کو بدعت سے تعبیر کیا، ان کے قول کو اصطلاحی بدعت پر ہرگز ہرگز مجموع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بدعت کا اطلاق شریعت میں صرف نہت و تقدیح کے لئے ہوتا ہے یہ مجال ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ سنت کو بدعت قرار دیں حاشا و کا، ایسی جسارت تو ایک عام مسلمان بھی نہیں

کر سکتا، پھر عمر فاروق جیسی اللہ ترس و محبت شخصیت کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔

امام ابن عبد البر حمد اللہ فرماتے ہیں: ”عمر فاروق نے وہی کیا جو رسول اکرم ﷺ نے کیا تھا اور پسند فرمایا تھا، آپ ﷺ مونتوں پر بیحید مشق و مہربان تھے، اس لئے آپ ﷺ نے صرف اس اندیشے کی بناء پر اس پر دوام نہیں فرمایا کہ کہیں وہ آپ ﷺ کی امت پر فرض نہ کرو جائے، عمر فاروق ﷺ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دین میں کمی بیشی نہیں کی جاتی ہے، اس لئے انہوں نے اس کا احیاء کیا اور یہ سے ۱۳ھ کی بات ہے اور یہ وہ عمل ہے جسے اللہ نے ان کے لئے ذخیرہ کیا اور اس کے ذریعہ ان کو فضیلت بخشی اور ابو بکر رض کو اللہ کی طرف سے اس کی توفیق نہیں گرچہ وہ بیکی کے تمام کاموں میں عمومی طور پر تمام صحابہ پر سبقت لے جاتے تھے۔ (انتی باختصار انہا من اشراف المصالح فی صلاۃ التراویح حلیکی)

### بدعت کی مختلف قسمیں

1- بدعت اعتقادی: یعنی ایسی بدعتیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہو جیسے جہیہ مفترله رافضہ اسماعیلیہ بوجہہ دروز، قادریانیہ، فصیریہ آغا خانیہ اور دیگر گمراہ و باطل فرقوں کے اقوال و عقائد وغیرہ۔

2- بدعت عملی: یعنی وہ بدعت جو عبادات و اعمال مें متعلق ہو اس کی بہت ساری قسمیں ہیں جیسے:

1- بدعت حقیقی: یعنی جس کی شریعت میں کوئی اصل ہی نہ ہو جیسے اللہ کے تقرب کے لئے دنیا سے کفار کا شہ ہو کر غاروں میں پناہ لے لینا، عید میلاد النبی ﷺ منانہ مرافقہ چلہ کشی کرنا، عرس منانا، برتحڑے منانا وغیرہ۔

2- بدعت اضافی یعنی جو اصلاح مشروع ہو لیکن کسی خاص وقت یا خاص جگہ یا خاص کیفیت میں ادا کرنے کی وجہ سے ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے مثال کے طور پر اجتماعی ذکر و دعا، اور قرآن خوانی وغیرہ، ذکر و دعا اور قرآن کریم کی تلاوت مسنون و محبوب امر ہے لیکن اس کے لئے اجتماع کرنا یہ بدعت ہے، مرنے والے پر قرآن خوانی کرنا یہ بھی بدعت ہے، اگر کوئی تلاوت قرآن کی ثابت شدہ فضیلت کے باعث روکوئ و ہجود میں اسے پڑھنا شروع کر دے تو اس کا یہ عمل ظاہر ہے بدعت ہو گا نیز نبی کریم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی بھی ہو گی اسی طرح قرآن خوانی بھی ہے اور پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی یہو یوں اور بیٹھیوں کی وفات پر قرآن خوانی نہیں کی بلکہ اقرآن خوانی بدعت شمار ہو گی۔

3- بدعت اڑکی: یعنی کسی مشروع و ثابت شدہ چیز کو چھوڑ دینا جیسے صوفی شادی بیان چھوڑ کر عزلت شیں ہو جاتے ہیں یا کچھ اوگ اللہ کے نام پر سادھو بن کر نکل جاتے ہیں اور مانگ مانگ کر زندگی گزارتے ہیں، شریعت کی حلال کردہ چیزوں کو ترک کرتے ہیں یہ سب بدعاویت و خرافات ہیں، شادی نہ صرف نبی کریم ﷺ کی بکلمہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بجز ایک نبی کی سنت ہے، آپ نے خود شادی کی اور نوجوانوں کو شادی کرنے کا حکم دیا لہذا استطاعت

و خواہش کے باوجود دشادی نہ کرنا آپ ﷺ کی سنت سے اعراض اور نسل انسانی کا خاتمہ ہے۔  
 یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ جس طرح بدعت ترکی ہوتی ہے اسی طرح سنت ترکی بھی ہوتی ہے جس کا  
 مطلب ہے کہ ہر وہ کام جو آپ ﷺ نے نہیں کیا ہے اس کا نہ کرنا ہمارے لئے سنت ہے کیونکہ اللہ رب العالمین نے  
 آپ ﷺ کے ہر ترک عمل میں ہمیں مکلف بنایا ہے بشرطیکہ وہ فعل آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہو لہذا فعل بھی سنت  
 ہے اور ترک فعل (یعنی چھوڑنا) بھی سنت ہے جس طرح ہم آپ ﷺ کے کئے ہوئے عمل کو چھوڑ کر اللہ کا تقرب  
 حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح آپ ﷺ کے چھوڑے ہوئے کام کو انجام دے کر اللہ کا تقرب حاصل نہیں کر سکتے۔  
 مثال کے طور پر صلاۃ عیدین و صلاۃ جنائزہ کے لئے اذان نہیں دی جاتی ہے حالانکہ اذان میں اللہ کا ذکر اور اس کی بڑائی  
 و تعظیم ہے اس کے باوجود عیدین و جنائزہ میں اذان کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان دونوں  
 عبادتوں میں اذان نہ دینا ہی نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اب اگر کوئی یہ سوچ کر کہ اذان میں اللہ کا ذکر اور اس کی بڑائی  
 ہے اور پھر عیدین و جنائزہ کے لئے اذان دے تو ایسا شخص بعدت کارہ کا بکر رہا ہے، حدیثہ بن الیمان فرماتے ہیں  
 : ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے نہ کی ہوتی اسے نہ کرو۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: ”اتباع کرو بدعت نہ کرو تمہارے لئے اتباع ہی کافی ہے۔“

### دین میں بدعت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت سراسر گمراہی حرام اور ناقابل قبول ہے لیکن بدعت کی نوعیت کے لحاظ  
 سے حکم مختلف ہوتا ہے چنانچہ: بعض بدعتیں کفر و شرک ہوتی ہیں جیسے مُردوں کے تقرب میں ان کی قبروں کا طواف  
 کرنا وہاں ذیتیہ اور قربانیاں پیش کرنا، ان کے نام پر نذریں ماننا، ان سے حاجت برداری کا سوال کرنا، اولیاء و بزرگان  
 دین کو الہی خصوصیات کا متصف سمجھنا، نہیں مشکل کشا، غریب نواز اور فرید اور درس تسلیم کرنا، اللہ کے علاوہ کسی اور کو عالم  
 الغیب سمجھنا یہ ساری چیزیں کفر و شرک ہیں۔

بعض بدعتیں کفر و شرک کا وسیلہ ہوتی ہیں جیسے قبروں کو پختہ کرنا، وہاں صلاۃ ادا کرنا، عرس منانا، قبروں پر مجاہد  
 بن کریم ہمنا۔

جبکہ بعض بدعتیں معصیت و نافرمانی کے زمرے میں آتی ہیں جیسے شادی بیاہ نہ کرنا، فرض صلاۃ سے سلام  
 پھیرنے کے بعد مسنون اذکار پڑھنے کے بجائے سر پر ہاتھ رکھ کر تین بار یا تلوی یا تقوی کہنا، قبر پر قرآن یا مخصوص  
 سورتوں کی تلاوت کرنا غیرہ وغیرہ۔

### بدعت کی ترویج و اشاعت کے اسباب:

1- علماء کی خاموشی: عوام انساں جب بدعاۃ پر علماء کی خاموشی دیکھتے ہیں تو یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ کام خلاف شرع نہیں ہے اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ بعض علماء سودنیا کی خاطر بدعاۃ کی ترویج و اشاعت کافی زر و شور سے کرتے ہیں ان کا مقصد ان سادہ لوح لوگوں کی قیادت بلکہ استھان ہے جو ہر سفید چیزوں کو چربی اور ہر سیاہ چیزوں کو گھوڑ سمجھتے ہیں۔

2- جاہل حکمرانوں کی طرف سے تائید و جمایت اور سرپرستی: یہ ایک حقیقت ہے کہ محفل میلاد نیز شعبان و معراج کی بدعین جاہل و دنیادار حکمرانوں کے ڈنڈوں کے زور ہی پر پھیلی ہیں، رفض و تشیع سے جڑی متعدد بدعاۃ اسی زمرے میں آتی ہیں۔

3- سنت سے بھالات و عدم واقفیت: لوگوں کے پاس علم کی کی ہے ان کے اندر سنت و بدعت کی تحریر نہیں ہوتی ہے، اس لئے بدعت کو سنت سمجھ بیٹھتے ہیں۔

4- ضعیف و موضوع روایات پر عمل: اکثر اہل بدعت ضعیف موضوع و من گھڑت روایتوں پر اعتماد کرتے ہیں جبکہ صحیح حدیثوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

5- بدعاۃ کو دھھوں: بدعت حصہ بدعت سینہ میں تقسیم کے فلسفہ نے بھی بدعاۃ کی ترویج و اشاعت میں کافی اہم روپ ادا کیا ہے آج صورت حال یہ ہے کہ بدعت حصہ کے نام پر شرک و بدعاۃ اور سوم و خرافات کی یلغار نے دین حنیف کی تخلیق و صورت ہی بدلت ڈالی ہے۔

اسی طرح علماء سوء نے بدعت کے جواز میں ایسے کئی بے اصل ضابطے بنارکے ہیں جیسے یہ کہنا کہ مستحب چیزوں میں بدعت نہیں ہوتی، واجب چیزوں میں ہوتی ہے بلاشبہ یا انتہائی لغو بات ہے اور بدعت کا دروازہ ہے۔

6- اندھی تقليید اور انہم و علماء کے بارے میں عصمت کا عقیدہ رکھنا اور حد سے زیادہ غلوکرنا: غلو ہی وہ بنیادی سبب ہے جس سے شرک جیسے علیم حرم کا وجود ہوا اسی لئے آپ ﷺ نے غلو و شخصیت پرستی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”تم میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھنا جس طرح نصاری عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں حد سے آگے بڑھ گئے میں اللہ کا بندہ ہوں تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو“، [صحیح بخاری]

7- خیر و نیکی کا بہانہ: خیر کی زیادہ طلب ہم وقت خیر نہیں ہوتی بلکہ شر سے بدل جاتی ہے کوئی بھی معاملہ جب حد سے آگے بڑھ جاتا ہے تو اپنے ضد کی طرف لوٹ آتا ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے دین میں غلو سے

روکا ہے، طرانی کی صحیح روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کوئی ایسا خیر نہیں ہے جس کی طرف میں نے تم لوگوں کی رہنمائی نہ کر دی ہو اور کوئی ایسا شر (برائی) نہیں جس سے میں نے تم لوگوں کو منع نہ کر دیا ہو۔

### اہل بدعت کا انجام

- 1- بدعت کا عمل مقبول نہیں اور نہیں اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے جب تک وہ بدعت نہ چھوڑ دے۔
- 2- بدعت کو نبی کریم ﷺ کے حوض سے پانی نصیب نہیں ہو گا بلکہ آپ ﷺ وہاں سے دھنکار دیں گے۔
- 3- بدعت کو روز قیامت اللہ کے رسول ﷺ کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔
- 4- بدعت سے توبہ کی امید بہت کم ہوتی ہے کیونکہ وہ بدعت کو کارثواب سمجھ کر کرتا ہے اسی لئے شیطان معصیت سے زیادہ بدعت پر خوش ہوتا ہے۔

### بدعت کی معرفت و پہچان ضروری ہے

اللہ کے رسول ﷺ نے بدعت کو گمراہی سے تعبیر کیا ہے اور آپ ﷺ نے ہمیشہ اتباع سنت کے ساتھ بدعت سے اجتناب کا حکم دیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ بدعنوں سے بچنے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کی معرفت ضروری ہے، کیونکہ جس کے پاس بدعت کی پہچان نہیں ہوگی، تو وہ نیز شوری طور پر بدعت کا مرتبہ ہو جائے گا، جیسے شوگر کے مرض کو اگر یہ نہ معلوم ہو کہ اس کے لئے شکر اور مٹھائیاں نقصان دہ ہیں تو یقینی طور پر ان کو کھائے گا جس سے اس کے مرض میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا، نیز یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی چیز کی معرفت اس کی ناقصی اور ضد کو جانے بغیر نہیں ہوتی جیسا کہ ہماز رسول ﷺ نے حدیفہ بن الیمان رض بیان کرتے ہیں: کہ لوگ آپ ﷺ سے خیر کے سالمہ میں سوال کرتے جبکہ میں آپ سے شر کے بارے میں دریافت کرتا اس خوف سے کہ میں کہیں شر میں نہ پڑ جاؤ۔ [بخاری رقم ۲۰۸۲ و مسلم رقم ۱۸۲۷]

اس لئے بدعت کی معرفت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، قاعدہ بھی ہے کہ ”جس چیز کے بغیر واجب کی ادائیگی نہ ہوتی ہو تو وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے“، اسی طرح شرک اور اس کی انواع و اقسام ہے کیونکہ جو شرک نہیں جانے گا اس میں بتلا ہو جائے گا، آج بہت سارے مسلمانوں میں اس کا باسانی مشاہدہ کیا جاستا ہے، آج کتنے مسلمان ہیں جو شرکی اعمال کے ذریعہ اللہ کا تقرب چاہتے ہیں، جیسے اولیاء کے نام نذر و نیاز، اولیاء و صالحین کی قسم کھانا، ان کی قبروں کا طواف کرنا، قبور پر مساجد تعمیر کرنا، غیرہ وغیرہ، اور یہ اس لئے کہ وہ شرک کی حقیقت نہیں سمجھتے ہیں، اس لئے صرف سنت کی معرفت کافی نہیں ہے، بلکہ اس کی متضاد بدعت کی بھی معرفت بیدضوری ہے، اور یہ اسے اپنانے

کے لئے نہیں بلکہ اجتہاب کے لئے ہے، جیسا کہ عربی شاعر کہتا ہے۔ ترجمہ: ”میں نے شر کی پہچان شر کے لئے نہیں بلکہ اس سے پہنچنے کے لئے کی ہے، جو خیر اور شر نہیں جانتا وہ شر میں بنتلا ہو جاتا ہے۔“  
لہذا اعلما و دعاۃ کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو شرک و بدعاں سے دور رہنے کی تلقین کریں اور تو حید و سنت کی روشنی کی طرف بیاں کیں۔

## چند مشہور بدعاں کے نام

عید میلاد النبی ﷺ، شب برأت، شب معراج، رجب کے کوئی نہیں، گیارہویں، قرآن خوانی، عرس و میلے، میت کا تجسس و سوال میسوں تیسوں چالیسوں کرنا، برتھڈے منانا، بزرگوں کے نام ختم دلانا، جمع کے تین خطبے دینا، صلاة غوثیہ، قضاۓ عمری، صلاۃ جمعہ کے بعد ظہر احتیاطی پڑھنا، شہر کی وفات پر بیوی کا لاکپڑا پہننا یا چوڑی توڑنا، تبلیغ دین کے نام پر چلے کرنا، صلاۃ الفیہ، صلاۃ الرغائب، اذان سے قبل صلاۃ وسلم پڑھنا، قرآن پڑھ کر اس کا ثواب دوسروں کو پھر کرنا، غیرہ وغیرہ۔

قبروں کی بدعاں

نمبر(۱) قبروں پر مسجدیں بنانا

اسلام میں قبروں پر مسجدیں بنانا حرام و ناجائز ہے، بڑی سختی سے اس عمل سے روکا گیا ہے، کیونکہ اس سے میت کے تعلق سے لوگوں میں انہی عقیدت بیجا قائم و غلوپیدا ہو جاتا ہے جو ایک شخص کو شرک تک پہنچادیتا ہے اس لئے اسے گناہ کبیرہ قرار دیا اور ایسا کرنے والوں پر اللہ کی احتنکی و عدید سنائی گئی ہے، چند حدیثیں ملاحظہ ہوں:  
 (۱) اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:  
 (لغة الله على المهوِّهِ وَ النَّصَارَى التَّحْذِيرُ أَقْبَلَ أَيَّاهُمْ مَسَاجِدَ يُحَذَّرُ مَا صَنَعُوا۔

”اے اللہ میری قبر کو عبادت گاہ بنانا، ایسی قوم پر اللہ کا سخت غضب ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو صلاۃ پڑھنے کی جگہ بنالیا۔“ (موطاب امام مالک کتاب النساء للصلوة حدیث رقم ۲۷۶)

اور مسند احمد میں اس طرح کے الفاظ ہیں (اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنَّا لَعْنَ اللَّهِ قَوْمًا أَنْحَدْنَا فِيهِنَّ مَسَاجِدَ) حدیث رقم (۵۰۵۷)

”اے اللہ میری قبر کو شن نہ بنانا اس قوم پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔“

(۳) جذب بن عبد اللہ الحنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا کہ:

(أَلَا أَنَّمِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ قُبُورُ أَنْبِيائِهِمْ مَسَاجِدٌ فَإِنَّ أَنْهَا كُمْ عَنِ ذِلِّكَ)

”خبردار! تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے تو میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔“ (صحیح مسلم تاب المساجد و موضع الصلاة باب انہی عن بناء المساجد على القبور رقم ۵۳۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (شِرَازُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ ثُدُرِ كُفَّهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالَّذِينَ أَتَحَدُّوا الْقَبُورَ مَسَاجِدَ) (مسند احمد رقم ۳۸۲۲، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیم رقم ۸۹۷)

”اللہ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جن پر قیامت قائم ہو گی اور وہ لوگ جنہوں نے قبروں کو مساجد بناؤالا،“

انہیں احادیث صحیح کی بناء پر چاروں مذاہب میں قبروں پر مسجدیں بنانا حرام ہے۔ شافعی مذهب میں گناہ کبیرہ ہے احتف کے یہاں مکروہ تحریکی ہے مالکیہ کے یہاں حرام ہے، حنابلہ کے یہاں بھی حرام ہے۔ (بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارچ ۲۰۲۳ء)

واضح رہے کہ اہل علم نے یہ صراحت کی ہے کہ اگر کسی مقام یا قبر پر کوئی بھی عبادت کی جائے جیسے صلاۃ و طواف وغیرہ تو گویا اسے مسجد بنالیا گیا، خواہ وہاں بطور مسجد عمارت تعمیر نہ کی جائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث ”جَعَلَتْ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَ طَهْرًا“ کا یہی معنی اور مفہوم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین نے الگ سے اپنے لئے ایک مسجد ضرار بنالی تھی، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں صلاۃ پڑھنے سے منع فرمادیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَا تَقْتُمْ فِيهِ أَبَدًا لِمَسْجِدٍ أَسْسَنَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَعْلَىٰ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ جَاهَلٌ يَحْبُّونَ أَنْ يَطْهَرُوا وَاللَّهُ يَحْبُّ الْمُطَهَّرِينَ، أَفَمَنْ أَسَسَ نَبِيَّاً هَذِهِ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرَطَّاً حَيْزَرَ أَمْ قَنَ أَسَسَ نَبِيَّاً هَذِهِ عَلَىٰ شَفَاعَةِ حَرْفٍ هَارِ فَانْهَازَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿سورة الطّالِمِينَ ١٠٨-١٠٩﴾

ترجمہ: ”آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں کہ وہ خوب پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے، پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھٹائی کے گرنے والے کنارے پر رکھی ہو، پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

پھر نبی کریم ﷺ کے حکم پر وہ مسجد ڈھاری گئی تھی، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اسی مسجد ضرار کے ڈھار دینے سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جن مکانات میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوتی ہے اسے ڈھار دیا جائے یا جلا دیا جائے نبی کریم ﷺ نے مسجد ضرار ڈھانے کا حکم دیا حالانکہ اس میں صلاۃ ہوتی تھی اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا چونکہ یہ مسجد مسلمانوں کے لئے ضرر سا ان کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے والی اور منافقوں کا ٹھکانہ تھی اس لئے اسے گرانے کا حکم دیا، اسی طرح ہر اس مکان کو گردابینا جس کا یہ حال ہو امام وقت پروا جب ہے۔ (زاد العاد)

محمد بن کبیر امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قبور کو مسجد بنانے میں تین امور شامل ہیں:

(۱) قبور کی طرف رخ کر کے صلاۃ پڑھنا۔

(۲) قبور پر سجدے کرنا۔

(۳) قبور پر مسجدیں بنانا۔ (احکام الجنائز ص ۲۷۹)

مسجد کبیر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”انہ کرام کااتفاق ہے کہ قبر پر مسجد نہیں بنائی جائے گی، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: تم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے قبور پر مسجدیں بنائی تھیں، خبردار اتم قبور پر مسجدیں نہ بنانا میں تھیں اس سے منع کرتا ہوں، مسجد میں کسی میت کو دفن کرنا بھی جائز نہیں ہے، اگر مسجد پہلے ہوا اور قبر بعد میں بنائی کئی ہو تو قبر کو تبدیل کر دیا جائے گا، یا تو قبر برابر کر دی جائے، یا پھر مردے کو قبر سے نکال دیا جائے، اور اگر پہلے قبر تھی اور اس پر مسجد بنائی گئی ہو تو مسجد کو ختم کر دیا جائے، یا پھر قبر کی صورت کو زائل کر دیا جائے، ایسی مسجد جو قبر پر ہو اس میں نہ فرض صلاۃ ہوتی ہے اور نہیں نفل اس لئے کہ یہ عمل شریعت میں ممنوع ہے۔“ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ / ۱۰۲/ ۲۰۱)

قب رسول ﷺ اور اس کے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ۔

جب قبور پر مساجد بنانے سے روکا جاتا ہے تو قبور کے پنجاریوں کے ذہن میں فوراً نبی کریم ﷺ کی قبر سامنے آجائی ہے، کہ اگر قبر پر مسجد بنانا ناجائز ہے تو پھر مسجد بنوی میں نبی کریم ﷺ کی قبر کیوں ہے، نیز اگر یہ

ناجائز ہے تو پھر سعودی عرب کی وہابی حکومت اسے کیوں نہیں گردانی، گرچہ یہ ساری باتیں جہالت اور ظلم و بہتان پر مبنی ہیں پھر مجھی میں اس مسئلہ پر تفصیل سے ازاول تا آخر بات رکھنا چاہتا ہوں تاکہ کسی قبر پرست کے لئے کوئی سنداقب نہ رہے۔

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام ﷺ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے بات چل ہی رہی تھی کہ آپ ﷺ کے یار غار ابو بکر صدیق ﷺ حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے وہ بات سنی ہے جسے میں کہی نہیں بھول سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں اسے دفن کرنا پسند ہوتا ہے“ لہذا آپ ﷺ کو گھر ہی میں دفن کرو۔ (سنن ترمذی کتاب الجنازہ رقم ۱۴۸۱ و ۱۴۸۲ و ۱۴۸۳ و ۱۴۸۴ و ۱۴۸۵ و ۱۴۸۶ و ۱۴۸۷ و ۱۴۸۸ و ۱۴۸۹ و ۱۴۹۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ کی وفات میری گود میں ہوئی اور میرے گھر میں انہیں دفن کیا گیا“۔ (صحیح بخاری حدیث رقم ۱۴۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی تدفین مسجد میں نہیں بلکہ مسجد سے باہر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہوئی ہے اس امر میں کسی بھی عالم دین کا کوئی اختلاف نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور باقی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے کمرے مسجد کے مشرق میں قبلہ کی طرف مسجد سے باہر تھے ان کے کمرے اور مسجد کے درمیان ایک دیوار کا فاصلہ تھا جس میں دروازہ بھی تھا اسی دروازہ سے نبی کریم ﷺ مسجد جایا کرتے تھے۔ (دیکھے الجواب الابرار ص ۱۲۳)

امام محمد بن عبد الرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سنن یہ ہے کہ میت کو قبرستان میں دفن کیا جائے، نبی کریم ﷺ سے تو اتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ مردوں کو بقیع میں دفن کرتے تھے، سلف میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ انہیں قبرستان کے علاوہ کسی دوسری جگہ دفن کیا گیا ہو، البتہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں تو اتر سے ثابت ہے کہ انہیں ان کے گھر میں دفن کیا گیا اور یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے“۔ اس کے بعد آں موصوف رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق حدیث بیان کی۔

معلوم یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں دفن ہی نہیں کئے گئے بلکہ اپنے گھر میں دفن کئے گئے، غالباً اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ کی قبر نمایاں نہ ہو جس سے جاہل عوام فتنہ میں پڑ جائیں اور پھر آپ کی قبر کی پوجا پاٹ شروع کر دیں اور یہ نبی کریم ﷺ کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا، آپ ﷺ نے مرض الموت میں دعا فرمائی تھی: اے اللہ تو میری قبر کو دشمن نہ بننے دینا اس قوم پر اللہ کا سخت غضب نازل ہو جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بناؤالا۔ (حدیث گذر بچی ہے)

الله رب العالمین نے آپ کی دعا قبول فرمائی، الحمد للہ بھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر و شہادت کی قبر و شہادت نہ بنی، جس طرح دوسری کی قبروں کو وشن اور عبادت گاہ بنالیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر محفوظ رہی نہ وہاں آج تک کسی نے سجدہ کیا اور نہ ہی ان شاء اللہ کر سکتا ہے اور نہ ہی آپ کی قبر کا بھی طواف ہوا، اور نہ ہی آپ کی قبر پر صلاة پڑھی گئی، آج جاہل و قبر پر سرت مسلمان جو بھی مسجد نبوی میں جا کر کرتے ہیں وہ آپ کی قبر کے پاس نہیں ہوتا ہے وہ قبر مبارک سے باہر ہوتا ہے آپ کی قبر تو بھی بھی نہیں جا سکتی اور نہ وہاں تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے چنانچہ وہاں کسی کو شرک کرنے کا موقع ملے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر فن کئے گئے تھے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی قبر کس طرح اور کب مسجد کے احاطے میں شامل ہوئی اس حقیقت کو جانے کے لئے مسجد نبوی کی توسیعات پر نظر ڈالنا ضروری ہے، خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی تو آپ نے مسجد کی توسیع کی ضرورت محسوس کی، جس کے لئے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور عباس رضی اللہ عنہ کے کروں کو چوڑ کر آس پاس کے دیگر کروں کو خرید کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تعمیر پر مسجد کی توسیع کر دی، امہات المؤمنین کے کروں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی طرف توسیع کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (دیکھنے الاطبقات لابن سعد ۲/۱۵، تغیری الساجد من اخذا القبور مساجد ص ۲۵)

چونکہ مسجد نبوی کے مشرق میں امہات المؤمنین کے جھروں کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تھی جس کی وجہ سے توسیع کی گنجائش نہیں تھی، جب تیرے خلیفہ راشد عثمان غفرانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آتا ہے تو انہوں نے بھی مسجد کی خوب توسیع کی، البتہ جس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک تھی ادھر انہوں نے کوئی توسیع نہیں کی۔ (دیکھنے بخاری حدیث رقم ۲۲۵) معلوم ہوا کہ دونوں خلیفہ راشد رضی اللہ عنہما نے مسجد نبوی کی توسیع تو کی البتہ امہات المؤمنین کے جھروں کو مسجد میں داخل کرنے سے احتراز کیا، مسجد اسی حالت پر باقی رہی، جب ولید بن عبد الملک کی خلافت کا دور آتا ہے تو وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے فقہاء و علماء کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر جو جھر عائشہ نیز باقی امہات المؤمنین کے جھروں کو مسجد میں شامل کر دیا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین کے جھرے مسجد کے مشرق میں تھے ولید کے زمانہ خلافت میں مسجد کی توسیع ہوئی، مسجدوں کی توسیع اس کا محجوب عمل تھا، اسی نے مسجد حرام، مسجد دمشق اور دیگر مسجدوں کی توسیع کی، اس نے مدینہ کے والی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو ان لوگوں سے کمرے خریدنے کا حکم صادر فرمایا جنہیں امہات المؤمنین سے وراثت میں ملے تھے اور پھر انہیں مسجد میں اضافہ کا حکم دیا، اسی دن سے جھرے مسجد میں شامل ہوئے اور یہ اس وقت ہوا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اکثر کی وفات ہو گئی تھی، ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید الخنجری اور عائشہ رضی اللہ عنہا جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی وفات ہو چکی تھی، مدینہ میں کوئی صحابی باقی نہ تھا، مشہور تابعی سعید بن المسمیب

رحمہ اللہ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر)

اس کے بعد امام موصوف فرماتے ہیں: ”ولیدا بنے باپ عبد الملک کی وفات کے بعد اسی (۸۰) ہجری کی دہائی میں خلیفہ بنا، اس وقت مدینہ میں تمام صحابہ کرام کی وفات ہو گئی تھی، آخری صحابی جن کی مدینہ میں وفات ہوئی وہ جابر بن عبد اللہ ہیں جو سنہ ۷۸ میں مدینہ میں وفات پائے، اور حجروں کو مسجد میں داخل کرنے کا سانحہ ان کی وفات کے دس سال بعد پیش آیا، دوسرے شہروں میں گئے چند صحابہ کرام بقیدِ حیات تھے، ابتو مراثیل انس بن مالک تھے بصرہ میں تھے ان کی وفات ولید کی خلافت میں ۹۰ ہجری کے بعد ہوئی۔“ (الجواب الباہر ص ۲۸۳ و مابعدہ باختصار)

امام ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حجۃ عائشہ کو ولید بن عبد الملک کی خلافت میں شامل کیا گیا، اس وقت مدینہ میں کوئی صحابی باقی نہ تھا، آخری صحابی جن کی مدینہ میں وفات ہوئی وہ جابر بن عبد اللہ ہیں جو عبد الملک بن مروان کے دور خلافت ہی میں سنہ ۷۸ ہجری میں وفات پا گئے تھے۔ جبکہ ولید سنہ ۸۶ ہجری میں خلیفہ بنا اور ۹۶ ہجری میں اس کی وفات ہوئی اور حجروں کو مسجد نبوی میں داخل کرنے کا عمل اس کے درمیان کا ہے۔“ (اصارام المکنی ص ۱۳۶)

تعین کے ساتھ یہ واقعہ سنہ ۸۸ سے لے کر سنہ ۹۱ ہجری کا ہے یعنی اس توسعہ پر تین سال صرف ہوئے۔ یہی ذہن نشین رہے کہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں مدینہ منورہ کے والی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تھے جو بعد میں خلیفۃ المسلمين بنے، وہ بڑے عادل وزاہد اور نیک خلیفہ گزرے ہیں، وہ خود ایک عالم دین تھے اور علماء کی حد سے زیادہ قدر اور تکریم کرتے تھے، جب ان کے پاس خلیفہ ولید بن عبد الملک کا فرمان پہنچا جس میں مسجد نبوی کو تینوں طرف مشرق مغرب اور شمال سے دوسو گز لمبی اور دوسو گز چوڑی توسعہ کرنے کا حکم تھا، جس کی تکمیل میں امہات المؤمنین کے مجرے درمیان میں آتے تھے اس لئے انہیں بھی منہدم کر کے مسجد میں شامل کرنے کا حکم دیا، اس کا خیال تھا کہ اگر ایک طرف مسجد کی توسعہ کردی جاتی ہے تو منبر اور محراب درمیان میں نہیں ہوں گے اس لئے اس نے تینوں طرف سے توسعہ کا حکم دیا حالانکہ یہ اس کی کم علیٰ تھی، منبر و محراب کا مسجد کے وسط میں رہنا ضروری نہیں ہے، چونکہ معاملہ بڑا حساس اور خالص شرعی تھا اس لئے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مدینہ کے علماء سے مشورہ طلب کرنا ضروری سمجھا اس وقت مدینہ میں دس فقیہاء کافی مشہور تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں سعید بن الحسیب، ابوبسلم بن عبد الرحمن، قاسم، سالم، عروفة بن الزبیر، سلیمان بن یسuar، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، تقبیہ بن ذویب، ابأن بن عثمان، اور خارج بن زید، بن ثابت رحمہم اللہ جمیعاً، والی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ان فقیہاء، وعلماء کو طلب کیا اور ولید کا فرمان پڑھ کر سنایا، سننے کے بعد ہر ایک نے اس کی مخالفت کی اور ازاوج مطہرات کے حجروں کو اسی حالت پر رہنے دینے کا مشورہ دیا، فقیہاء مدینہ کی اس

متقدراۓ سے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے خلیفہ ولید بن عبد الملک رحمہ اللہ کو آگاہ کیا، اس کے باوجود ولید نے مسجد کے انہدام کا حکم صادر فرمایا جس کو نافذ کرنے کے علاوہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے پاس کوئی چارہ کا نہیں تھا اور پھر چار و ناچار جگہے مسجد کے احاطے میں شامل ہو گئے۔ (دیکھنے البابیہ و النہایہ ۲۱۳/۳۱۳ و مابعد)

اس تفصیل سے یہی معلوم ہوا کہ اہل بدعت کی طرف سے جو یہ عوی کیا جاتا ہے کہ ولید بن عبد الملک پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا سراسر جمود پر مبنی ہے، جب اس وقت صحابہ کرام موجود ہی نہیں تھے تو پھر انکار کون کرتا، البتہ تابعین کرام کی ایک جماعت موجود تھی اس لئے انہوں نے انکار کیا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ولید نے جو کچھ کیا اس کے عدم جواز پر تابعین نے کلام کیا بالخصوص سعید بن الحمیب، جو اس وقت تابعین میں سب جملہ الفرق تھے، امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا، تابعین میں سب سے افضل کون ہیں؟ جواب دیا سعید بن الحمیب، پھر جب ان سے کہا گیا علقہ اور اسود کیا کم ہیں؟ فرمایا: سعید بن الحمیب یہ دونوں توان سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ (الجواب البابری ۲۸۷-۲۸۶)

یہ بات تیقین طور پر ناقابل یقین ہے کہ تابعین نے اس کا انکار نہیں کیا بالخصوص سعید بن الحمیب رحمہ اللہ تو اس حدیث کے روایوں میں سے ہیں جس میں مسجد کو قبر بنانے سے سختی کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے، تو پھر کیونکروہ انکار نہ کرتے جب کہ ان کی جرأت حق گوئی مشہور و معروف ہے، اور پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کریں لیا جائے کہ کسی کی طرف سے انکار نہیں کیا گیا تو اس سے بھی جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ عمل نبی کریم ﷺ کی واضح صریح صحیح احادیث کے سراسر خلاف ہے جس میں قبر کو مسجد بنانے سے منع کیا گیا ہے، لہذا ہمارے لئے دلیل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے، کسی کا انکار کرنا یا کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اصل دلیل تو کتاب و سنت صحیح ہے۔

یہ بات بھی ذہن نہیں رہے کہ ولید نے نبی کریم ﷺ کی احادیث صحیح کے خلاف قبر کو مسجد میں داخل تکریدیا البتہ اس کے لئے کچھ اس نے تدایر اختیار کیں تاکہ دوران صلاة قبر رسول ﷺ سامنے نہ پڑے، اس کے لئے اس نے قبر پر ایک اوپنی اور گول دیوار اس کے بعد ایک مشٹ پھر ایک اور دیوار قائم کی تاکہ صلاة پر ہنے والے کے سامنے قبر رسول ﷺ نہ ہو، حالانکہ میرے ناقص علم کے مطابق ان تدایر و اختیارات کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہوا کیونکہ یہ ساری دیواریں احادیث رسول ﷺ کو سما کر کے قائم کی گئیں، ان اختیارات سے اس کا عمل بھی بھی جائز نہیں ہو سکتا، اس نے جو کچھ کیا وہ نبی کریم ﷺ کی واضح و روشن تعلیمات کے سراسر خلاف تھا۔ اللہ اسے معاف فرمائے آمین!

امام ابن باز رحمہ اللہ نے بھی اس عمل کو غلط قرار دیا ہے، آں موصوف ایسی مسجد جس میں قبر ہو اس میں صلاة

پڑھنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: (لما وسعته الولید بن عبد الملک أمير المؤمنين في زمانه على رأس المائة الأولى من الهجرة، وأدخل الحجر، حجر النبي ﷺ في المسجد، دخلت حجرة عائشة من ضمنها و كان علماء وقتها قد نصحته بأن لا يدخله، ولكن رأى أن ادخاله لا يضر لأن مدفون في بيته والتوسيع تدعوه إلى ذلك، وقد أساء في هذا بعفو الله عنده عن كل مسلم، فالمقصود أنه ﷺ دفن في بيته وليس في المسجد وإنما البيت أدخل في المسجد فهو الآن في بيته لا في المسجد ولا يجوز أن يقتدي بذلك فنقول ندفن في المسجد لأن قبر النبي ﷺ في المسجد لا قبر النبي ﷺ في بيته، في بيته، ولكن دخلت الحجرة برمتها في المسجد من أجل التوسعة، فالواجب على المسلمين أن يحدرو الدفن في المساجد وأن يستثوا أمر الرسول ﷺ في النهي عن ذلك، يقول ﷺ "لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور آبائهم مساجد، فالمساجد لا يدفن فيها)" آتی۔

ترجمہ: "جب پہلی صدی ہجری میں اپنے وقت کے امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک نے مسجد (نبوی) کی توسعہ کی تو جرہ عائشہ سمیت نبی کریم ﷺ کے سارے ہجروں کو مسجد میں داخل کر دیا، علماء وقت نے اس سے منع کیا، لیکن اس کا خیال یقنا کہ چونکہ نبی کریم ﷺ اپنے ہجرہ میں مدفون کرنے کے لئے ہیں نیز اس کے بغیر توسعہ نامکمل رہے گی، بہر کیف اس نے غلط کیا اللہ ہمیں اسے اور سارے مسلمانوں کو معاف فرمائے، مقصود کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے ہجرے میں مدفون ہیں نہ کہ مسجد میں، کیونکہ آپ کا ہجرہ بعد میں مسجد میں داخل کیا گیا لہذا آج بھی آپ ﷺ اپنے ہجرے ہی میں آرام فرمائیں نہ کہ مسجد میں، اس عمل کی اقتداء جائز نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ آپ ﷺ کی مسجد میں مدفون ہیں لہذا ہم بھی اپنے مردوں کو مسجد میں دفن کریں گے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مسجد میں نہیں ہے، آپ اپنے ہجرے میں مدفون ہیں، آپ اپنے ہجرے میں مدفون ہیں، آپ کا ہجرہ توسعہ کے سبب مسجد میں داخل کیا گیا، لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے مردوں کو مسجدوں میں دفن کرنے سے پرہیز کریں، ان کو چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کے اس قول کی بیروی کریں، جس میں آپ ﷺ نے مسجدوں کو قبرستان بنانے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "يَهُود و نَصَارَىٰ إِنَّمَا قَبْرُهُمْ بَنَاؤُهُمْ لَا مَسَاجِدُ دُفْنٍ كَمَا لَمْ يَنْبُغِي"۔

اب رہایہ سوال کہ جب اس طرف توسعہ ہو گئی تو اس جانب صلاۃ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الحمد للہ آج مسجد نبوی بیچ وسیع و عریض ہے، وہاں صلاۃ پڑھنا کوئی مجبوری نہیں ہے، اس لئے ایک موحد مقیم سنت کو کسی دوسری جانب صلاۃ ادا کرنا چاہئے، یہی زیادہ بہتر اور افضل ہے، اور یہ عام مشاہدہ بھی ہے کہ اس جانب وہی لوگ

صلاتہ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جو سلف صالحین کے عقیدہ منجع پر نہیں ہوتے یا ان کے عقیدہ منجع میں کوئی مذکوری خلل ضرور ہوتا ہے، خالص قبیع سنت اس طرف صلاتہ پڑھنے سے گریز کرتے ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ کے دور طبع علمی کا یہ میرا مشاہدہ ہے، کہ خالص قبیع سنت کمھی وہاں صلاتہ نہیں پڑھتے، لیکن باوجود یہ کہ اس جانب صلاتہ پڑھنے سے احتراز زیادہ بہتر ہے، پھر بھی اگر کوئی وہاں صلاتہ پڑھتا ہے تو ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں ہے، وہاں صلاتہ پڑھنے کا وہی اجر ہے جو مسجد بنوی کے باقی حصہ کا ہے۔ واللہ عالم۔

### چند شبہات اور ان کا ازالہ

اہل باطل و خرافات جو قبروں پر مساجد کی تعمیر کو جائز سمجھتے ہیں وہ اپنی طرف سے کچھ شبہات پیش کرتے ہیں جن کی حیثیت اہل علم کے نزدیک مکری کے جالے اور ریت کی دیوار سے زیادہ نہیں ہے، ان کا حال یہ ہے کہ محکم صاف و شفاف اور صریح واضح آیات و احادیث کو چھوڑ کر متشابہ آیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو اہل باطل اور گمراہ لوگوں کی بھیش سے روشن اور بیچان رہی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ آيَاتٌ مُّحَكَّمَاتٌ هُنَّ الْكِتَابُ وَأَنْحَرُ مُتَشَابِهَاتٍ فَإِنَّ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيُبَيِّنُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ إِنَّمَا يَفْتَنُونَ أَنفُسَهُمْ فَأُولَئِكَ لَا يَعْلَمُونَ قَوْلَهُ إِلَّا اللَّهُ الْأَعْلَمُ إِنَّ اللَّهَ لَذِكْرُهُ أَكْبَرُ﴾ (آل عمران: 7)

ترجمہ: ”وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب انتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قتنی کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے ہیں، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور فصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔“

آگے کی سطروں میں انہیں کے کچھ مشہور شبہات پیش کئے جا رہے ہیں ساتھ ہی کتاب و سنت صحیح اور اہل حق علماء سے ہر ایک کا تشفی بخش جواب بھی۔

پہلا شبہ: سورۃ الکہف کی اس آیت سے ہے: ﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَخَذُنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ (آیہ: ۲۱)

”جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔“

ان کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اصحاب کہف کی قبر پر مسجد بنائیں گے تاکہ لوگ آ کر وہاں

صلات ادا کریں، ان کا کہنا ہے کہ اگر قبروں پر مساجد بنانا ناجائز ہے تو پھر اصحاب کہف جواہل توحید تھے ان کی طرف سے قبر پر مسجد بنانے کی بات کیوں کہی گئی؟

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ غلبہ پانے والوں سے مراد کون ہیں اہل ایمان یا اہل کفر؟ اس امر میں اہل علم کا اختلاف ہے، خبرامت عبد اللہ بن عباس رض فرماتے ہیں اس سے ان کے شمشن یعنی کفار مراد ہیں (تفسیر الطبری ۲۰۵/۸)

مشہور مفسر قرآن امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (والظاهر أن الذين قالوا ذلك هم أصحاب

الكلمة والنفوذ ولهم هؤلئك هم محمودون؟ فيه نظر لأن النبي ﷺ قال: لعن الله اليهود والنصارى)

”ظاہر یہ ہے کہ اس کے کہنے والے اصحاب اثر و نفوذ ہیں، لیکن ان کا یہ عمل قابل تعریف نہیں، کیونکہ نبی

کریم ﷺ نے قبروں پر مسجد بنانے کے جرم میں یہود و نصاری پر لعنت بھیجی ہے۔“ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر)

غلبہ پانے والوں سے کون مراد ہیں؟ اس مسئلہ میں گرچہ اختلاف ہے لیکن بلاشبہ راجح یہی ہے کہ ان سے مراد رومنی سلطنت کے ارباب اقتدار اہل کفر ہیں، جن کے پاس طاقت و شوکت تھی، جو کچھ بھی کر گذرنے کی پوزیشن میں تھے، ان کے سامنے صالح العقیدہ نصرا نیوں کی بات نہ چلتی تھی، کیونکہ یہی صحیح احادیث اور قرآن کے منشاء کے موافق ہے، قرآن کریم کی تعبیر ”غلوب على أمرهم“ میں خود سری اور زبردست کامفہوم موجود ہے، اور یہ قابل نہ مدت پہلو ہے، ترجیحان القرآن عبد اللہ بن عباس رض نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے، اور اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر ہی لیا جائے کہ اس سے مراد اہل ایمان ہیں تو بھی اس میں ہمارے لئے کوئی دلیل وجود نہیں ایک توہہ نبی کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، جن میں آپ ﷺ نے قبروں کو عبادت گاہ بنانے سے بڑی سختی اور صراحت کے ساتھ منع فرمایا ہے، دوسرے یہ سابق قوم کا عمل ہے جن کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے، قابل عمل نہیں رہی، تیسرا یہ کہ اگر غلبہ پانے والوں سے مراد اہل ایمان ہی ہیں تو یہ بات نامنہاد مسلمانوں کی طرف سے پیش کی گئی ہو گی جس طرح اس زمانہ میں نامنہاد مسلمانوں کی کمی نہیں بلکہ وہی باعتبار عدد کثرت میں ہیں، اور انہیں کے پاس قوت و آواز بھی ہے، اسی طرح اس زمانہ میں بھی نامنہاد مسلمانوں نے یہ بات کہی ہو گئی بلکہ اس میں کوئی دلیل نہیں۔

قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس گمراہی کو بطور قول و حکایت نقل کیا ہے نہ کہ بطور حکم وامر بلکہ اس آیت سے قبروں پر مساجد بنانے کے لئے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ اللہ کے خوف سے جس کا دل معمور ہو ہو کیسے یہ جرأت کر سکتا ہے؟ افسوس درافوس! قرآن مجید میں اہل کفر و شرک کے جس گمراہانہ فعل کو حکایۃ ذکر کیا گیا، اور جن کی پیروی کو مخلالت و گمراہی کا سبب قرار دیا گیا، آج اسی کو دلیل وجودت ہٹھرا کر نبی کریم ﷺ کی تمام تر تصریحات کو پس پشت ڈال کر شرک و بدعت کا بازار اگرم کیا جا رہا ہے۔ اللہ المستعان۔

دوسرا شہبہ: نبی کریم ﷺ نے دوران حج، منی میں واقع مسجد الحنفی میں صلاة پڑھی ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ وہاں ستر نبیوں کی قبر ہے لہذا اگر عیل ناجائز ہے تو پھر نبی کریم مسجد میں کیوں صلاة پڑھی؟ جواب: اس میں کوئی مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دوران حج جب تک منی میں قیام فرمائے مسجد الحنفی ہی میں صلاة ادا کرتے رہے، لیکن جس حدیث میں ستر نبیوں کی قبر کا تذکرہ ہے وہ تحریف ہے اصل اور صحیح حدیث یہ ہے کہ اس میں ستر نبیوں نے صلاة پڑھی ہے۔ (دیکھنے تجوید الراسجلا مام الابانی)

اور بغرض صحت حدیث اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر قبریں تھیں بھی تو ان کے نشانات مت چکے ہیں کوئی قبر ظاہر نہیں ہے اور قبروں پر مساجد بنانے کی ممانعت اس صورت میں ہے جب قبریں ظاہر اور واضح ہوں۔

تمیری بات جو اس حدیث کو ضعیف اور باطل بنانے کے لئے کافی ہے وہ یہ کہ مملکت سعودی عرب کی طرف سے فی الحال وہاں جو مسجد بنی ہوئی ہے وہ انتہائی عالیشان کافی بڑی اور مضبوط ستونوں اور بنیادوں پر قائم ہے جو زمین میں کافی گہرائی تک کھدائی کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس کے باوجود کھودنے والوں نے وہاں انسان کے جسم کا کوئی شان نہیں پایا، اگر وہاں ستر نبیوں کی قبریں ہیں تو کسی نہ کسی نبی کی نعش مبارک مانا چاہیے کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق انبیاء کرام ﷺ کے اجسام مبارک محفوظ رہتے ہیں زمین انہیں کھانہیں سکتی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث جس سے وہ استدلال کرتے ہیں سراسر ضعیف ہے۔ واللہ العالم (دیکھنے بعد القبور ص ۱۹۲)

تمیر اشہبہ: اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس عیل علیہ السلام اور ان کی ماں ہاجر کی قبر مسجد حرام میں ہے، بکہ مسجد حرام کہ ارض کی سب سے افضل مسجد ہے جس میں ایک ایک ایک لاکھ ملتا ہے، جب ایسی بابرکت مسجد میں قبر ہے اور اس میں ایک صلاة کا سب سے زیادہ ثواب ہے تو پھر وسری مسجدوں میں اگر قبر ہے تو کیا حرج ہے؟

جواب: اس کے چھ جوابات ہیں۔

نمبر (۱) جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے وہ ضعیف ہی نہیں بلکہ باطل و موضوع ہے، حدیث کی کسی بھی معتبر کتاب میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے، اور محدثین کرام کے یہاں حدیث کے موضوع یا ضعیف ہونے کی ایک اہم علمات یہ ہی ہے کہ کسی معتبر و مشہور کتاب میں اس کا کوئی سراغ نہ ملتا ہو۔ (دیکھنے تجوید الراسجلا ص ۵۷)

نمبر (۲) اس وقت دنیا میں ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی بھی نبی کی قبر کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں نبی کی قبر فلاں جگہ ہے، کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور اس عیل علیہ السلام ایک نبی ہیں جس طرح دیگر انبیاء کرام و رسول عظاوم ﷺ کی قبریں معلوم نہیں ٹھیک اسی طرح ان کی بھی قبر معلوم نہیں لہذا یہ ناممکنات میں سے

ہے کہ مسجد حرام میں اساعیل علیہ السلام اور ان کی ماں کی قبر ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ علیہ اساعیل علیہ السلام اور ان کی ماں کی قبر ہو۔  
اماکن کے علاوہ کسی نبی کی قبر معروف نہیں ہے، (مجموع الفتاویٰ ۲/ ۲۲۳)

آئیے چلتے چلتے جھوٹی قبروں میں سے کچھ مشہور قبروں کا ذکر بھی کر دیا جائے:

(۱) نوح ﷺ کی قبر عراق میں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لبنان کی کسی پہاڑی پر ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے۔

(۲) ابراہیم ﷺ کی قبر دمشق میں ہے جسے مغارۃ التلیل کہا جاتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۳) دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی حصہ میں جس جگہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں ہود ﷺ کی قبر

ہے یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۴) دمشق میں جامع آموی کے اندر جو لوگڑی کا مجسم ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے نیچے

یحیی ﷺ کا سر ہے یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۵) اردن میں شعیب ﷺ کی قبر کی کوئی اصل نہیں ہے۔

جواب نمبر (۳) تمام انبیاء کرام کی دعوت کا مرکزی و بنیادی عکتہ تو حیدر ہاہے، اور قبر پر مسجد بنانا پھر اس میں صلاة ادا کرنا یہ تو حیدر کے خلاف ہے اہم ایسا نامکن ہے کہ اساعیل ﷺ اپنی ماں کو مسجد حرام میں دفن کریں اور پھر بعد میں انہیں بھی مسجد ہی میں دفن کر دیا جائے۔

جواب نمبر (۴) قبروں پر مساجد کی تعمیر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے یہاں حرام رہی ہے، اگر ان کے دین میں یہ چیز حرام نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ کبھی یہ ہو ونصاری پر لعنت نہیں بھیجتے، آپ ﷺ کا لعنت بھیجا ہی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ قبروں پر مسجد کی تعمیر ہر نبی کے یہاں حرام و جرم رہا ہے، کیونکہ اگر یہ عمل جائز تھا تو گویا نبی کریم ﷺ نے ایک جائز عمل پر یہ ہو ونصاری کو لعنت کا مستحق ٹھہرا�ا، جو سراسر عقل و عقول کے خلاف ہے۔

جواب نمبر (۵) اگر اس اثر کو صحیح مان بھی لیا جائے کہ اساعیل ﷺ اور ان کی والدہ ہاجر کی قبر مسجد حرام میں ہے تو بھی اس سے قبروں پر مساجد کی تعمیر کا جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ نہ ان کی قبریں ظاہر ہیں اور نہیں ان کا کوئی نشان موجود ہے یہی نہیں بلکہ مسجد حرام کے کس کونے میں ہے تینیں طور پر کوئی نہیں بتا سکتا، اور حرمت اس صورت میں ہوتی ہے جب قبر ظاہر اور نظر میں آنے والی ہو ورنہ بہت کم زمین ایسی ملے گی جہاں کوئی قبر نہ ہو ارشاد ربانی ہے «آلَمْ تَجْعَلِ الْأَرْضَ كَفَّاتًا؟ أَخْيَارًا وَأَمْوَاتًا» (سورہ المرسلات ۲۶-۲۵)

”کیا ہم نے زمین کو سیئنے والی نہیں بنایا، زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔“

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”زمین کی پشت زندوں کے لئے اور اس کا پیٹ مردوں کے لئے ہے“

(بدع انکور ۱۹۳)

لہذا ہمیں زمین کی تنتیش اور اس کے اندر قبروں کی تلاش جستجو کا حکم نہیں دیا گیا، اس ظاہر میں قبر نظر نہیں آتی چاہیے اندر خواہ قبر ہو یا نہ ہو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

مجددین و ملت امام آلبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس مسئلہ میں اعتبار ظاہری قبروں کا ہے، رہی زیر زمین قبروں کا حال تو اس سے ظاہر میں کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا، شریعت اس طرح کا حکم لگانے سے منزہ ہے، کیونکہ ہم بطور ضرورت بھی جانتے ہیں اور مشاہدہ بھی ہے کہ ساری زمین زندہ لوگوں کا قبرستان ہے۔ (تحذیر المساجد ص ۷۷)

جواب نمبر (۲) نیز اگر مسجد حرام میں ان کی قبر ہے تو یہ اس امت کا عمل نہیں سابقہ قوم کا عمل ہے جس میں ہمارے لئے کوئی جنت نہیں ہے، ہمارے لئے جنت قرآن و سنت صحیح ہے، کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بصراحت قبروں پر مساجد کی تعمیر سے منع فرمایا ہے۔

چوتھا شہبزادہ: اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ جب صحابی رسول ابواصیر ﷺ کی وفات ہو گئی تو ان کے ساتھی ابو جندل ﷺ نے ان کی صلاة جنازہ پڑھی اُنہیں دفن کیا اور پھر بعد میں ان کی قبر پر مسجد بنائی اور یہ سب کچھ زمانہ رسالت میں ہوا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ضرور ہوئی ہو گئی لہذا قبروں پر مسجد بنانا اگر حرام ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل ﷺ کے اس عمل پر کیوں نہیں نکیفر فرمائی۔

جواب نمبر (۱) ابواصیر اور ابو جندل رضی اللہ عنہما کا واقعہ حدیث و سیرت کی معجزہ کتابوں میں موجود ہے لیکن یہ زیادتی کہ ابواصیر کی قبر پر ابو جندل نے مسجد بنائی کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے کا واقعہ موصوع، من گھڑت و باطل اور ان پر سراسر تہمت وال الزام ہے۔

(اس کے لئے دیکھئے تحذیر المساجد من اتخاذ القبور مساجد للإمام الالباني رحمه الله)

نمبر (۲) بغرض صحبت و اقدح یہ صحابی کا عمل ہے اور صحابی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل کے خلاف ہو تو اس میں کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

نمبر (۳) بغرض صحبت و اقدح یہ کی وفات سے بہت پہلے کا واقعہ ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے صرف پانچ دن قبل لوگوں کو اس سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے لہذا ابو جندل ﷺ کا عمل منسوخ ہو چکا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جن دلائل سے قبروں کے پیاری استدلال کرتے ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت

نہیں ہے وہ سراسر باطل اور لغو ہے اللہ تعالیٰ انہیں بداعیت نصیب فرمائے آمین!

### بدعت نمبر (۲): قبروں کے پاس صلاة پڑھنا

نہ صرف قبروں پر مسجد بنانا حرام بلکہ مسجد بنائے بغیر قبر کے پاس صلاة پڑھنا بھی حرام ونا جائز ہے، یہ سختیاں صرف اس لئے ہیں تاکہ آگبینہ تو حید کو خراش تک نہ آئے، کیونکہ قبر کے پاس صلاة پڑھنے سے یہ بات ذہن میں آسکتی ہے کہ صاحب قبر کے لئے صلاۃ ادا کی جا رہی ہے، جبکہ صلاۃ ایک عبادت ہے جو صرف اللہ کے لئے ادا کی جاتی ہے۔ قبر کے پاس صلاۃ پڑھنے کی ممانعت پر چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ابو مرشد الغنوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقَبْوَرِ وَلَا تَصْلُوا إلَيْهَا) ترجمہ ”قبروں پر نہ میٹھوا رہے یہ اس کی طرف رخ کر کے صلاۃ پڑھو۔“

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النهي عن الجلوس على القبور والصلاۃ عليه حديث رقم ۹۷۲)

(۲) اور ابو سعید الخدري رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الْأَرْضُ كَلْمَهَا مَسْجِدُ الْأَكْبَرِ فَوْقَ الْحَمَامِ) ترجمہ: ”قبستان اور حمام کے علاوہ پوری زمین سجدہ گاہ ہے۔“

(سنن أبو داؤد کتاب الصلاۃ باب في الموضع الذي لا جلوز فيها الصلاۃ حديث رقم ۳۹۲، وسنن الترمذی کتاب الصلاۃ باب ما جاء أن الأرض كلها مسجد الا المقررة والحمام حديث رقم ۳۱۷)

(۳) انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (نهی النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلاۃ بین القبور)

”یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے درمیان صلاۃ پڑھنے سے منع کیا ہے۔“ (مسند البزار قال الہیشمی فی

مجموع الزوائد: رواه البزار و رجال الصحیح ۲/۲، حکماں ص ۱۳۸)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اجعلو فی بیوتکم من صلاتیکم و لاتسجدو ها قبوراً۔“ اپنے گھروں میں بھی صلاۃ پڑھو انہیں قبریں نہ بناو۔“ [بخاری ۲/۲، ۲۳۲، ۱۸۷، ۲۷۷]

یعنی جس طرح قبرستان میں صلاۃ پڑھنا جائز ہے اس طرح گھر کو نہ بناو بلکہ گھروں میں نظری صلاۃ پڑھا کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو جن گھروں میں صلاۃ نہ پڑھی جائے وہ شرعاً قبرستان کی طرح ہو جاتے ہیں، دونوں میں فرق کرنے کا طریقہ بتایا گیا کہ گھروں میں صلاۃ پڑھی جائے اور قبروں پر نہ پڑھی جائے۔

وفي رواية مسلم ”لَا تَجْعَلُو ابْيُؤْتَكُمْ قُبُورًا

”یعنی تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناو۔“

ساری حدیثوں کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر خواہ آگے ہو یا پیچھے دائیں ہو یا بائیں ہر صورت میں

قبرستان میں صلاۃ پڑھنا منع ہے یہی ائمہ ارجو عدو گیر ائمہ کرام رحمہم اللہ کا مسلک و مذهب ہے۔ (اس کے لئے دیکھنے تحدیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد للإمام الألبانی رحمه الله)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قبرستان میں صلاۃ پڑھنا جائز نہیں، جو قبرستان میں صلاۃ پڑھے گا اسے درہ رانا ہو گا“۔ (الاختیارات الحلیہ ص ۲۵)

ابتک کسی کی تدفین کے معمولی عرصہ بعد اگر کوئی اس کی قبر پر جا کر صلاۃ جنازہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی مسجد میں جھاڑواگانے والی خاتون کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر جا کر صلاۃ جنازہ پڑھی تھی۔ (صحیح بخاری: رقم ۱۳۰، صحیح مسلم: رقم ۹۵۸)

### بدعت نمبر (۳): قبروں کو پختہ کرنا

قبروں کو پختہ کرنا یہ بھی شریعت میں منوع ہے، یہ اسراف و فضول خرچی تو ہے ہی، شرک کا چور دروازہ بھی ہے، اس لئے قبروں کو پختہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ أَنْ يَجْعَصُ الْقَبْرَ أَنْ يَقْعُدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يَنْتَيَ عَلَيْهِ

Jabir رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”نبی کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے (گھ کرنے) اس پر بیٹھنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا ہے۔“ [صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النہی عن تجھیص القبر و البناء عليه حديث رقم ۹۷۰] تمام ائمہ کرام نے قبروں کو پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جمیعاً سب نے اس سے منع فرمایا ہے (دیکھنے اللثار ۲/۱۹۱، المدونۃ ۱/۱۸۹، الأم ۱/۳۱۶، المعني ۳/۲۳۹)

امام ابن حزم فرماتے ہیں: قبر کو پختہ کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ (المحلی ۳۵۶)

### بدعت نمبر (۴): قبروں پر لکھنا یا کتبہ لکھنا

قبرستان بذات خود عبرت و نصیحت کی ہزاروں داستان سموئے ہوئے ہے، کون سی قبر کس کی ہے؟ اس سے کوئی سروکار نہیں، اگر قبروں کی بیچان برقرار رکھنا ضروری ہوتا تو اللہ رب العالمین سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو محظوظ رکھتا اور ہر شخص کو ان قبروں کا علم ہوتا، جبکہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے علاوہ کسی نبی کی قبر معلوم نہیں ہے، زیارت قبور کا اصل مقصد عبرت و نصیحت ہے خواہ وہ غیر مسلم کی قبر ہی کیوں نہ ہو، لہذا قبروں پر کسی بھی قسم کی تحریر لکھنا منوع ہے۔

Jaber رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَيَ عَلَى الْقَبْرِ أَوْ يَرَأَدْ عَلَيْهِ أَوْ يَجْعَصْ أَوْ

یکتب علیہ)

ترجمہ: ”اللہ کے رسول ﷺ نے قبر پر کچھ بنانے، قبر کو بڑھانے یا اوپر کرنے یا اس کو پختہ کرنے یا اس پر کچھ لکھنے سے منع کیا ہے۔“ [سنن ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ تخصیص القبور والکتابۃ علیہا حدیث رقم ۱۰۵۲، وسنننسانی کتاب الجنائز باب الریادۃ علی القبر حدیث رقم ۷۰۲، وسنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر حدیث رقم ۳۲۲۶]

لہذا قبر پر میت کا نام، اس کی ولادت و وفات کی تاریخ لکھنا منع ہے کیونکہ آپ ﷺ نے مطلق طور پر کچھ بھی لکھنے سے منع فرمایا ہے۔

#### بدعت نمبر (۵): قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا

قبرستان، محدود کامفن اور شہر خوشاب ہے وہاں زندہ لوگوں کا کوئی کام نہیں، لہذا اسے اپنا گھر بنانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی وہاں دن رات بیٹھنے کی یہ مشکلیں کم کا عمل تھا وہ ذات انواط (بیری کے درخت) کے پاس بیٹھا کرتے تھے، اس پر اپنے ہتھیار لکھ کر تھے اسی طرح جب ”لات“ مر گیا تو اس کی قبر پر تبرک کے طور پر مشکلیں مکہ نے بیٹھنا شروع کر دیا، جب دین اسلام میں قبروں پر صرف بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے تو ان پر مجاور بن کر زندگی گزارنا تو بدرجہ اولیٰ منع ہو گا، ممانعت کے چند واضح دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لآن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلاص إلى جلد و خيز لامن أن يجلس على قبر

ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کسی کا انگارے پر بیٹھنا جو اس کے کپڑے اور چہرے کو جلا دے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔“ [صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النهي عن الجلوس علی القبر والصلوة علیه]۔

(۲) ابو معاذ الغنوی رضي الله عنه سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها)

”قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف رخ کر کے صلاة پڑھو۔“ [صحیح مسلم کتاب الجنائز باب النهي عن الجلوس علی القبر والصلوة علیه حدیث رقم ۹۷۲]

یاد رہے کہ مجاورہ کا معنی عربی زبان میں اعماک کے ہوتا ہے اور اعماک ایک اہم ترین عبادت ہے جو صرف جامع مسجدوں میں جائز ہے لہذا قبروں پر اعماک ایجاد کر بیٹھنا منع ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَعَهْدُنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتَنَا لِلظَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالْأَرْكَعَ السَّجُودَ﴾ (سورۃ البقرۃ ۱۲۵)

ترجمہ: ”ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طوف کرنے والوں اعیکاف کرنے والوں اور کوئی سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکو۔“

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

ترجمہ: ”اور ان (عورتوں) سے اس وقت مہارت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعیکاف میں ہو۔“  
یہی نہیں بلکہ اہل علم کا اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ کیا ہر مسجد میں اعیکاف جائز ہے یا اعیکاف کے لئے کچھ مسجد یں مخصوص ہیں جن کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں اعیکاف جائز نہیں، جب مسجد حرام اور مسجد رسول ﷺ اور مسجد قصیٰ کے علاوہ مساجد میں اعیکاف کرنے میں اختلاف ہے تو پھر قبروں پر اعیکاف کرنا کیسے جائز ہوگا، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قبور و مشاہد اور مزارات پر مجاہرین کریمین یا فرار و مشرکین یا یہود و نصاریٰ اور دور جاہلیت کا عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے بتوں اور جسموں کے پاس مجاہری کیا کرتے تھے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ قَالَ لَأَبْيَهُ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْشَمْ لَهَا عَاكِفُونَ (۵۲) قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ (۵۳) قَالَ لَقَدْ كُشِّمَ أَنْشَمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (سورۃ الانیاء)

ترجمہ: ”جب اس (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاہر بنے ہیٹھے ہو کیا ہیں، سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو نہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا، آپ نے فرمایا: پھر تو تم اور تمہارے باپ دادا بھی یقیناً کھلی گمراہی میں بیٹھا رہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ بتوں پر مجاہری اور اعیکاف مشرکین کا عمل ہے۔

حدیث سے اس کی ولیل ابو واقع الدین رض کی یہ مشہور حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھیوں کے لئے ہم نے نئے مسلمان تھے، مشرکین کے پاس یہی کا ایک درخت تھا جس کے پاس وہ بیٹھتے تھے اور اپنے اسلام کو اس پر لکھتے تھے اس درخت کو ذات انواط کہا جاتا تھا، ہمارا گزر ایک یہی کے درخت کے پاس سے ہوا تو ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں کے کہا ہمارے لئے بھی ذات انواط بنادیں جس طرح مشرکین کے لئے ذات انواط ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر یہ ان کی عادتیں ہیں قسم اس ذات کی جس کے باتحد میں میری جان ہے تم لوگوں نے وہی بات کہی ہے جو بنو اسرائیل نے موی (علیہ السلام) سے کہی تھی ﴿قَالُوا يَا

مُوسَى اجْعَلَ لِتَائِلَهَا كَمَالَهُمْ أَلَّهُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ فَوْقُ مُتَجَهِّلِوْنَ ﴿١٣٨﴾ (سورة الأعراف: ١٣٨)

ترجمہ: ”انہوں نے کہا: اے موی ہمارے لئے بھی ایسا ہتی ایک معبد مقرر کر دیجئے جس طرح ان کے معبدوں ان بیوی کرو گے۔“ (سنن ترمذی رقم حدیث ۲۱۸۰ و سنن صحیح سنن ترمذی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس چیز اور مقام کو اللہ نے متبرک و مقدس نہیں بنایا اسے متبرک سمجھنا اور وہاں حصول برکت کے لئے ہبھنا اسے معبد بنانا ہے اور یہ درجا بہیت کا عمل ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اعتکاف صرف انہیں مسجدوں میں جائز ہے جن مسجدوں میں صلاۃ پڑھنا جائز ہے وہ مساجد جن میں صلاۃ پڑھنا جائز نہیں ہے وہاں اعتکاف بھی ناجائز ہے مثال کے طور پر قبور پر نبی ہوئی مساجد جہاں نہ صلاۃ پڑھنا جائز ہے اور نہ ہی اعتکاف۔

بدعت نمبر (۶): قبور کو بڑی یا اوپنی کرنے۔

قبر بنانے کا جو مسنون طریقہ ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے وہاں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ ایک بالشت سے اوپنی قبر کرنا شریعت میں منع ہے لہذا قبر کو دتے وقت جو مٹی لٹکنے ہے قبر کو بنانے اور درست کرنے میں صرف اتنی مٹی کا استعمال جائز ہے الگ سے مٹی لے کر قبر کو بڑی یا اوپنی کرنا درست نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَن يُنَيِّى عَلَى الْقَبْرِ أَوْ يُرِيَّ أَدْعَلَيْهِ أَوْ يَجْهَضَ أَوْ يُنَكِّبَ عَلَيْهِ)

ترجمہ: ”اللہ کے رسول ﷺ نے قبر پر کچھ بنانے، قبر کو بڑھانے یا اس کو پختہ کرنے یا اس پر کچھ لکھنے سے منع کیا ہے۔“

[سنن ترمذی کتاب الجنائز باب ما جاء في كراهة تخصيص القبور والكتابة عليها حدیث رقم ۵۲۰، وسنن نسائي کتاب الجنائز باب الزiyادۃ على القبر حدیث رقم ۲۰۲، وسنن أبي داؤد کتاب الجنائز باب في البناء على القبر حدیث رقم ۳۲۲۶]

صحیح مسلم میں ابوالہیان الرأسدی سے روایت ہے کہ ان سے علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: (اللَا أَبْغَى  
عَلَى مَا يَعْشَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَن لَا تَدْعُ عَنْفَالًا لَا طَمَسَتَهَا وَلَا قَبْرٌ أَمْسِرَ فَاللَا سُوَيْنَةَ)  
ترجمہ: ”کیا میں تمہیں اس کام کے لئے بھیجوں جس کام کے لئے مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے بھیجا تھا کہ تم کسی مجھے کو توڑے بغیر نہ چھوڑنا اور کسی اوپنی قبر کو برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا،“ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۹۶۹)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مُتَحِبٌ یہ ہے کہ جو مٹی قبر سے نکلتی ہے اس کے علاوہ (قبر بنانے کے لئے) دوسری مٹی استعمال نہ کی جائے۔“ (ابجوع / ۵۲۱)

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قبر کو اس سے نکلنی والی مٹی سے زیادہ بلند کرنا حرام ہے۔“ (أحكام الجنائزص ۲۶۰)

#### بدعت نمبر (۷): قبر پر قبہ بنانا یا خیمه لگانا

قبور پر قبہ بنانا یا خیمه لگانا فضول خرچی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اگر اس کا مقصد میت کو سایہ کی ضروت وہاں پڑتی ہے تو سایہ کی ضروت وہاں پڑتی ہے جہاں دھوپ ہو، قبر اتنی گہری ہوتی ہے کہ سورج کی شعاعیں وہاں کسی بھی صورت نہیں پہنچتی ہیں، اگر کوئی تہہ خانہ میں دھوپ سے بچنے کے لئے قبر وغیرہ لگاتا ہے تو حماقت کے سوا اسے کیا نام دیا جاسکتا ہے دوسرے ناحیہ سے اگر میت کے انعام ناشاکستہ ہیں تو خیمه کیا دینا کی کوئی طاقت اسے آرام و راحت نہیں پہنچاسکتی لہذا قبر پر اس کی کوئی ضرورت ہے ہی نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق کی قبر پر شامیانہ لگاؤ وادی کھا تو فرمایا: (آن غیرہ یا غلام فَأَنْتَمَا يَظْلَلُهُ عَمَلُهُ)

”اے بنچے! اسے اتارو و صرف اس کا عمل اسے سایہ دے سکتا ہے۔“ [صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجربدة علی القبر حديث رقم ۱۳۲۱]

ابوموسی اشتریؑ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر شامیانہ وغیرہ نہ تانا جائے [دیکھئے منhadm / ۲/ ۳۹۹، سن ۹۵/ ۳ باب ماجاء فی الجنائز لاتوخر اذا حضرت ولا تبع بنار حديث رقم ۱۴۸۷، احکام الجنائز للبانی]

اور امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الطبقات میں محمد بن کعب القرطی سے نقل کیا ہے کہ (هندو) الفساطینط الّتی علی القبر محدثة

”قبر پر لگے ہوئے تمبووشامیانے بدعت ہیں۔“ (دیکھئے ۳/ ۲۱۷)

مشہور تابعی سعید بن الحسیب رحمہ اللہ نے مرض الموت میں وصیت کی: ”میری موت کے بعد میری قبر پر تمبووغیرہ نہیں لگانا،“ (طبقات ابن سعد / ۵/ ۱۳۲)

#### بدعت نمبر (۸): قبروں پر گنبد بنانا

آج کی قبروں پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں زیارت گاہوں اور تفریق گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے، جہاں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، عورتیں میک اپ کے ساتھ عریاں و فرش لباس زیب تن کے حاضری دیتی ہیں جب صورتحال یہ ہو تو ظاہر ہے ایسی جگہوں پر جانے سے آخرت کی بجائے دنیا یاد آتی ہے، جس مقصد کے لئے

قبروں کی زیارت مشروع قرار دی گئی تھی وہ مقصد ہی فوت ہو چکا ہے میت کے لئے صدقہ جاریہ سمجھ کر مزاروں پر گنبد بناتے جاتے ہیں افسوس تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر پر سینکڑوں سال بعد بننے گنبد کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، کہتے ہیں قبروں پر گنبد کی تعمیر سنت ہے، اگر یہ بذعت ہے تو پھر نبی کریم کی قبر پر گنبد کیوں ہے، ان مسکنیوں کو نہیں معلوم کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی قبر پر گنبد کی تعمیر کا کوئی حکم نہیں دیا اور یہی آپ کے بعد خلافے راشدین یا صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی نے گنبد کی تعمیر کی، یہ تو ترکیوں کی ایجاد شدہ بذعت ہے، لہذا قبر پر گنبد بنانے کو سنت سمجھنا نادانی اور جہالت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی احادیث صحیحہ کی صریح خلاف ورزی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے قبر پر کسی بھی قسم کی تعمیر سے منع فرمایا ہے، اور گنبد بنانا یہ بھی تعمیر میں آتا ہے لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات و احادیث کے خلاف ہے، اس ضمن کی متعدد حدیثیں گزرچی ہیں، قبروں پر گنبد وغیرہ بنانے کی تباہ کاریوں اور نقصانات کا اندازہ درج ذیل فقرات سے ہوتا ہے۔

- (۱) قبروں پر قبہ یا گنبد وغیرہ بنانا مذکور کی تقطیم و عبادت کا ایک ذریعہ ہے۔
- (۲) فضول خرچی ہے، اور اسلام میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔
- (۳) امراء اور مالداروں کے فخر و میبات کا ایک ذریعہ ہے۔
- (۴) یہ قرآن و سنت اور سلف کی سراسر مخالفت اور مشرکین و یہود و نصاری کی مشابہت اور پیروی ہے۔

### بدعت نمبر (۹): قبروں اور مزاروں کو غسل دینا

نبی کریم ﷺ نے سنہ ۸ھجری میں فتح مکہ کے موقعہ پر بیت اللہ سے جب بتوں کو زکال پھیکا تو اس سے کعبہ مشرف شرک کی غلطیت سے پاک ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کی پا کی کا حکم دیا اور پھر کعبہ مشرفة کے اندر بالخصوص ان جگہوں پر پانی پھینکنے لگے جہاں بتول کو رکھا گیا تھا، اسی دن سے کعبہ مشرفة کو تاہنوز غسل دیا جانے لگا، مزاری مسلمانوں نے اسی پر قیاس کرتے ہوئے مزاروں اور درگاہوں کو غسل دینا شروع کر دیا، جس کے لئے عرق گلاب، خوشبو وزعفران وغیرہ کا بھر پورا استعمال کیا جاتا ہے، جس سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ مزارات اور کعبہ مشرفة ایک ہی درجے کے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج جہاں مزاروں کو غسل دیا جاتا ہے وہیں کعبہ مشرفة کی دیکھا دیکھی قبروں پر غلاف بھی چڑھایا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر قبر کو غسل دینا مسنون ہے تو غسل کی سب سے زیادہ مستحق نبی کریم ﷺ کی قبر ہے، لیکن آپ کے جائشین خلافے راشدین اور اہل بیت و دیگر صحابہ کرام ﷺ نے کبھی قبر کو غسل دیا اونہی اس پر غلاف چڑھایا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غسل دینا یہ کعبہ مشرفة کا خصوصی حق ہے، غور طلب پہلو یہ بھی ہے کہ کیا یہاں سے

ملکوں میں محفوظ اور دیگر بزرگوں کا مقام نبی کریم ﷺ سے بڑا ہے؟ ان کی قبریں ہر سال ایک بار حلی جائیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی قبر اس سے محروم رہے، یہ نہاد پیروں، بزرگوں کی شان میں غلو اور نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں تو ہیں نہیں تواریخی اس سے محفوظ رکھے آئیں۔

**بدعت نمبر (۱۰):** قبروں سے تمک حاصل کرنا اسے چونما چاٹنا

تمک (یعنی کسی چیز سے برکت اور فائدہ کا حصول) ایک عبادت ہے، اور عبادت کا مأخذ قرآن و سنت صحیح ہے، اس میں عقل کا کوئی خل نہیں ہے کہ جن چیزوں کو عقل نے بہتر سمجھا انسان اسے عبادت سمجھ کر کرنے لگے اگر بات ایسی ہوتی تو پھر نبیوں کے صحیخ کی کوئی ضرورت نہیں تھی، عبادت کا درود مدارکتاب و سنت صحیح پر ہے۔

قبر میں اللہ نے کوئی برکت نہیں رکھی ہے، نبی کریم ﷺ نے صرف اس کی زیارت کی اجازت دی ہے، اور شرعی طریقے پر اس کی زیارت سے انسان کو ثواب حاصل ہوتا ہے، البتہ قبر کو مبتک سمجھنا اسے چونما چاٹنا ایک سنگین قسم کی بدعت ہے، کیونکہ قرآن و سنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی ہے جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہو لہذا عمل مردود ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ نے قبروں پر تعمیر کرنے اور اسے مساجد بنانے سے منع فرمایا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قبروں سے برکت کی امید رکھنا یا اس کے پاس کوئی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

کسی صحابی رسول ﷺ سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پوری کائنات کو ہماری طرف سے چلتی ہے کہ کسی صحابی سے صحیح سند یا حسن یا ضعیف یہاں تک کہ منقطع نہد سے یہ ثابت کر دے کہ صحابہ کرام نے اپنی کسی حاجت و ضرورت پر قبر کا قصد کیا ہو، یا ان جا کرد گا کی ہوا سے چوما اور چانا ہو چہ جائیکہ وہاں کسی نے صلاحتا دا کی ہو یا صاحب قبر کو میلہ بنائا کہ اللہ سے ما نگاہ ہو یا ان کو حاجت براری کے لئے پکارا ہو اس قسم کا کوئی اثر یا ایک حرفا ہی پیش کر دیں، اسلاف کرام تو دور کی بات ہے بعد کے لوگوں سے بھی کوئی اثر یا حرفا پیش نہیں کیا جاسکتا۔“ (دیکھئے اتفاقہ المحققان ص ۲۱۰)

اور سب سے بڑی دلیل کہ قبر کا چونما اور چاٹنا جائز اور دین میں بدعت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی قبر یا قبر کی دیواروں کو چومنا اور چاٹنا یا وہاں سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا جائز نہیں ہے تو آپ ﷺ کے کمی کی قبر کے پاس یہ امور کرنا کیسے جائز ہو گا، جب اس کائنات کی سب سے افضل قبر کے پاس یہ سب کرنا جائز ہے تو دوسری قبروں کے پاس بدرجہ اولیٰ کرنا ناجائز ہو گا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو قبر رسول ﷺ کی زیارت کرے یا

آپ کے علاوہ کسی دوسرے نبی یا صاحبہ یا کسی بزرگ یا اہل بیت میں سے کسی قبر کی زیارت کرے تو قبر کا چومنا یا اس پر پا تھوڑا پھیerna جائز نہیں ہے، اس کائنات میں جمر اسود کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں جس کا چومنا جائز ہو۔ (مجموع فتاویٰ ۲۷/۹۲)

قبو متبرک سمجھنا اسے چومنا اور چاٹنا عبد جامیت کے شرکیہ اعمال میں سے ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْلَّاتَ وَالْغَرَىٰ وَمَنَّا فِي الْأَنْجَمِ الْأَخْرَىٰ﴾ [سورۃ النجم ۱۹-۲۰]

”کیا تم نے لات اور عزی کو دیکھا اور تیرے منات کو بھی؟“

آگے چل کر فرمایا ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْشُمُوهَا أَسْنَمٌ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَشْعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهَدَى﴾ [سورۃ النجم ۲۳]

”یہ تو چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں (ورنداں میں حقیقت کچھ نہیں) اللہ تعالیٰ نے ان (بتوں) کیلئے کوئی دلیل نہیں اتنا ری۔ وہ (مشرکین) صرف وہم اور خواہش نفسی کی پیروی کر رہے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں جن بتوں کا ذکر فرمایا ہے یہ وہ بت تھے جنہیں مشرکین اپنے مصائب اور حاجات کے وقت پکارا کرتے تھے اور ان کے مزاووں کو چوتھے اور چائے تھے۔

(۱) لات: آ/ بعض مفسرین کے نزدیک لات میلت سے ماخوذ ہے، جس کے معنی موڑ نے کے ہیں، پچاری اپنی گرد نیں اس بست کی طرف موڑتے تھے اس نے اس کا نام لات پر لیا۔

ب/ جبکہ بعض کے نزدیک لاث میلت سے اسم فاعل ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ستو گھولے والا، مورخین کے بقول یہ ایک آدمی تھا جو بیویوں کو ستو پالیا کرتا تھا، جب یہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو بخشت کیا اور عبادت گاہ بنالیا، پھر اس کا مجسمہ اور بت بنالیا یہ طائف کے بنو ثقیف کا سب سے بڑا بت تھا۔

(۲) عزی: آ/ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اللہ کے صفاتی نام عزیز سے ماخوذ ہے اور یہ عزی کی تانیث ہے، جو عزیز ہے کے معنی میں ہے۔

ب/ بعض کہتے ہیں یہ قبیلہ غطفان میں ایک درخت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی۔

ج/ جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ دراصل چڑیل تھی جو بیض درختوں پر ظاہر ہوتی تھی۔

د/ کچھ لوگوں کا کہنا ہے یہ ایک سفید پتھر کا نام تھا جس کی پوچھا کی جاتی تھی، یہ قریش اور بنو کنانہ کا معبود تھا۔

(۲) مناة: منی یعنی سے ماخوذ ہے جس کے معنی بہانے کے ہیں، چونکہ اس کا تقرب حاصل کرنے کے

لئے کثرت سے یہاں جانور ذبح کئے جاتے اور ان کا خون بھایا جاتا تھا اس لئے اس کا نام مناۃ پڑ گیا، یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا، یہ تدید کے بال مقابل مثلاً نای جگہ میں تھا، یہ نوخرزادہ کا خاص بت تھا، زمانہ جاہلیت میں مدینہ کے اوس و خزر ج کے لوگ یہیں سے احرام ہاندھتے تھے، اور اس کا طواف بھی کرتے تھے۔

ان مشہور بتوں کے علاوہ مکہ و مدینہ کے اطراف و اکناف میں اور بھی بہت سے بت تھے، صرف خاہ کعبہ میں تین سو سال بھت رکھے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ان بتوں کا خاتمه کر دیا، قبور کو میں بوس کر دیا، اور جو معمار تھیں مسمار کر دیں، جن درختوں کی تعظیم کی جاتی تھی کٹا دیا، جن پتھروں کی عبادت کی جاتی تھی انہیں بھی توڑ دیا، اس عظیم کارنامہ کے لئے آپ ﷺ نے علی بن ابی طالب خالد بن الولید، عمر بن العاص اور جریر بن عبد اللہ الحنفی وغیرہم صحابہ کرام کو بھیجا، اس طرح سر میں عرب سے شرک کا خاتمه ہوا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر قبر کا چومنا اور چاٹنا اس مقصد کے تحت ہو کہ صاحب قبر حاجتوں اور ضرورتوں کو پوری کرنے پر قادر ہے یا نفع و نقصان کا مالک ہے تو یہ شرک اکبر ہے جس کا مرتبہ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے اور اگر مقصد صرف برکت کا حصول ہے تو یہ بھی ناجائز اور نگین بدعut نیز شرک کا ذریعہ ہے، کیونکہ قبر کے چومنے اور چاٹنے میں کوئی برکت نہیں ہے، دین اسلام میں صرف حجر اسود کو چومنے کی اجازت ہے اس کے چومنے میں برکت اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو ثواب ملتا ہے اور قیامت کے دن چومنے والے کے حق میں وہ گواہی بھی دے گا، اس سے گناہ بھی حجڑتے ہیں، ان سب کے باوجود وہ بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے، حتیٰ کہ عبہ مشرفہ بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے، امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یقیناً کے ان الفاظ پر غور کریں جو آپ نے حجر اسود کر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

أَنِي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَزْ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِي زَأْيَتْ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقِنَّا لَكَ مَا قَبْلَكَ (صحیح مسلم)  
بنواری (صحیح مسلم)

”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی فائدہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومنے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومنتا۔“

اور جہاں تک رکن یہاں کی بات ہے تو صرف اس کا چھوٹا جائز ہے اسے چومنا چاٹنا یا جسم کو اس سے لگانا یا طواف کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کرنا یہ سارے امور خلاف سنت ہیں، سنت صرف یہ ہے کہ رکن یہاں کو ہاتھ لگایا جائے، اور اگر موقعہ ملے تو اس کی طرف اشارہ کئے بغیر وہاں سے گزر جائیں۔

سعودی عرب کے سابق مفتی علامہ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قبر کا طواف اور قبر سے برکت کی

طلب کی حرمت پر کسی بھی صاحب عقل کو شک نہیں اور نہ ہی اس کے شرک ہونے میں کوئی شک ہے کیونکہ طوافِ عبادت کی ایک قسم ہے، جسے غیر اللہ کے لئے کرنا شرک ہے اسی طرح برکت کی طلب اللہ کے سوا کسی سے جائز نہیں ایسا کرنا بھی شرک ہے (فتاویٰ ابن ابراہیم / ۱۲۲)

بدعت نمبر (۱۱): قبر کے پاس یا اس کی طرف رخ کر کے دعا کرنا

دعا ایک اہم عبادت ہے، جو صرف اور صرف اللہ کے لئے جائز ہے، اللہ نے انبیاء کرام نیز اپنے نیک بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اس کے سوا کسی کو نہ پکاریں، لہذا نہ کسی متبرک فرشتہ کو پکارنا جائز ہے اور نہ ہی کسی نبی و رسول اور نہ ہی کسی ولی و بزرگ کو اس کی بہت ساری دلیلیں قرآن و سنت صحیح میں موجود ہیں یہاں چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: «وَقَالَ رَبُّكُمْ إِذْ أَذْعُونَيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيِّدُ الْخَلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ» (سورۃ غافر: ۶۰)

اور تمہارے رب کافر مان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاوں کو قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر ضرور جہنم میں جائیں گے۔

آیت میں اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے کہ اسے سے دعماً مگی جائے اور آگے اسی آیت میں دعا کو عبادت سے تعمیر کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے۔

مزید اللہ ارشاد فرماتا ہے: «وَإِذَا دَعَأْكَ عِبَادَى عَنِّيْ فَإِنَّى قَرِيبُ أَجِيبُ دُغْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَنَ فَلَيَسْتَجِبِي إِلَيْهِ مِنْ أَبِي لَعْلَهِمْ بِرْ شَدُونَ» (سورۃ البقرۃ: ۱۸۶)

ترجمہ: ”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار جب وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ میری بات مان لیں، اور مجھ پر ایمان لے آئیں، اسی میں ان کی بھلاکی ہے۔“

قرآن کریم میں اس طرح کی آیات بکثرت موجود ہیں، قرآن کریم و احادیث صحیح میں ایسے نصوص کی بھی کئی نہیں ہے جن میں غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے چند نصوص ملاحظہ ہوں:

«فَلَمَنْ يَنْتَجِيْكُمْ مِنْ ظُلْمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَصْرُعًا وَخَفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ» (63) (فِي اللَّهِ يَنْتَجِيْكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلَّ كَوْبِ ثَمَّ أَثْمَ ثَسْرَ كُونَ) (64) (فَلَمَنْ هُوَ الْفَالِدُ عَلَىَّ أَنْ يَنْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَرْقَيْكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْ جَلْكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شَيْعًا وَيُنْدِقَ بَغْضَكُمْ بِأَنْسَ بَعْضِ انْظَرْ

کیف نَصَرَ فِي الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَقْنَعُونَ (65) (سورۃ الانعام)

”آپ کہہ دیجئے وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی تاریکیوں سے نجات دیتا ہے تم اس کو گلزار کرو اور چکلے چکلے پکارتے ہو، کہ اگر تو ہم کو نجات دیدے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے، آپ کہہ دیجئے اللہ ہی تم کو ان سے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے تم پھر بھی شکر کرنے لگتے ہو، آپ کہہ دیجئے کہ اس پر بھی وہ قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں تلے سے بیٹھ دے یا تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو آپس میں بھرا دئے اور ایک دوسرے کو رائی چکھا دئے، آپ دیکھتے تو سب ہم کس طرح منتف پہلوؤں سے دلائل بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔“

﴿وَمَا بَعْدَكُمْ فَنِيَّةٌ فِيْمِ الْبَوْمَ إِذَا مَسَكُمُ الظُّرُفُرُ فَالْيَهُ تَجَازُونَ﴾ (53) (سورۃ النحل)  
إِذَا فَرِيقٌ فَنِيَّكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشَرِّكُونَ (54) (سورۃ النحل)

ترجمہ: ”اور تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں، اور پھر جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آ جاتی ہے تو اسی کی طرف نالہ فریاد کرتے ہو، اور جب اس نے تم سے مصیبت دو رکو دی تو تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شکر کرنے لگ جاتے ہیں۔“

﴿فَإِذَا زَكَبَوْ فِي الْفَلْكِ دَعَوْ اللَّهَ مُخْلِصِينَ لِهِ الدِّينِ فَلَمَّا نَجَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشَرِّكُونَ (65)﴾  
ترجمہ: ”پس یا لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچلا تاہے تو اسی وقت شکر کرنے لگتے ہیں۔“ (سورۃ العنكبوت)  
﴿وَلَا تَذَغَّ مِنْ ذُنُونَ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ (106)﴾  
﴿إِنَّ يَمْسِسُكَ اللَّهُ بِضَرٍ فَلَا كَاشِفٌ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَأْدَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّّحِيمُ (107)﴾ سورۃ یونس

ترجمہ: ”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجوہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچاتا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے پنجاہ اور کردے اور وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔“

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتُهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتَمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُنُونَ اللَّهُ إِنَّ

يَعْوِزُ كُلَّ الْمُتَكَبِّلِينَ (٣٨) سُورَةُ الْأَنْزَرِ

ترجمہ: ”اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ ان سے کہنے بھلا یہ بتاؤ جنمیں تم اللہ کے سوا پاکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقسان پکنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقسان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔“

اس طرح کی آیات کافی تعداد میں موجود ہیں مزید ان آیات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے (سورہ نامہ: ۱۱، سورہ قارون: ۲۴، سورہ اعراف: ۱۳، سورہ الشوری: ۱۹، سورہ الرعد: ۱۳، سورہ آنکل: ۲۶)

نعمان بن بشيرؑ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”دعا عبادت ہے“ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ أذْعُونِي أَسْتَحِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنِ عِبَادَتِي سَيِّدُ الْخَلُوَنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (صحیح مسن ترمذی) (آیت کا ترجمہ گزر چکا ہے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
جَبَّارُ الْأَرْضِ مَنْتَدُ الْأَرْضِ  
يَوْمَ يَعْصِي اللَّهَ مَنْ يَعْصِي  
لَا يَوْمَ يَعْصِي اللَّهَ مَنْ يَعْصِي

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے پیچھے تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا  
 (یا غلام! انی اعلمک کلماتِ احْفَظُ اللَّهَ يَحْفَظُكَ، احْفَظُ اللَّهَ تَجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ  
 فَاسْأَلْ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعْتُ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا  
 بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضْرُرُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضْرُرُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ،  
 فَحَفِظُ الْقَوْلَمْ وَ حَفِظُ الصَّحْفَ) (مندرجات حديث رقم ۲۲۲۹ و مسن ترمذ وقال عيد صنف حمام الماني في صحیح کتابتے)

ترجمہ: ”اے بخوردار! میں تمہیں چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں: اللہ کو یاد رکھو تو تمہیں یاد رکھنے کے لئے اللہ کو یاد رکھو تو تمہیں مدد طلب کرنا ہوتا ہے اپنے آگے پاؤ گے، جب تمہیں مانگنا ہو تو صرف اللہ سے مانگو، اور جب تمہیں مدد طلب کرنا ہوتا ہے صرف اللہ سے مدد طلب کرو اور یقین کرو اگر پوری دنیا تمہیں کسی فائدہ پہنچانے پر تتفق ہو جائے تو اس سے زیادہ فائدہ ہرگز ہرگز نہیں پہنچا سکتی جتنا اللہ نے تمھارے مقدار میں لکھ دیا ہے، اور اگر پوری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے پر کھٹھی ہو جائے تو اس سے زیادہ نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکتی جتنا اللہ نے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے، اور صحفے بند کر دیئے گئے۔“

ان آیات و احادیث سے یہ بات اظہر من لفظ ہوتی ہے کہ شبی مد کے لئے غیر اللہ کا پکارنا شرک اکبر ہے، البتہ وہ چیزیں جو انسان کی دسترس اور اس کے اختیار میں ہیں ان میں مد مانگنا جائز ہے، اور جو صاحب قدرت ہو اسے مدد کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے نیکی و تقویٰ پر باہم تعاون کا حکم دیا ہے۔

دعا کے لئے قبلہ رخ و ہونا شرط نہیں ہے، آپ کسی بھی طرف رخ کر کے دعا کر سکتے ہیں، البتہ قبلہ رخ ہو کر دعا کرننا مسنون ہے، لیکن کسی قبر یا مزار کی طرف رخ کر کے دعا کرنا جائز نہیں ہے، اس میں کفار کی مشاہدت ہے جو اپنے معبودوں اور دیوبندیوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں، نیز اس میں شبہ بھی ہے دیکھنے والے کو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ صاحب قبر ہی سے حاجت برداری کے لئے دعا کی جا رہی ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں شرک سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

### بدعت نمبر (۱۲): قبروں پر چراغاں کرنا

عمر کے موقع پر مزاروں پر ایک جشن کی کیفیت ہوتی ہے، ہر طرف اجالا ہی اجالا ہوتا ہے، رات بھی دن کے مندرجہ ہے، پورا مزار و روشنیوں میں رقص کرنا ہوتا ہے، قبروں پر چراغاں اسراف و فضول خرچی کے زمرہ میں تو آتا ہی ہے، ایک دوسری بدعت چراغوں کے تعلق سے یہ بھی ہے کہ روز آنہ مزاروں میں رکھے ہوئے طاقوں میں چراغ جلانے جاتے ہیں، البتہ جمعرات کے دن خصوصی اہتمام ہوتا ہے، یہ چراغاں کس لئے کیا جاتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا، اگر اس سے مزار پر روشنی مقصود ہے تو ہمارے ملکوں کے مزارات یونی روشنی میں نہایت ہوئے ہوتے ہیں پھر چراغوں کی کیا ضروت اور اگر یہ چراغ غیر قبر میں روشنی کے لئے جلانے جاتے ہیں تو اس سے جلانے والوں کا یہ خیال ثابت ہوتا ہے کہ ان کے بزرگان دین کی قبریں اندر سے تاریک ہیں، اور جن کی قبریں اندر سے تاریک ہوں ان کے اوپر سے لاکھوں چراغ جلانے جائیں ہزار ہزار پادر کے مرکری بلب جلانے جائیں تو بھی انہیں ابھی رہے گا، باہر سے اندر روشنی نہیں پہنچ سکتی، اگر قبر میں روشنی چاہئے تو نیک اعمال کیجئے، توحید خالص اور سنت رسول ﷺ کا اتباع کیجئے، شرک و بدعت سے دامن بچا کر رکھئیں، نیز کریم ﷺ کی قبر یا خلفائے راشدین یا آپ ﷺ کے پاکباز صحابہ کرام ﷺ اسی طرح تابعین عظام کی قبروں پر کبھی نہیں چراغ جلانے گئے، تو پھر ہمارے ملکوں میں نامنہاد بیرونیوں اور ولیوں پر چراغاں آخر کیوں کیا جاتا ہے یہ سر اسر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، سماحتہ ہی اسراف و فضول خرچی ہے، اللہ اور اس کے نبی کریم ﷺ نے فضول خرچی اور مال کی بر بادی سے منع فرمایا ہے، نیز اس میں کفار و مشرکین اور جو موس کی مشاہدت ہے، اس لئے قبروں پر چراغاں کرنا حرام و ناجائز ہے۔ اس کی حرمت و ناجائز ہونے پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے۔

اسفوس اس بات کا ہے کہ آج کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے گھروں میں روشنی کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ ہی ان کے

پاس اتنے پیسے ہیں، کہ وہ اس کا انتظام کر سکیں، موم تبیوں پر گزارا ہوتا ہے، لیکن جہاں ان روشنیوں کی کوئی ضرورت نہیں وہاں امت مسلمہ روشی پر اپنا پورا زور صرف کر رہی ہے اور لوگوں کے خون پسینے کی کمائی پانی کی طرح بھاری ہے، یا ای منطق ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے، یہ بات یاد رکھیں جب تک امت مسلمہ کو عقل سلیم نہیں آئے گی اس کے لئے ذلت و رسوائی ہی مقدار ہے گی۔

### بدعت نمبر (۱۳): قبروں پر اگر بتیاں سلاگنا

قبروں پر اگر بتیاں جلانے کا مقصداً گرخوب پھیلانا ہے تو میت کے کفن میں پہلے ہی سے عطر لگادیا جاتا ہے، اور اگر عطر پہلے سے نہ لگا ہو تواب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا وقت ختم ہو چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ چراغاں کرنا اگر بتیاں سلاگنا یا کفار کی مشاہدہ ہے، ذرا یہ بھی تو سوچنے کہ میت کے لئے یہ سارے اہتمام جو کئے جارہے ہیں اس کی زندگی میں اس کا عشر عشیرہ بھی اسے میرنیں تھا، بارہا آپ نے ایسی تالف او لا کے بارے میں سن ہو گا جھوٹ نے جاں بلب والدین کو مرتا اور ترتیب چھوڑ دیا، ایام مرض میں ان کے پاس جب آتے تو ناک پر کپڑے باندھ کر آتے، کہ کہیں ایسا نہ ہو ان کے جراثیم انہیں بھی دبوچ لیں، اب مرنے کے بعد ان کی قبروں پر اگر بتیاں جلاتے ہیں پھول چڑھاتے ہیں، دعا کی تو بھی نوبت ہی نہیں آتی ہے، مرتے ہی قبر پر آگ سلاکی جاتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ مرتے ہی اسے آگ کا عذاب مانا شروع ہو گیا، اور یہ سزا ہے بدعین اپنا نے والوں کی، اللہ ہمیں دنیا ہی میں دکھا رہا ہے اور جو اصلی اہل سنت ہیں اللہ ان کی قبروں کی حفاظت بھی فرماتا ہے۔ ان کے قبروں میں اللہ کی طرف سے روشنی ملتی ہے۔

اس بدعت کا دوسرا نقصان وہ پہلو یہ ہے کہ قبروں کے سجادہ نشین مزاروں پر عطر و خوشبو لگا اور اگر بتیاں سلاک کر زائرین کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ قبر سے خوشبو کا پھوٹنا صاحب قبر کی کرامت ہے، اس جھوٹی و من گھرست کرامت کے بھانے زائرین کو جہاں دھوکہ دیا جاتا ہے وہیں اس کا مقصداں کے مال پر ڈاکہ ڈالنا بھی ہوتا ہے، یعنی دین و دنیا دونوں کی تباہی ہوتی ہے۔

قبروں پر چراغاں کرنا، اگر بتیاں جلانا یا ایسی بدعت ہے جس سے سلف صالحین ناواقف تھے، جو بلاشبہ حرام ہے البتہ یہ روایت جسے امام احمد اور اصحاب السنن نے اہن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: (عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثْوَاتُ الْقَبْوِرِ وَالْمَسْخَدِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدُ وَالشَّرْجَ)

ترجمہ: ”قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور اس پر چراغاں کرنے والوں پر جی کریم صالح اللہ علیہ السلام نے لعنت کی ہے۔“ ضعیف ہے۔ (دیکھئے ضعاف السنن الأربع للإمام الألباني)

بدعتمر (۱۲): قبوں پر عرس منانا یا الٹلوچشن گاہ بنانا

بنا نانہ تربت نہیں ری صنم تم نہ کر نامی قبر پر سر کو ختم  
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم  
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور اپنی بھی مجھ دی ہے اس نے بس اتنی بزرگی

بزرگان دین اور اور لیا ہے کرام کے مزارات اور مقابر پر عرس اور میلوں کا سالانہ انعقاد کرتا برصغیر کے بعد قی مسلمانوں کے رسم درواج میں فرائض دین کی مانند ہے، ان بزرگوں کی تاریخ وفات یا تاریخ ولادت پر ان کے عرس منانے جاتے ہیں، یہ کام ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، قبوں پر چڑاغاں ہوتا ہے عود و عنبر اور اگر بتایا سلاکائی جاتی ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں، قبوں پر غلاف کعبہ کے مانند غلاف چڑھائے جاتے ہیں، قبوں کو کعبہ کی طرح غسل دیا جاتا ہے، کچھ مزاروں پر بہتی دروازے بھی بنائے گئے ہیں جو عرس یا کسی خاص مناسبت پر کھولے جاتے ہیں، ان دروازوں سے گذر کر جہلا سمجھتے ہیں کہ اب انہیں بہشت میں جانے کا سڑپیٹک مل چکا ہے، شیطان نے اتنا سبق سکھا دیا ہے، اگر یہ لوگ تو بکے بغیر مرے تو ان پر جنت نہیں جہنم واجب ہو جائے گی، یہ بہتی نہیں دوزخی دروازے ہیں، کعبہ مشرفہ جو ساری کائنات کے لئے توحید کا سرچشمہ ہے، جس کا طواف حج و عمرہ کارکن ہے، مسجد حرام جہاں ایک صلاة کا ثواب ایک لاکھ ملتا ہے، مسجد نبوی جسے نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تعمیر کیا جہاں ایک صلاۃ کا ثواب ایک ہزار ملتا ہے، ان مبارک و مقدس بھگتوں کے دروازوں سے گذرنے والوں کے لئے جنت کی کوئی ضمانت نہیں ہے اور نہ ہی یہ جنتی دروازے ہیں، جب توحید کے ان سرچشمتوں کا یہ عالم ہے تو پھر شرک کے اذوؤں میں بننے دروازوں کی کیا حیثیت ہوگی، جنت کے دروازے آسمان پر ہیں یعنی زمین پر نہیں، اور اگر جنتی دروازے دنیا میں ہوتے تو کہہ مشرف یا مدینہ منورہ میں ہوتے، جو اس کائنات میں سب سے افضل و مقدس مقامات ہیں۔ لا ہو را جو غیر میں نہیں ہوتے۔

عرس اور میلوں ٹھیک یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہیں جنہیں پھر سے اب لیں اور اس کے چیلوں نے مسلمانوں میں پھیلا دیا ہے، چنانچہ شیطان نے برصغیر اور دیگر ملکوں میں مزارات کی ٹھیک میں اپنے اڈے قائم کر دئے ہیں، ان لوگوں کو نہ اللہ یاد آتا ہے نہ مسجد اگر انہیں یاد آتا ہے تو ہر جھرات کو مزاروں و درگاہوں اور آستانوں پر حاضری اور چڑھائی ایہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر مزارات میں مدفن بزرگان دین کو فریاد رہ دیتے، غریب نواز، مشکل کشا، و حاجت رو سمجھتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی یہی لوگوں کی قبریں تھیں لیکن آپ نے نہان پر پھول چڑھائے نہ چراغ جلائے نہ ان کو غسل دیا اور نہ ہی ان پر عرس و میلہ وغیرہ کیا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی قبر مبارک پر آپ کے جانثار صحابہ نے بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا جو تعلیمات نبی ﷺ کے خلاف ہوں۔

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (لَا تَجْعَلُوا بَيْوَتَكُمْ قُبُورًا وَ لَا تَجْعَلُوا أَقْبَرَى عِيدًا وَ أَصْلُو أَعْلَى فَإِنَّ حَسَلَتُكُمْ تَبَلُّغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ)

ترجمہ: ”تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر جشن گاہ نہ بنانا اور میرے اوپ تم کہیں سے بھی درود پڑھوو، ہم تک پہنچتا ہے۔“

[سنن ابو داؤد کتاب المناسک باب زیارت القبور حدیث رقم ۲۰۲۶ و یکجھے صحیح سنن ابی داؤد لللبانی ۱/۵۷]

علی بن الحسین یعنی زین العابدین سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرف ایک راستہ تھا انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اس راستے سے داخل ہوتا ہے اور دعا کرتا ہے، انہوں نے اسے بلا یا اور فرمایا: کیا میں تمہیں وہ حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد یعنی حسین سے اور میرے والد نے میرے دادا یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہے کہ میری قبر کو عید یعنی جشن گاہ نہ بنانا اور نہ ہی اپنے گھروں کو قبرستان بنانا کیونکہ تمہارا سلام تم جہاں کہیں سے بھی پڑھو مجھ تک پہنچتا ہے۔ [مسند ابی یعنی ۳۶۲۳ و یکجھے صحیح الباجع الصغیر للبانی ۲/۴۰۶، اور تذکیر الساجد ص ۹۵]

قبروں پر عرس منانے کے بہت سارے مفاسد و نقصانات اور متعدد بدعاات و شرکیہ اعمال کا ذریعہ ہیں مثال کے طور پر وہاں صلاة پڑھنا، قبر کا طواف کرنا، قبر کو بوسہ دینا اور اسے چومنا چاہنا، قبر کا سجدہ کرنا، قبر پر پڑی ہوئی مٹی کو اپنے جسم پر مانا، صاحب قبر کا وسیلہ لینا، صندل لیجانا وغیرہ۔

قبروں کو میلہ یا جشن گاہ بنانے کے سلسلے میں قبر پرستوں نے نبی کریم ﷺ سے بہت ساری حدیثیں منسوب کر کرچی ہیں ان میں سے تین مشہور حدیثیں یہاں بیان کی جاری ہیں تاکہ آپ ان سے دھوکہ نکال سکیں۔

(۱) جو بروز جمعہ اپنے والدین یا ایک کسی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور سورۃ مس کی تلاوت کرتا ہے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ (یہ موضوع حدیث ہے دیکھئے سلسلہ ضعیفۃ الامام الالبانی ۲۶)

(۲) جو ہر جمعہ کو اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے فرماتا ہے کہ دارکھدا یا حاتا ہے۔ (یہ حدیث بھی موضوع ہے دیکھئے سلسلہ ضعیفۃ ۲۵)

(۳) نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جب بے لہس ہو جاؤ تو اہل قبور کو لازم پکڑو اور ایک روایت میں ہے جب تم پریشانی میں گھر جاؤ تو اہل قبور سے استغاثت طلب کرو۔

(یہ حدیث بھی موضوع ہے علوی نے کشف الغاء (۱/۸۵) حدیث رقم ۲۳) میں ذکر کیا ہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہرین حدیث کا اس کے جھوٹ ہونے پر اتفاق ہے۔ [فتاویٰ ۱۱/۲۹۳]

بدعت نمبر (۱۵): دور راز جگہوں سے قبر پر حاضری دینے کی نیت سے رخت سفر

باندھنا، اس میں نبی کریم ﷺ کی قبر بھی شامل ہے۔

قبروں کی زیارت مسنون ہے گرچہ وہ غیر مسلم ہی کی کیوں نہ ہو کیونکہ زیارت کا مقصد موت اور آخرت کی یاد ہے اور دونوں مقاصد بالتفہیق مذہب و ملت ہر قبر سے حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن قبروں کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھنا اس کے لئے تیاری کرنا دور راز جگہوں سے ان کا قصد کرنا یہ بدعت ناجائز ہے، مثال سے بات زیادہ واضح ہوتی ہے، ایک شخص کہیں دور راز کی رشتہ دار کی زیارت کے لئے جاتا ہے وہاں پہنچنے کے بعد اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی قبرستان ہے اب اگر وہ شخص اس قبرستان کی زیارت کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ یہاں اس کے آنے کا مقصود رشتہ دار سے ملاقات ہے، یہ تو اتفاق کی بات ہے کہ وہاں اسے قبرستان مل گیا جس کی زیارت اس نے کری، لیکن وہی شخص اپنے گھر سے اس قبرستان کی زیارت کے لئے سفر نہیں کر سکتا، لہذا قاری کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قبروں کی زیارت اور اس کے لئے رخت سفر باندھنا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اول الذکر مسنون جبکہ دوسرا بدعت، عام طور سے دونوں میں خلط مجھ سے کام لے کر سیدھے سادے عوام کو یہ قوف بنایا جاتا ہے اور ہم پر الزام تراشی کی جاتی ہے کہ ہم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکتے ہیں، حالانکہ بات ایسی نہیں ہے ہم قبرستان کی زیارت کے نہ صرف قائل بلکہ اسے مستحب سمجھتے ہیں البتہ زیارت کے لئے رخت سفر باندھنے کو حرام سمجھتے ہیں، کیونکہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی دوسری مسجد کا سفر بغرض اجر و ثواب جائز نہیں ہے، ابو ہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کا سفر (بغرض اجر و ثواب) نہ اختیار کیا جائے مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ [صحیح بخاری/ ۱۴۹ و صحیح مسلم/ ۲۷۳۹]

مذکورہ تین مساجد کے سوا کسی دوسری مسجد کا سفر اجر و ثواب کی نیت سے جائز نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی عالیشان کیوں نہ ہو، توجہ مسجد یہ جو کہ اللہ کا گھر ہیں وہاب کی نیت سے ان کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے تو پھر مزاروں کے لئے سفر اختیار کرنا کیونکہ جائز ہو سکتا ہے؟

آپ ﷺ کی قبر مبارکہ کی زیارت کی نیت سے مدینہ کا سفر بھی جائز نہیں ہے، ہاں جو مدینہ پہنچ گیا اس کے لئے قبر رسول ﷺ کی زیارت مستحب ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے بغرض اجر و ثواب صرف تین مسجدوں کی زیارت کی اجازت دی ہے، اگر آپ کی قبر کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھنا جائز ہوتا تو آپ ﷺ اس کی بھی اجازت دیتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں تو آستانوں مزاروں

درگاہوں کی زیارت کے لئے سفر بر جادوی جائز نہیں ہوگا، آج عجیب و غریب صورت حال ہے کتنے مسلمان ایسے ہیں جو مکہ مکرمہ سے حج سے واپسی پر جب تک مزاروں کی زیارت نہ کر لیں تھے ہیں کہ حج ناقص و نامکمل ہے، اسی لئے وہ حج سے واپسی کے بعد مزاروں کی زیارت ضرور کرتے ہیں تاکہ ان کا حج کامل ہو جائے۔ جب حج میں مدینہ منورہ کی زیارت ضروری نہیں تو پھر ان چکوں کی زیارت کیسے ضروری ہوگی؟ اور اگر ضروری مان لیا جائے تو پھر قرون مفضلہ کے کسی بھی مومن کا حج ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان مقامات کی کبھی زیارت نہیں کی، نہیں ان کے زمانے میں یہ سب موجود تھے۔

**بدعت نمبر (۱۶) :** قبرستان میں پورا قرآن پڑھنا یا بعض سورتوں جیسے سورۃ فاتحہ سورۃ بیت یا چاروں

### قل یا آیت الکرسی کی تلاوت کرنا:

قرآن مجید زندہ لوگوں کے لئے نازل ہوا ہے اس کا اصل مقصد ہدایت و رہنمائی ہے، ارشاد و باری تعالیٰ ہے:  
 ﴿وَمَا عَلِمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَبْغِنِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذُكْرٌ وَفُرُّقٌ آنَّ مُبِينٌ﴾، لیسندر من کا ان حیا و یحث القول علی الکافرین (سورۃ قبسین ۲۹ و ۳۰)

”نہ تو ہم اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یا اس کے لائق ہے، وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔“  
 یعنی یہ کہ اللہ رب العالمین نے قرآن مجید کو زندہ لوگوں کے لئے نازل کیا ہے کہ وہ اسے یاد کریں اس کی تلاوت کریں اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں اس کا نزول اس لئے نہیں ہوا ہے کہ مردوں کی قبروں پر جا کر اس کی تلاوت کی جائے یا ان کے حق میں پڑھ کر انہیں بخشاویا جائے، معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید میں مردوں پر قرآن خوانی سے روکتا اور منع کرتا ہے، اور جب نبی کریم ﷺ کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس میں آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہوا یا آپ ﷺ نے کبھی خود کیا ہو یا آپ کے سامنے کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اس پر خوشی اختیار کی ہو سوال یہ ہے کہ اگر عمل جائز ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اپنی اولاد کے لئے کیوں نہیں کیا، اسی طرح خلافے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اپنے وفات شدہ رشتہ داروں کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کیوں نہیں کیا، کیا ہم نبی کریم ﷺ یا آپ کے صحابہ کرامؓ سے زیادہ متقدی اور خیر کے متاثر ہیں عاشورا کا۔

نبی کریم ﷺ نے گھروں کو قبرستان بنانے سے منع کیا ہے۔ یعنی گھروں میں مسنون صلاۃ اور قرآن پڑھنے کی تلقین ہے، جس گھر میں قرآن اور مسنون صلاۃ نہ پڑھی جائے گویا وہ گھر مثل قبرستان ہے کیونکہ قبرستان مردوں کا مدنہ ہوتا ہے جہاں سننا اور خوشی کا سماں رہتا ہے وہ کوئی مسجد یا گھر نہیں، جہاں جا کر قرآن کی تلاوت کی

جائے یا وہاں صلاة پڑھی جائے۔

آج ہمارے ملکوں میں محلہ محلہ قرآن خوانی کی بیٹیاں بنی ہوئی ہیں، جو اجرت پر قرآن پڑھ کر میت کو بخشنے کا مقدس فریضہ انجام دیتی ہیں، یعنی مغفرت کا جو حق اور اختیار اللہ کا تھا اب بندوں نے کرنا شروع کر دیا اہل آمان والحقیقت، جس مقصد کے لئے قرآن کا نازول ہوا اس کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے، اگر قبروں پر قرآن کی تلاوت جائز ہے تو پھر رسول ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، اپنی بیویوں زینب، رقیہ، ام کلثوم، رضی اللہ عنہم، اور اپنے محبوب بچپا اور رضائی بھائی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبروں پر یا ان کے حق میں قرآن خوانی کا اہتمام کیوں نہیں کیا، قرآن کریم تو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس کے باوجود آپ نے کسی رشتہ دار کے لئے اس کا اہتمام کیوں نہیں کیا، صحابہ کرام کے اعزاء وقارب کی وفاتیں ہوئیں لیکن انہوں نے اس سنت کو کیوں نہیں سر انجام دیا، اخصوص خلفاء راشدین ﷺ نے جن کی سننوں کو لازم پڑنے کی نبی کریم ﷺ نے تلقین کی ہے، آخر کیوں، پھر جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کے لئے جان شار صحابہ نے قرآن خوانی کا اہتمام کیوں نہیں کیا؟ لہذا معلوم ہوا کہ ایسا کرنا سنت نہیں بدعت ہے، نہ یہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کی بیکاپا ہے نہ یہ صحابہ کرام سے بلکہ یہ بدعت سے محبت کی دلیل ہے۔

### بدعت نمبر (۱۷): قبر پر سجدہ کرنا

قبروں پر بنی مسجدوں میں آپ ﷺ نے صلاۃ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تو پھر قبر کا سجدہ کیسے جائز ہوگا؟ کیونکہ سجدہ صلاۃ کا ایک اہم رکن ہے، سجدہ صرف انہیں حکم ہوں پر جائز ہے جہاں شرک و بت پرستی کا کوئی نام و نشان نہ ہو، پوپن کبھی سجدہ اہم ترین عبادت ہے، جو صرف اللہ کے لئے جائز ہے، کثرت بسود جنت میں جانے کا اہم سبب ہے، رہیم بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں رات گزارتا تھا آپ کے لئے وضوء کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لایا کرتا تھا، ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا: ما گلو! میں نے کہا: میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ کچھ نہیں؟ میں نے کہا: نہیں بس یہی! آپ ﷺ نے فرمایا: (اعتنی علی یہ بگثرة الشجود) ”تم کثرت بسود سے میری مدد کرو۔“ (صحیح مسلم)

یعنی اگر تمہیں جنت میں میرا ساتھ مطلوب ہے تو کثرت سے نوافل کا اہتمام کرو اور میں تمارے لئے دعاء سے کوشش کرو گا، تم ہماری دعا اور اپنی کثرت نوافل سے جنت میں میری رفاقت حاصل کر سکتے ہو۔ ان شاء اللہ واضح رہے کہ یہاں سجدہ سے مراد صرف سجدہ نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگ صلاۃ سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے نکلنے سے قبل ایک سجدہ کرتے ہیں پھر مسجد سے نکل جاتے ہیں، یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زیادہ سے نوافل پڑھنا ہے، کیونکہ صلاۃ میں سجدہ کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لئے سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے، ثانیاً نبی

کریم سلسلہ شاہیہ سے صلاۃ کے بعد صرف سجدہ کرنا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، کچھ لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ اگر صلاۃ میں کوئی کمی رہ گئی ہوگی تو اس سے پوری ہو جائے گی، یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس کی حیثیت وہم سے زیادہ کی نہیں اور عبادات میں وہم کی کوئی بخوبی نہیں ہے، اور پھر کسی کسی نوعیت کی ہے؟ اگر کمن کی کمی ہے تو پھر اس رکن کی ادائیگی کے بغیر صلاۃ نامکمل رہے گی اور اگر واجب کی کمی ہے تو پھر صرف ایک سجدہ سے اس کی تلافی نہیں ہوگی بلکہ دو سجدہ سہو کرنا ہوگا، جیسا کہ ہر کس وناکس جانتا ہے لہذا اس طرح کے سجدہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

ثواب ﷺ نے نبی کریم سلسلہ شاہیہ سے جنت میں یجائے والے عمل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا : اللہ کے لئے کثرت سے سجدہ کرو، ہر سجدے کے بدالے اللہ تعالیٰ تیر اور جب بلند کرے گا اور لگناہ مٹائے گا۔ (صحیح مسلم)  
معلوم ہوا کہ سجدہ عظیم ترین عبادت جو اللہ کے سوا کسی مخلوق کے لئے جائز اور روا نہیں ہے جب آپ ﷺ نے اپنے لئے سجدہ کو جائز نہیں سمجھا تو پھر قبروں میں مدفون اشخاص کے لئے سجدہ کیسے جائز ہو سکتا ہے، نبی کریم سلسلہ شاہیہ کا ارشاد ہے: ”اگر اللہ کے سوا کسی کے لئے میں سجدہ کو جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کا سجدہ کریں“۔ (سنن ابو داؤد سنن ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے جنت سے نکال دیا، تو پھر ہم غیر اللہ کا سجدہ کر کے جنت کے مستحق کیسے بن سکتے ہیں؟

### بدعت نمبر (۱۸): قبر پر قوالي کرنا

قوالی ناج گانارا قص و مروہ کی محفلیں منعقد کرنا شریعت میں یوں ہی حرام ونا جائز ہے، گانے والا مرد ہو یا عورت، البتہ عورت کے تعلق سے جرم اور عنکبوں ہو جاتا ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی پرودہ ہے اور پھر وہ بے پرودہ مردوں کے ساتھ مل کر گاتی اور اپنے حسن کی نمائش کرتی ہے اور پھر قوالي تو صرف جھوٹ کا بلندہ ہوتا ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا، لہذا ایک عنکبوں قسم کی بدعت ہے جو قبروں پر انعام دی جاتی ہے، جب قبر پر اذان دینا صلاۃ پر ہنا قرآن کی تلاوت کرنا شریعت میں حرام ہے تو پھر قوالي جو سرے سے ناجائز ہے اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے، جہاں قوالياں جھوٹ کا بلندہ ہوتی ہیں ویں بہت ساری مخصوصیتوں کا بھی مرتع ہوتی ہیں کوئی بھی قوالي بغیر دھول باجے کے نہیں ہوتی، ایک ہی اتنی پر بلا پرودہ مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ قوالم پاؤں میں گھونگھر و باندھ کر ناجی بھی ہے، اس لئے قوالي سنتا اور سنتا دنوں حرام ہے۔

### بدعت نمبر (۱۹): قبر کا طواف کرنا

طواف ایک ایسی عبادت ہے جو صرف کعبہ مشرف کے ساتھ خاص ہے، یہ اللہ کے اس گھر کی خصوصیت ہے جو دنیا کے اس بندہ میں سب سے پہلے بنایا گیا جو ہدایت و رہنمائی کا مرکز و نفع ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَهْدُنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَّرَا نَبِيَّنَ لِلطَّاغِيَنَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السَّجُودِ﴾ (سورہ البقرۃ: ۱۲۵)

ترجمہ: ”ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اعیان کاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اس کے بعد دور کعت صلاۃ ادا کرتا ہے تو اسے ایک گردان آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔“ (صحیح ابن ماجہ کتاب المناسک)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بیت اللہ کا زیادہ سے زیادہ طواف کرنا نیک اعمال میں سے ہے۔“  
(مجموع الفتاویٰ / ۱۵۳ / ۲۶)

معلوم ہوا کہ طواف کی عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ طواف گرجہ کعبہ کے ارگوں دلگایا جاتا ہے لیکن وہ درحقیقت اللہ کے لئے ہوتا ہے، خانہ کعبہ تو صرف ایک علامت ہے، اگر کوئی خانہ کعبہ کے لئے طواف کرتا ہے تو بھی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اس کی مثال ہو ہبہ سجدہ کی ہے، ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں لیکن زمین کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے لئے اگر کوئی زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، کیونکہ زمین مغلوق ہے میں مثال طواف کعبہ کی بھی ہے، وہ بھی ایک مغلوق ہے، جب خانہ کعبہ کے لئے طواف ناجائز تو پھر مزاروں اور قبور کا طواف کیسے ہو سکتا ہے؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین کی بنیاد و چیزوں پر ہے: (۱) ہم صرف اللہ کی عبادت کریں (۲) اور مشروع و جائز سے اس کی عبادت کریں، بدعاوں سے اس کی عبادت نہ کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَسْأَلُ كُمْ أَيْكُمْ أَخْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْغَنِيُّرِزُ الْغَفُورُ﴾ ترجمہ: ”جس نے موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے اور وہ غالب (اور) بخش والا ہے۔“ (سورہ الملک، آیت ۲)

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: ”آیت کا مطلب ہے جو خالص اور درست ہو ان سے پوچھا گیا خالص ہونے کا مطلب کیا ہے! فرمایا: خالص کا مطلب ہے صرف اللہ کے لئے اور درست کا مطلب ہے سنت نبوی کے موافق ہو، عمل اگر خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو وہ قبول نہیں ہو گا، اور اگر درست ہو لیکن خالص نہ ہو تو بھی قبول نہیں ہو گا، جب تک عمل خالص اور درست نہیں ہو گا قبول نہیں ہو گا،“ (مجموع الفتاویٰ / ۸۲ / ۲۳)

ایک جگہ اور فرماتے ہیں: ”تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی چیز کا طواف جائز نہیں ہے، اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو بیت اللہ کے سوا کسی اور چیز کا طواف کرتا ہے وہ گمراہ ہے، مثال کے طور پر مسجد اقصیٰ میں صخرہ کا طواف، جگہ نبی ﷺ کا طواف، یا عرفہ منی کی مسجدوں کا طواف، یا کسی شیخ کی قبر کا طواف، یا نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں سے کسی کا طواف جیسا کہ جاہل مسلمان کرتے ہیں، لہذا بیت اللہ کے سوا کسی بھی چیز کا طواف جائز نہیں ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور اگر کوئی اسے قربت کا ذریعہ سمجھتا ہے تو بالاتفاق یہ دین نہیں ہے ایسا کیوں نہ ہو جکہ یہ دین اسلام کی بنیادی و اساسی باتوں میں سے ہے۔“ (۲۵۰/۱۲۱)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی قبر کا طواف جائز نہیں ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ قبروں درگاہوں اور مزاروں کا طواف ناجائز اور ایک غنیم بدعut ہے اور اگر طواف کرنے والا صاحب قبر کو حاجت روا، مشکل کشا، داتا اور غیر دال سمجھتا ہے تو یہ شرک اکبر ہے، اس سے انسان دین اسلام سے خروج کر جاتا ہے اور اگر حاجت روا اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتا ہے تو بھی ناجائز بلکہ ایسی بدعut ہے جس سے شرک میں پڑنے کا خدش ہے۔

جو قبروں کے پیچاری میں وہ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ ہم طواف تو اللہ ہی کے لئے کرتے ہیں قبر تو صرف ایک علامت ہے کیونکہ اس میں جو مدفنوں ہیں وہ اللہ کے نیک بندے ہیں ہم ان کی قبروں کا طواف کر کے اللہ کی قربت چاہتے ہیں۔ یہ شبہ مکمل ہی کے جا لے سے بھی زیادہ کمزور ہے، اللہ کی قربت بدعut سے نہیں ان چیزوں سے حاصل ہوتی ہے، جو اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے مشروع قرار دیا ہے طواف ایک عبادت ہے جو صرف اللہ کے لئے جائز ہے، اور وہ بھی صرف خانہ کعبہ کا، نبی اکرم ﷺ کی قبر کا طواف بھی حرام ہے، آپ ﷺ افضل دنیا میں کوئی نہیں پیدا ہوا اور نہ ہوگا آپ ﷺ سب کے امام، و مسدار ہیں، سب کے رہبر ہیں، جب آپ ﷺ کی قبر کا طواف جائز نہیں ہے تو پھر دنیا میں کسی کی قبر کا طواف جائز نہیں ہو سکتا، اہل بدعut اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ چونکہ مدینہ میں وہاں یوں کی حکومت ہے اس لئے نبی کریم ﷺ کی قبر کا طواف نہیں ہوتا ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ کی قبر کا طواف جائز ہے، اس کا بڑا واضح اور بحید معقول و دندان شکن جواب ہے وہ یہ کہ آج چند سالوں سے مدینہ پر وہاں یوں کی حکومت ہے، کیا خلافاً راشدین بھی وہابی تھے انہوں نے کیوں نہیں نبی اکرم ﷺ کی قبر کا طواف کیا، اسی طرح بعد کے خلفاء و مسلمانین کے ادوار میں آپ ﷺ کی قبر کا طواف کیوں نہ ہوا کیا وہ سب کے سب وہابی تھے؟؟۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل بدعut قبروں کے طواف کے جواز پر قیامت کی آخری صبح تک نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی صحیح حتیٰ کہ ضعیف حدیث یہی نہیں کسی تابعی کا اثر یا قول تک نہیں پیش کر سکتے، کاش اللہ تعالیٰ

انہیں تو بہ کی توفیق دیدے، وسراب جواب یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی حرمت پر سلف امت کا اجماع نقل کیا ہے، اور اسے دین کی بدیکی باتوں میں شمار کیا ہے، اور اس بات کی تفصیل کی ہے کہ وہ حرام بدعقوں میں سب سے بڑی اور بری بدعوت ہے۔ (دیکھنے مجموع فتاویٰ ۲۶، ۱۲۱، ۲۵۰)

### بدعت نمبر (۲۰): قبر پر پھول چڑھانا یا درخت لگانا

میت کی تدفین کے بعد، بہت سارے لوگ اس کی قبر پر پھول چڑھاتے ہیں، کچھ لوگ درخت لگادیتے ہیں تو کچھ لوگ کسی درخت کی ہری ٹہنی توڑ کر نصب کر دیتے ہیں، ان کا مگان ہے کہ اس سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے، اس کے جواز میں ابن عباس ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا گذر و مقبروں کے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہورہا ہے جبکہ کسی ایسے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا ہے جس سے پچھا مشکل ہو، پھر آپ نے فرمایا: ضرور ایک تو چغلخوی کرتا تھا، اور دوسرا پیش اب کے چھینوں سے محفوظ نہیں رہتا تھا، پھر آپ ﷺ نے ہری ٹہنی لی اس کے دو حصے کئے، پھر دونوں قبروں پر ایک ایک ٹہنی نصب کر دی، اور فرمایا: ”جب تک خشک نہیں ہوں گی عذاب میں خفت رہے گی۔“ (صحیح بخاری رقم ۸۷، صحیح مسلم رقم ۲۹۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ دو جو ہات کی بناء پر یہ عمل نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا، اولاً آپ ﷺ کو دونوں کے عذاب کے بارے میں وحی کے ذریعہ بتایا گیا، اور آج یہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، ثانیاً آپ ﷺ نے تا حیات کسی اور کسی قبر پر کوئی ٹہنی نصب نہیں فرمائی، کیونکہ یہ ان دونوں کے ساتھ خاص تھا، اگر یہ ہر ایک کے لئے ہوتا تو آپ ﷺ ہر قبر پر ٹہنی نصب کرتے یا کرنے کا حکم دیتے، تیری وجہ یہ ہے کہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام ﷺ اور سلف امت نے اس عمل کو نبی کریم ﷺ کی خصوصیت سمجھا اسی لئے کسی غایفہ راشد یا صحابی یا تابعی نے کسی کی قبر پر کوئی ٹہنی وغیرہ نصب نہیں کی، اگر یہ جائز ہوتا تو اس سے پچھے بھی نہیں رہتے جبکہ وہ ہر نیکی میں پیش پیش رہتے تھے۔ لہذا اس کی قبر پر درخت وغیرہ لگانا سنت نہیں بدعوت ہے۔

آج جو قبروں پر یہ عمل انجام دیتے ہیں ان سے بجا طور پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو تو وحی کے ذریعہ بتایا گیا کہ دونوں قبر والوں کو عذاب ہورہا ہے اب جبکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے تو یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میت کو قبر میں عذاب ہورہا ہے، وہ اللہ کی نعمتوں اور حرمتوں میں بھی ہو سکتا ہے، تو پھر آپ کس بنیاد پر ٹہنی نصب کرتے ہیں، جبکہ آپ ﷺ نے عذاب میں تخفیف کے لئے ٹہنی نصب کی تھی۔

اگر آپ سنت کے آرزومند ہیں تو آپ ﷺ کی سنت کی پیر دی کرتے ہوئے دن کے بعد میت کے لئے ثابت قدی کی دعا کریں، آپ ﷺ جب کسی میت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو آپ ارشاد فرماتے:

(استغفارُ لأخيكم وسائلُ الله الشفاعة فـإله الآن يسأل)

”اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کی ثابت قدیمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔“ (سنن ابو داؤد رقم ۳۲۲۱)

### بدعت نمبر (۲۱) : قبر میں عہد نامہ رکھنا

قبر میں میت کے سینے پر ایک عہد نامہ رکھا جاتا ہے جس میں روافض کے اماموں اور کچھ بزرگوں کے نام لکھے ہوتے ہیں رکھنے والوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ جن بزرگوں کا نام ہے ان کی طرف سے عہد و پیمان اور وعدہ ہے کہ وہ ہر حال میں میت کو دکھ درد سے بچائیں گے اس کی دست گیری کریں گے اور اگر یہ عہد نامہ رکھا گی تو میت کی نجات مشکل ہو جائے گی۔

یہ دشمنان صحابہ و دشمنان اسلام را فضیوں کی سنت ہے، نبی کریم ﷺ کی سنت و حدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، دنیا و آخرت میں دست گیری کرنے والا اور مشکل کشا صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، غیر اللہ سے دشگیری شرک اکبر ہے، دوسرا بات یہ کہ انسان کی نجات کا دار و مدار اس کے نیک اعمال پر ہے، اگر کسی کی قبر میں پورا قرآن کریم اور حدیث کی ساری کتابوں کو رکھ دیا جائے، یا سارے انبیاء کرام کے نام لکھ کر رکھ دیئے جائیں تو مجھی اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اور اگر انسان کے پاس نیک اعمال ہیں تو اسے ان چیزوں کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ جن مزعومہ اماموں کے بارے میں یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ مشکل میں نجات دہنہ بن کر آئیں گے ان کے ساتھ کیا ہو گا خود انہیں اس کا کوئی علم نہیں ہے، تو پھر وہ دوسروں کی کیا دست گیری کریں گے، اللہ سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین!

### بدعت نمبر (۲۲) : میت پر ۳۱ بار سورۃ بقرۃ پڑھنا

میت کو دفن کرنے سے پہلے ۳۱ مرتبہ سورہ بقرۃ کی تلاوت کی جاتی ہے، کلمہ شہادت بھی بار بار پڑھا جاتا ہے، حالانکہ کسی صحیح حدیث تو درکنار کسی ضعیف حدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، آپ ﷺ نے گھروں میں سورۃ بقرۃ پڑھنے کا یہ فائدہ بتایا ہے کہ وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے، آپ ﷺ نے کسی میت پر سورہ بقرۃ پڑھنے کا حکم نہیں دیا ہے، یہ دین میں زیادتی ہے، پھر صرف ۳۱ بار پڑھنا یہ یہ ذات خود ایک نیا عامل ہے جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ ﷺ نے گھروں میں سورہ بقرۃ پڑھنے کی بھی کوئی خاص تعداد نہیں بتائی ہے۔

### بدعت نمبر (۲۳) : قبر پر اذان دینا

یہ بھی ایک نئی نویلی بدعت ہے، اس کی حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ جب میت اذان سے گاٹو صلاة کی تیاری کرے گا جس کے سبب وہ منکرنیکر کے سوالات کا بھیک بھیک جواب دے گا، بلاشبہ قبر پر اذان دین میں ایک نئی چیز ہے اور یہ صرف برصغیر میں وہ بھی بعض علاقوں میں کی جانے والی رسم ہے آپ لاکھ اذان دیں مردہ نہ اذان سنتا ہے نہ اور کوئی گفتگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا أَنْتُ بِمُسْمِعٍ مِّنْ فِي الْقَبْوِ﴾ ”اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبور و میں ہیں“ (سورہ فاطر: ۲۲)

نبی کریم ﷺ نے کسی کی قبر پر اذان نہیں دلوائی، اور نہ ہی کسی صحابی نے کبھی قبر پر اذان دی، اور یہ فرض محال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ میت اذان سنتا ہے تو اگر صلاة نہ پڑھنے والوں میں سے تھا تو کیا عجب کہ جیسے وہ دنیا میں اذان سنا کرتا تھا لیکن اسے صلاة کی تو فیق نہیں ہوتی تھی ایسے ہی کیا اس بات کی خصانت ہے کہ وہ قبر میں اذان سنتے کے بعد صلاة کی تیاری کرنے لگے گا، اذان فرض صلاة کے لئے دی جاتی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو صلاة کے وقت کی اطلاع دینا ہوتا ہے اور انسان جب مر جاتا ہے تو عمل کا دروازہ اس کے لئے پڑھی جاتی ہے اب وہ کسی چیز کا مکلف نہیں رہتا، دنیا دار اعمل ہے آخرت تو دار جزا ہے تو پھر وہاں عمل کا کیا فائدہ؟ امام ابن الملقن فرماتے ہیں: اذان مخصوص ذکر کا نام ہے جو دراصل فرض صلوٹ کے اوقات کی اطلاع دینے کے لئے مشروع قرار دی گئی ہے (الإعلام بفواته) عمدة الأحكام (۱۹/۲۳)

قبر پر اذان کی عدم مشروعیت اور اس کے بدعت ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگاسکتے ہیں کہ میت پر صلاة جنازہ میں اذان نہیں دی جاتی ہے حالانکہ یہ نماز بطور خاص اسی کے لئے پڑھی جاتی ہے تو پھر فتن کے بعد اس کی قبر پر اذان دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

سعودی عرب کے سابق مفتی امام ابن باز رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس کے بدعت ہونے میں ذرا بھی شک نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اتنا ری نہ یہ رسول اللہ ﷺ سے منتقل ہے اور نہ آپ کے صاحب کرام ﷺ سے اور پورا خیر ان کی اتباع اور ان کے راستے کی پیروی میں ہے۔“ (مجموع فتاویٰ ابن باز ۲/۷۵)

مشہور عالم دین و مصنف بکر ابوزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میت کے کان میں اذان دینا، اس کی موت کی خبر دینے کے لئے اذان دینا، میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان واقامت دینا، اور میت کی قبر پر اذان دینا یہ چاروں بدعات ہیں ان میں کسی ایک کی کوئی اصل نہیں ہے۔“ (صحیح الدعا ص ۳۹۶)

بدعت نمبر (۲۳): مٹی دیتے وقت پہلی مٹھی پر منہا حلقنا کم دوسرا پر وفیہا انعیند کم اور

## تیسراً پر و منہاً خر جُکْمَ تازَّاً خری پڑھنا

جب قبر میں میت کو رکھ دیا جائے تو قبر کھودتے وقت جتنی شیاں نکلی تھیں وہ ساری کی ساری قبر میں واپس کر دینا چاہیے، الگ سے مٹی لینا درست نہیں ہے، لیکن مٹی کو قبر میں واپس کرتے وقت کوئی دعا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے جبکہ کچھ لوگ مٹی دیتے وقت پہلے اپ پر وہاً حلقفنا کم و سرے اپ پر و فیہا نعیند کم اور تیرے پر و منہاً خر جُکْمَ تازَّاً خری پڑھتے ہیں، یہ سورہ طکی آیت نمبر ۵۵ ہے، جو معنی کے لحاظ سے ظیم ترین اور پرتاشیر آیت ہے، اس میں انسان کے مبداؤ مٹی اور اس کی اصل حقیقت کی بہترین عکاسی کی گئی ہے، جن حضرات نے مٹی دیتے وقت اسے پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے انہوں نے اسی معنی کا خیال کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کے پڑھنے کا سب سے مناسب وقت یہی ہے، اگر معنی ہی کی بات ہے تو اور بھی مقامات پر یہ آیت پڑھی جاسکتی ہے مثلاً جب انسان تمیم کرے تو پڑھے، کوئی کسی کومٹی یا ڈھیلا سے مارے اس وقت پڑھے، یا ڈھیلے سے طہارت حاصل کرے، تو اس وقت پڑھے، زمین پر سوئے تو پڑھے حالانکہ ان مقامات پر کوئی بھی اس آیت کے پڑھنے کا قائل نہیں ہے، اسی طرح میت کو جب قبر میں رکھتے ہیں تو وہ بھی اس آیت کے پڑھنے کا بہترین و مناسب ترین وقت ہے، لیکن نبی کریم ﷺ نے اس وقت بھی اس آیت کے پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے بسم اللہ وعلیٰ ست رسول اللہ یا بسم اللہ وعلیٰ ملته رسول اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، معلوم ہوا کہ اس آیت کو مٹی دیتے وقت پڑھنا بھی درست نہیں ہے، اگر یہ درست ہوتا تو جس طرح نبی کریم ﷺ نے میت کو قبر میں رکھتے وقت دعا بتائی ہے، اسی طرح مٹی دیتے وقت اس آیت کے پڑھنے کا حکم دیتے، یا آپ خود پڑھتے جبکہ نبی کریم ﷺ سے کسی بھی مقبول سند سے اس کا جواز نہیں ملتا ہے، لہذا ہمیں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی میں مٹی دیتے وقت اس آیت کا پڑھنا ترک کر دینا چاہئے۔ کیونکہ میت کو مٹی دینا ایک عبادت ہے اس پر انسان کو ثواب ملتا ہے، اگر مٹی دیتے وقت اس آیت کریمہ کا پڑھنا باعث ثواب ہوتا تو ضرور نبی کریم ﷺ اس کا حکم دیتے یا از خود پڑھتے۔

ایسے ہی میت کو دفن کرتے وقت الفاتحہ 'المعوذتين'، 'الإخلاص'، 'اذا جاء نصر الله' سورۃ الكافرون اور سورۃ القدر پڑھنا، میت کے سرہانے قبر پر سورۃ فاتحہ اور پانچانے سورۃ بقرۃ پڑھنا یہ سب ناجائز اعمال ہیں ان سے پر بہیز بیجد ضروری ہے۔

**بدعت نمبر (۲۵) :** قبرستان میں جنازہ پیش کے بعد جانور ذبح کر کے حاضرین میں تقسیم کرنا وفات ایک تکلیف دہ حدادش ہے، کوئی خوشی کا مقام نہیں ہے کہ جانور ذبح کر کے اس کا اظہار کیا جائے، دین اسلام میں کسی کی وفات کے موقعہ پر اہل میت کی طرف سے تجزیت کنندگان کے لئے کھانا بنانا نوح و ماتم میں شمار کیا گیا

ہے جریر بن عبد اللہ الحنفی روایت کرتے ہیں: (كَنَانَعْدُ الْجَمِيعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيْتِ وَصَنْعَةِ الطَّعَامِ بَعْدَ فِيهِ مِنَ النِّيَاحَةِ) ترجمہ: ”ہم دونی کے بعد اہل میت کے لئے اجتماع اور ان کی طرف سے کھانا بنا نے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے۔“ (مسند احمد رقم ۲۹۰۵)

و فی روایة أخرى (كَنَانَرَى الْأَجْمِيعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيْتِ وَصَنْعَةِ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ) (سنن ابن ماجہ رقم ۲۱۲ ص ۲۱۲ صحیح الإمام الألبانی فی صحيح ابن ماجہ ۲/۸۷ و فی أحكام الجنائز ۲۷)

دوسری روایت میں ہے ”ہم اہل میت کے لئے اجتماع اور ان کی طرف سے کھانا پکانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔“ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل میت کے لئے کھانا بھجوانے کا حکم دیا ہے اپنے عزیز کی وفات سے غمگین و ندھار ہیں اس نازک موقع پر ان کا کھانا بنانا تکلیف و مصیبہ میں مزید اضافہ و مصروفیت کا باعث ہو گا، لہذا ان کے ہاں کھانا بھجوانا ان کے دکھروں میں شرکت اور ہاتھ بٹانے کے مراد ہے۔

جن موقع پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں وہ خوشی کے موقع ہوتے ہیں، بچے کی ولادت کے ساتویں دن بچکا عقیقہ کر کے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، شب زفاف کے بعد ولیدہ میں جانور ذبح کیا جاتا ہے، ایسے ہی کی معزز و محترم شخصیت کی آمد پر جانور ذبح کیا جاتا ہے، بقر عید میں جانور ذبح کر کے سنت ابرا یعنی کوزنہ کیا جاتا ہے، اس لئے وفات کے موقع پر جانور ذبح کرنے کی نہ کوئی شرعی اصل ہے اور نہ ہی عقليٰ پھر قبرستان میں جانور ذبح کرنا انسان کو شک و شہم میں بٹلا کر دیتا ہے کہ صاحب قبر یعنی میت کے لئے جانور ذبح کیا گیا ہے، اور یہ ناجائز ہے، قبرستان میں صلاة پڑھنے کی ممانعت کی حکمت میں سے ایک حکمت، علماء نے یہ بیان کی ہے، کہ دیکھنے والے کے اندر یہ شک و شہم پیدا کرے گا کہ وہ صاحب قبر کے لئے صلاۃ پڑھ رہا ہے، جبکہ صلاۃ ایک عبادت ہے جو صرف اللہ کے لئے پڑھی جاتی ہے۔

بدعت نمبر (۲۶): میت کو قبر میں رکھنے سے پہلے چار پائی کے ارد گرد کرواؤ کا کرننا۔

ذکر ایسی عبادت ہے جس کے لئے نہ کوئی خاص جگہ درکار ہوتی ہے اور نہ ہی وقت، انسان جب چاہے اللہ کا ذکر کر سکتا ہے، شریعت میں اس کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے، لہذا ایک مسلمان کو ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے، لیکن کسی خاص بیت پر مخصوص شکل میں ذکر کرنا یہ دین میں زیادتی ہے، جیسے یہاں کہ میت کی چار پائی کے ارد گرد اللہ کا ذکر کرنا اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو قبر میں اتارتے وقت ایک دعا باتی ہے، جسے اس کے وقت پڑھنا چاہئے، لیکن میت کی چار پائی کے ارد گرد کوئی دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ لوگ جنازہ لے جاتے وقت کلمتہ توحید یا میت کو عسل دیتے وقت کلمہ شہادت کا اور دکرتے ہیں، اگر کوئی نہیں پڑھتا ہے تو اسے پڑھنے کا حکم بھی دیا جاتا ہے، تو یہ ساری چیزیں درست نہیں ہیں۔

### بدعت نمبر (۲۷): میت کے ساتھ تربت حسین رکھنا۔

یہ فرضیوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے، جیسے وہ صلاة کے وقت تربت کر بلا پر سجدہ کرتے ہیں اور آگروہ کی کے پاس نہ ہو تو سجدہ کی جگہ پر چھوٹی لکڑی، مٹی یا کاغذ رکھ لیتے ہیں اس عقیدہ کے ساتھ کہ یہ تربت کر بلا کا بدل ہے، بروز قیامت مرتبت حسین کام آئے گی اور نہ ہی خاندان و برادری، انسان کی نجات کا دار و مدار توحید اور عمل صالح پر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے خاندان والوں سے دوڑک لہبہ میں فرمادیا تھا:

(اعملُوا فِتْنَةً لَا أَعْنَى عَنْكُمْ فَنَّ اللَّوْشِنَاءُ) ”عمل کرو میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔“

کیا اس سے بھی زیادہ واضح اور وشن دلیل ہو سکتی ہے۔ اللہ سب کو صحیح سمجھ دے آمین۔

### بدعت نمبر (۲۸): قبر میں میت پر گلاب پاشی کرنا۔

غسل دیتے وقت پانی میں سیر کی پیتاں اور کافور وغیرہ ڈالنا مسنون ہے، اسی طرح کفن کو بھی خوشبود یا مسنون ہے البتہ قبر میں تدفین کے بعد میت کو خوشبود یا ندارست نہیں ہے۔

### بدعت نمبر (۲۹): قبر پر کھانا تقسیم کرنا۔

### بدعت نمبر (۳۰): قبر کے پاس صدقہ و خیرات کرنا۔

یہ اعمال بھی بدعاں کے زمرہ میں آتے ہیں۔

### بدعت نمبر (۳۱): مردوں و عورت کی قبر میں تفریق کرنا۔

قدرو طرح کی ہوتی ہے، لحد یعنی بلغی اور شبق یعنی سیدھی ان دونوں میں سب سے اچھی قبر بخوبی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”لحدہم مسلمانوں کے لئے اور صندوق غیروں کے لئے ہے۔“ (حدیث لزدرچکی ہے) لہذا لحد تمام مسلمانوں کے لئے افضل ہے خواہ مرد ہوں یا عورت، ان دونوں میں مردوں و عورت کے لحاظ سے تمیز و تفریق بلا دلیل ہے۔

### بدعت (۳۲): قبروں مزاروں پر غلاف چڑھانا۔

مزاروں پر غلاف چڑھانا یہی بصیرت میں مشہور ترین بدعت ہے، بیت اللہ کی مشاہدت میں ہر سال قبروں پر غلاف چڑھایا جاتا ہے، حالانکہ یہ سارِ حرام عمل ہے، قبروں کو بیت اللہ پر کسی بھی ناجیہ سے قیاس کرنا ہی درست نہیں ہے، بیت اللہ پر غلاف چڑھانا نبی کریم ﷺ کی سنت تقریری ہے، دور جامیت میں بیت اللہ کے بعض حصوں پر پھٹے

پرانے کپڑے انکادے جاتے تھے، جب آپ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو اس پر کمیر نبی فرمائی، اور پھر بعد میں حملاء و سلاطین کی طرف سے اس کا خصوصی اہتمام کیا جانے لگا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیت اللہ کی خصوصیت ہے اور پھر جب قبروں کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں پختہ کرنا ہی ناجائز و حرام ہے تو پھر قبروں کو غلاف کیسے چڑھایا جاسکتا ہے کیونکہ قبریں پچھ سالوں کے بعد مٹ کر زمین کے برابر ہو جاتی ہیں۔

### بدعت نمبر (۳۳): قبر پر ذبح کرنا۔

جانور ذبح کرنا براہی مقرب عمل ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتوں میں صلاة کے ساتھ اس عبادت کو ذکر فرمایا ہے (فَلِإِنَّ صَلَاةَ وَنُسُكَيْ وَمُحْمَّدَاتِ اللَّهَ رَبِّ الْعَالَمِينَ) {۱۶۲ سورۃ الانعام}، دوسری آیت (إِنَّ أَغْنَتِنَا نَأْكَ الْكَوْثَر) (۱۷۱ سورۃ الكوثر) (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْخِرْ (۲) إِنَّ شَانِشَكَ هُوَ الْأَبْتَر) (۳)

امام شفیعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بعض علماء کے بقول نک سے مراد جانور ذبح کرنا ہے کیونکہ کفار اس عظیم عبادت کے ذریعہ بتوں کا تقرب حاصل کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اعلان کریں کہ ان کی صلاۃ اور ذبح سب خالص اللہ کے لئے ہے۔“ (آضواء البيان / ۲۵۳)

اور امام نواب صدیق حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لوگ یعنی کفار و مشرکین غیر اللہ کے لئے صلاۃ پڑھتے تھے، غیر اللہ کے لئے ذبح کرتے تھے تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان کی صلاۃ اور قربانی اللہ ہی کے لئے ہو۔“ (دیکھئے تفسیر سورۃ الکوثر)

زمانہ جاہلیت میں قبروں اور آستانوں پر جانور ذبح کئے جاتے تھے وہ جانور کے ایک پیرو قبر کے پاس کاٹ دیتے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ سکے اسی کو عقر کہا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (لا عقر فی الإسلام) (سنن ابو داود رقم ۳۲۲، دیکھئے اکام ابن تیلہ بام الکتبی)

”اسلام میں عقر ہی نہیں ہے۔“

یعنی قبر پر ذبح کرنا اسلام کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”زمانہ جاہلیت میں سچی اور فیاض کی قبر کے پاس لوگ اونٹ ذبح کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نے اپنی زندگی میں سخاوت و فیاضی کا جو ثبوت دیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا یہ اس کا صلہ ہے اور ہم اس کی موت کے بعد اس کی قبر پر اس نے ذبح کرتے ہیں کہ حیوانات وغیرہ آکر کھائیں، جس

طروحہ اپنی زندگی میں لوگوں کو کھلایا کرتا تھا، مرنے کے بعد بھی کھلانے والا ہی رہے گا۔ (معالم السنن ۲۷۵/۲)

قبر پر ذبح کرنا جہاں جا بیٹا عمل ہے وہی شرک کا ایک بڑا ذریعہ بھی ہے دین اسلام میں غیر اللہ کے نام پر جو ذبح کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت بھی گئی ہے، گرچہ ذبح کرتے وقت اللہ ہی کا نام کیوں نہ لیں کیونکہ اس کا مقصد میت کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے اس لئے اللہ کا نام لے لینے سے حلال نہیں ہوگا، یہ بعد میں صاحب قبر کے لئے ذبح کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے، لہذا ایسا کرنا حرام ہے۔ علی ﷺ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے فرماتے ہوئے سننا: ”جو اپنے والدین پر لعنت بھیج جا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ (صحیح مسلم حدیث رقم ۱۹۷۸)

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا دو حالتوں سے خالی نہیں ہو سکتا، اگر ذبح کرنے کا مقصد اللہ کی رضاء ہے، لیکن اللہ کا نام لے کر قبر، مزار یا استھان کے پاس جانور ذبح کیا جا رہا ہے تو اس صورت میں یہ بدعت، جا بیت اور شرک کا ذریعہ ہے اور اگر ذبح کا مقصد صاحب قبر ہو، گرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اور یہ عقیدہ ہو کہ اگر اس کے لئے ذبح نہیں کریں گے تو ہمیں نقصان پہنچا دیں گے، تو یہ شرک اکبر ہے، اس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، امام نووی رحمہ اللہ کا کہنا ہے اس سے تو بکاری جائے، اگر انکار کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

قبروں اور مزاروں پر جو نذر رانے اور ذبح پیش کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم گرچہ وہاں ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں، تو پھر وہ غیر اللہ کے لئے کہاں ہوا، غیر اللہ کے لئے اس وقت ہو گا جب اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ اگر یہ عمل جائز ہوتا تو صحابہ کرام ضرور کرتے، کسی نہ کسی صحابی سے ضرور اس کا ثبوت ہوتا، دوسرا جواب یہ ہے کہ صرف اللہ کا نام لے لینے سے ذینبے حلال نہیں ہو جاتے، حلال ہونے کیلئے اور بھی شرطیں ہیں انہیں میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ وہ جگہیں جہاں جانور ذبح کئے جا رہے ہوں وہاں غیر اللہ کی تقطیم نہ کی جاتی ہو وہاں اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے نہ پکار جاتا ہو اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے مقام بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے تو آپ ﷺ نے ان سے یہیں پوچھا کیا تم ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لو گے یا نہیں، کیونکہ یہ چیز تو حاصل ہی تھی اس لئے کہ کوئی بھی مسلمان غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح ہی نہیں کر سکتا، بنابریں آپ ﷺ نے مقام بوانہ کے بارے میں دریافت کیا، کہ کیا اس جگہ غیر اللہ کی عبادت و تقطیم تو نہیں کی جاتی ہے، کیا وہاں زمانہ جا بیت میں کوئی میلہ ٹھیک تونہیں لگتا تھا، جب انہوں نے فنی میں جواب دیا تو پھر آپ ﷺ نے ذبح کرنے کی اجازت دی۔

دیکھنے تھے من بن ابوذر قم ۱۳ صبح منہن این ماج

اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارا مقصد اللہ ہی کے لئے ذبح کرنا ہوتا ہے یہاں ذبح کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں فقراء و مسکین کی ایک خاصی تعداد ہوتی ہے، جس سے ان کو فائدہ پہنچ جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اللہ ہی کے لئے ذبح کرنا تمہارا مقصد ہے تو پھر کسی اور جگہ کیوں نہیں ذبح کرتے، فقراء و مسکین تو ہرگلی کنٹپر موجود ہتے ہیں، آپ نے صرف اسی جگہ کو کیوں منتخب کیا، اور کیا اس محابی کا مقصد اللہ کے لئے ذبح کرنا نہیں تھا جو مقام بوانہ پر اونٹ ذبح کرنا چاہتے تھے، کیا وہ نعوذ باللہ کسی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا چاہتے تھے، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان سے اس جگہ کے بارے میں کیوں دریافت کیا؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حسن نیت ہی کافی نہیں ہے، سچی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا مقصد اللہ کی رضا ہوتی ہی نہیں ہے، وہ صرف اپنے پیر و مرشد کی خاطر ذبح کرتے ہیں، فقراء و مسکین صرف ان کا بہانا ہے، لیکن ان لوگوں کو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ آپ اس دنیا میں جس کو چاہیں دھوکہ دے سکتے ہیں اور اپنے اخلاص و حسن نیت کا ڈھونڈھوڑا پیٹ سکتے ہیں، اور ان شرکیے اعمال کے لئے مختلف بہانے پیش کر سکتے ہیں، لیکن ایک دن ایسا ضرور آئے گا جہاں آپ کو اللہ رب العالمین کے حضور کھڑا ہوں ہے اور اپنے چھوٹے بڑے ہر عمل کا حساب دینا ہے، لہذا دنیاداری چھوڑیے اور توکہ کر کے شرک سے اپنا دامن چھڑا لیجئے، اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ جاہ و منصب نہ اولاد کام آئے گی اور نہ ہی کثرت تعداد اللہ رب العالمین آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

### بدعت نمبر (۳۲): صاحب قبر کے لئے نذر مانا

نذر کا مطلب ہے انسان کا اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کر لینا جو اس پر لازم نہیں تھی، بطور مثال کوئی یہ کہے اگر میری فلاں ضرورت پوری ہو گئی تو میں اتنا صدقہ کروں گا، یا صوم رکھوں گا، یا عمرہ کروں گا، نذر سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے سچ بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے نذر سے منع فرمایا، اور فرمایا: وہ کچھ فائدہ نہیں دیتا وہ تو بخیں سے (پیسے) نکالنے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔

چونکہ نذر بھی ایک عبادت ہے اس لئے صرف اللہ کے لئے نذر مانا جائز ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نذر کی وظیفہ ہیں (۱) نذر اطاعت (۲) اور نذر معصیت اگر کسی نے صلاۃ، صدقہ یا صوم کی نذر مانی، اسے نذر تو یہ نذر معصیت ہے یہ کی وجہ سے لات و عزی اور منات کے لئے نذر مانے کے مشابہ ہے، متفقہ طور پر ایسی نذر کا پورا کرنا حرام ہے۔“ (تیمیر العزیز الحمدی ص ۱۶۹)

ابن حثیم رحمہ اللہ جو ایک تبحر حنفی عالم دین تھے فرماتے ہیں: ”میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ اکثر لوگ کسی گشیدہ شخص

کی بازیابی یا مریض کی شفایابی یا کسی ضروری کام کے لئے نذریں مانتے ہیں، وہ کسی نیک و صالح شخص کی قبر پر جا کر یہ کہتے ہیں، اے میرے آقا! اگر گشیدہ شخص مجھ میں گیا یا مریض کو شفافِ الٰہی یا میری فلاں حاجت پوری ہو گئی تو میں اتنا سونا یا اتنی چاندی چڑھاؤں گا، یا اتنے لوگوں کو کھانا کھلاؤں گا، یا اتنا پانی تقسیم کروں گا، یا اتنا تیل یا اتنا شعپ چڑھاؤں گا، تو اس طرح کی ساری نذریں کئی وجہ سے اہماعاً بالطلیں ہیں:

نمبر (۱) مخلوق کے لئے نزر ہے اور مخلوق کے لئے نذر مانا جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں۔

نمبر (۲) جس شخص کے لئے نذر مانی گئی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

نمبر (۳) اگر نذر مانے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میت کو کائنات میں تصرف کی طاقت ہے یا اسے اختیار

حاصل ہے تو اس کا یہ عقیدہ کفر ہے۔ (جهود علماء الحنفیہ ۱۵۵۰ / ۳)

اور سعودی عرب کے ممتاز و تبحر علماء کی دائی فتویٰ کمیٹی فرماتی ہے: نذر عبادت کی ایک قسم ہے اور عبادت صرف اللہ کا حق ہے، اسے کسی دوسرا کے لئے پھیرنا جائز نہیں ہے، پس جس نے غیر اللہ کے لئے نذر مانی اس نے عبادت کی ایک قسم کو اللہ کے علاوہ پھیر دیا، جبکہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے اور جس نے کسی بھی عبادت کو خواہ و نذر ہو یا ذبح یا کوئی اور عبادت غیر اللہ کے لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا شمار کیا جائے گا وہ قرآن کریم کی اس آیت کے عموم میں داخل ہے ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشَرِّكُ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارِ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾ (۷۲) (سورہ المائدۃ)

ترجمہ: ”یقین مانو جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا شکا نہ چشم ہی ہے اور کچھ گاروں کی مذکرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔“ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمة / ۱۸۰ فتویٰ نمبر ۲۲۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولیاء و بزرگوں کے لئے نذر مانا حرام و ناجائز اور ایک ایسی علیگی بدععت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے اور یہ اتنی واضح بات ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں، لیکن جب مزاری مسلمانوں سے اس سے اجتناب کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس سے ہماری مرادیں برآتی ہیں، مریضوں کو شفافی جاتی ہے، گمشدہ لوگ مل جاتے ہیں، لہذا اگر یہ حرام ہوتا تو پھر اس سے ہم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، حالانکہ ان کا کہنا یہ ہے جیسے کوئی غیر مسلم کہے کہ اگر ہمارے دیوتا غلط ہیں تو پھر ان کے مندر میں جانے سے ہم کو اولاد کیونکر مل جاتی ہے، ہماری مرادیں کیوں پوری ہو جاتی ہیں؟ ہم لوگوں کو شفاء کیوں مل جاتی ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ یہ نذر مانے سے ہوتا ہے اور نہ ہی قبر پر چڑھاوا چڑھانے سے اور نہ ہی مندر و گردوارہ اور چرچ میں جانے سے یہ تو ہر انسان کی تقدیر کے

مطابق ہوتا ہے، اس شخص کی تقدیر میں اللہ نے جو لکھ دیا تھا وہی ہوا، یہ تو انسان کے بے صبر و جلد باز ہونے کی دلیل ہے کہ وہ اس وقت تک انتظار کر سکا جس وقت اللہ نے اس کے لئے وہ چیز لکھ دی تھی، اور نہ ہی اس نے صحیح و شرعی اسباب اپنایا، جو اللہ اور اس کے رسول نے اپنانے کی اجازت دی ہے، ورنہ وہ چیز اسے ضرور ملتی یہ تو اتفاق کی بات ہے کہ جب اس کی مراد پوری ہونے کا وقت آیا وہ اللہ کے در پر جانے کے مجاہے غیر اللہ کے در پر چلا گیا، ورنہ اس سے قبل وہ سینکڑوں بار مزار پر گیا ہو گا لیکن اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوئی ہوگی، کیونکہ اس سے پہلے اس کائنات کے رب کو منظور نہیں تھا، اور جب منظور ہوا تو وہ مزار پر چلا گیا اور یہ سمجھ بیٹھا کہ مزار پر آنے کی وجہ سے ہوا ہے جیسے غیر مسلم سمجھتے ہیں کہ مندر میں آنے سے ہوا ہے، بجہہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوتا ہے کیونکہ وہی کائنات میں پائی جانے والی ہر مخلوق کارب ہے وہی سب کام لک و روزی رسال ہے، وہی سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے، اولاً دینا، خفاء دینا اسی کا کام ہے اور یہ ساری کائنات کے لئے اللہ رب العالمین کا وعدہ ہے خواہ کوئی اس کی عبادت کرے یا اس کی نافرمانی، یا اس سے محبت کرے یا اسے گالی دے، تو اصل معاملہ یہ ہے۔ لہذا مرادیں پوری ہونے سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، شریعت کا ایک مشہور اور متفق علیہ قاعدہ ہے کہ الغایہ لا تبر الروسیلۃ یعنی مقصد پورا ہونے سے وسیلہ کا صحیح ہونا ضروری نہیں، ممکن ہے آپ کو فائدہ مل جائے یا آپ کا کوئی مقصد پورا ہو جائے لیکن اس کے لئے جو ذریعہ آپ نے اپنایا ہے کوئی ضرورتی نہیں کہ وہ درست اور جائز ہو، اسی قبیل سے یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ سب کو صحیح سمجھ دے اور شرک و بدعت سے محظوظ رکھے۔ آمین!

### بدعت نمبر (۳۵): قبروں پر خوشبو کھانا۔

محاور سجادہ نشین قبروں پر خوشبو اور عطر وغیرہ چھڑکتے ہیں، جس سے قبر سے خوشبو آتی ہے، جس سے زائر اس وہم و مگان میں بیٹلا ہو جاتا ہے کہ یہ صاحب قبر کی برکت و کرامت ہے، اور پھر سجادہ نشین حضرات اس موقع کا غلط استعمال کر کے لوگوں کی جیبیوں پر ڈالتے ہیں اور اس بہانہ اچھی خاصی رقم ان سے اینٹھ لیتے ہیں، اس طرح دین کے ساتھ ساتھ دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے۔ اللہ سب کو محظوظ رکھے۔

### بدعت نمبر (۳۶): قبروں پر درخواستیں جمع کرنا

یہ بھی شرک تک پہنچ جانے والی ایک تکمیلی بدعوت ہے، لوگ اپنی ضرورتیں تحریری طور پر قبروں پر پیش کرتے ہیں، کبھی کبھار اس میں کچھ پیسے بھی رکھ دیتے جاتے ہیں، تاکہ ضرورتیں جلدی پوری ہوں، ان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ صاحب قبر پر یہ ساری درخواستیں پیش کی جاتی ہیں، پھر وہ لوگوں کے مسائل و مشکلات کو حل کرتے ہیں، افسوس تو اس

بات پر ہوتا ہے کہ یہ صرف ان پڑھا اور جاہوں کی طرف سے نہیں بلکہ لکھے پڑھے اور تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے بھی ہوتا ہے، ان میں حافظ قرآن، پی ایچ ڈی، انجینئر اور ٹچر حضرات ہوتے ہیں، وہ میت کے رو برواد اپنی پریشانی و مصیبت اس طرح پیش کرتے ہیں گویا وہ ان کے سامنے حاضر ہے اور ان کی ہربات سن رہا ہے، جبکہ اس کا حال یہ ہے کہ اس کی ہدایاں سڑگل گئیں، ان کی باتوں کو وہ سن بھی نہیں سکتا، وہ اپنی موت و حیات اور نثر کا بھی ماکن نہیں، اسے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کی قبر پر کیا ہو رہا ہے؟ کون آیا کون گیا کسی بھی چیز کی خبر نہیں ہوتی، اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی قبر حرام کمانی کا ایک مرکز بن گئی ہے، اس کے پیروکار اس کی ہدایاں پیش کر اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔

میں یہاں نمونہ کے طور پر صرف ایک ایسے خط کا حوالہ دینا چاہوں گا جسے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا یہ اس دور کی بات ہے جب میں مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا، حج کے مہینوں میں بہت سارے طلباء مسجد بنوی میں دعوت و تلقیخ اور حجاج کی دینی رہنمائی کے لئے کام کیا کرتے تھے، تعلیم کے آخری سال مجھے بھی کام کرنے کا موقعہ ملا، اتفاق دیکھنے کے میری ڈیوٹی نبی کریم ﷺ کی قبر پر لگائی گئی، میرا کام لوگوں کو جالی پکڑنے، بھیڑ بھاڑ لگانے اور کسی بھی شرکیہ کام سے روکنے کا تھا، ہندو پاک کے لوگ آتے انہیں اردو زبان میں سمجھاتے، ہر دن لوگ جالی میں خط ڈالنے کی کوشش کرتے کچھ کامیاب ہو جاتے جبکہ کچھ کے خط ہم لے لیتے انہیں خطوط میں سے ایک خط پاکستان سے ایک ایسی لڑکی کی طرف سے تھا جو کسی میڈیا یکل طالب علم کے عشق میں گرفتار تھی، لڑکی اس سے خوب پیار کرتی تھی لیکن اس کے گھروالے اس سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، اس نے سوچا کیوں نہ اس معاملہ میں نبی کریم ﷺ سے مدد لیجائے، اس نے نبی کریم ﷺ کے نام ایک خط لکھ کر ایک حاجی کے بدست مدینہ بھیجا، خط کافی لمبا تھا، خط میں پیار کی پوری داستان درج تھی، اس نے خط میں نبی کریم ﷺ سے روپے کی مدد مانگی، کہ عجیب بیک میں میرا یہ اکاؤنٹ ہے (اکاؤنٹ نمبر درج تھا) میں گھر سے فرار ہو کر اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں، جس کے لئے اتنے روپے درکار ہیں، آپ کے دربار میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے لہذا امیری آپ سے گزارش ہے کہ اتنے روپے بھیج دیں نعمذ باللہ من ذلک اب یہ خط کسی بصیرہ کا محتاج نہیں ہے میری بھی دعا ہے کہ اللہ ہر مسلمان کو اس شرکیہ عمل سے محفوظ رکھے۔ آمین!

**بدعت نمبر (۳۷):** میت کو رکھتے وقت قبر میں اس کے بڑے بیٹے کو اتنا۔

یہ بھی بدعت ہے بلکہ بت پرستوں کی تقاضی ہے جس طرح میت کی چتا کو بڑا بیٹا ہی آگ لگاتا ہے اسی قبل کی یہ بدعت ہے، البتہ سنت یہ ہے کہ جس نے اس رات اپنی بیوی سے ہبستری کی ہو وہ قبر میں نہ اترے، خواہ میت اس کا اپنارشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، البتہ قبر میں بڑے بیٹے کے اترنے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

**بدعت نمبر (۳۸):** کسی رشتہ دار خصوصاً بڑے بیٹے کی اجازت سے قبر پر مٹی دینا شروع کرنا۔

**بدعت نمبر (۳۹):** تدفین کے بعد قبرستان میں میت کے رشتہ داروں سے لوگوں کا جماعتی تعزیت کرنا۔

یہ سب بدعت ہے اس سے شریعت میں ممانعت موجود ہے اس کیلئے دیکھنے ضمیر نمبر (۱)۔

**بدعت نمبر (۴۰):** مٹی دینے کے لئے، اسی طرح تدفین کے بعد ثابت قدیمی کی دعاء کے لئے اعلان کرنا۔

یہ بھی بدعت ہے اس کا بھی کوئی ثبوت احادیث میں نہیں ہے۔

## خاتم

ہم اللہ رب العالمین کے بیج دشکر گزار ہیں کہ اس کی خالص توفیق سے یہ کتاب پا یہ تکمیل کو پہنچی، اس کتاب میں قبر سے متعلق بہت سارے احکام و مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں ہم نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اسے قبول فرمائے، اور جو را حق سے گمراہ ہیں ان کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، توحید خالص جو اس دین کی اول و آخر پیچان و اساس ہے اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، علماء و دعاۃ کو بھی حق بات کہنے کی جرأۃ و استقامت دے، اور اپنے دین کی حفاظت فرمائے، ہمارے دلوں میں اپنے خلیل و حبیب نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا فرمائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سننوں پر عمل کی توفیق دے، اور ہمیں اور پوری امت اسلامیہ کو بدعا و خرافات سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین !!!

قارئین کرام! میت سے متعلق رقم کے کچھ مقالات کو افادہ عامہ کی خاطر کتاب میں بطور ضمیمه شامل کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ لوگوں کو فائدہ ہو گا۔

### ضمیمه نمبر (۱) تعزیت کا مسنون طریقہ

قارئین کرام! ہمارے ملکوں میں میت کے تعلق سے کئی قسم کی بدعات رائج ہیں، جیسے تیج چلم، قرآن خوانی وغیرہ انہیں میں سے ایک بدعوت تعزیت کے لئے میت کے گھر یا کسی دوسری جگہ جمع ہونا بھی ہے۔

تعزیت کا معنی: مصیبت و پریشانی کے وقت مصیبت زدہ یا اس کے اہل واقارب کو صبر پر ابھارنا انہیں تسلی و دل اس دلانا، ان کے لئے دعا کرنا اور ان اللہ و اتنا یہ راجعون پڑھنا تعزیت کہلاتا ہے (انہیاً فی غریب الحدیث لابن الآخر) (۲۲۳/۳)

سید سابق تعزیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عزا کا معنی صبر کے ہے اور تعزیت کا مطلب تصمیر ہے یعنی غمزدہ شخص کو ان الفاظ سے صبر پر ابھارنا جن سے اس کو تسلی ہو، غم بلکا ہو اور مصیبت آسان ہو۔ [فتقاۃ النہاد] (۳۷۸/۱)

المصیبت زدہ کی تعزیت کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے عمرو بن حزم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو مومن اپنے بھائی کی مصیبت پر اسے تعزیت کرتا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ بروز قیامت اسے بزرگی کا لباس پہناتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم ۲۰۰ حسنۃ الالبانی فی صحيح سنن ابن ماجہ ۲۵)

أنس بن مالک رضي الله عنه سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر اسے تعزیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بزر پوشک پہناتا ہے، جس پر بروز قیامت وہ رشک کیا جائے گا۔  
امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ (۷/۳۹) اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے پھر اس کی ایک شاہد ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث دونوں طریق کے مجموعے سے حسن ہے جیسا کہ میں نے اراداً لغظیل ۲۶ میں بیان کیا ہے دیکھئے (أحكام الجنائز ۱۶۳)  
ان دونوں حدیثوں سے مصیبت زدہ مومن کی تعزیت کرنے کی اہمیت و فضیلت واضح ہوتی ہے۔

اور جہاں تک تعزیت کے لئے اجتماع منعقد کرنا بالفاظ و مگر اجتماعی تعزیت کا مسئلہ ہے تو اس سے حدیث میں نہ صرف سختی و شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے بلکہ اسے نوح و ماتم میں شمار کیا گیا ہے، جریر بن عبد اللہ الجحلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: (کنانعد الاجتماع الى أهل الميت و صناعة الطعام بعد دفنه من النياحة) ”هم و فن“ کے بعد اہل میت کے لئے اجتماع اور ان کی طرف سے کھانا بنانے کو نوح میں شمار کرتے تھے (مسند احمد رقم ۲۹۰۵) و فی روایة أخرى (کنانرى الاجتماع الى أهل الميت و صناعة الطعام من النياحة)، سنن ابن ماجہ رقم ۲۱۲ صاححة الإمام الألباني فی صحيح ابن ماجہ ۲۸۰ و فی أحكام الجنائز ۲۷

”یعنی ہم اہل میت کے لئے اجتماع اور ان کی طرف سے کھانا پکانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔“  
 سنن ابن ماجہ کے مشی سندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”صحابی کا یہ قول ”کنانعد اونا نزی“، اجماع صحابہ یا حدیث تقریری کے قائم مقام ہے، دوسرا الفاظ ایک صورت میں اس کا حکم رفع کا ہے اور دونوں معنوں میں وہ جھٹ ہے۔“ (دیکھنے حاجیہ السندی علی ابن ماجہ ۲۷۵/۲)  
 اہل علم نے بھی تعزیتی اجتماعات کو بدعۃ، مکروہ اور ناجائز قرار دیا ہے، ذیل کی سطروں میں جید اور مستند علمائے دین کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔

امام نووی الجموع میں (۳۰۶/۵) رقم طراز ہیں: ”رہی تعزیت کے لئے بیہک تو شافعی، مصنف اور سارے اصحاب نے اس کی کراہت بیان کی ہے اور بیہک سے مراد یہ ہے کہ اہل میت کسی جگہ اکٹھا ہوں اور ان کی تعزیت کے لئے لوگ وہاں جائیں، اس کے بر عکس مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے کاموں میں مصروف رہیں جس کی ان سے ملاقات ہو جائے تعزیت کر دیں، مرد و عورت دونوں کے لئے تعزیتی بیہک مکروہ ہے کوئی فرق نہیں ہے۔“

امام نووی سے اس کلام کو ذکر کرنے کے بعد امام آلبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی کے جس کلام کی طرف نووی نے اشارہ کیا ہے اسے امام شافعی نے اپنی کتاب الْأَم (۲۲۸) میں بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں: ”میں سوگ کی مغلولوں کو مکروہ سمجھتا ہوں اگرچہ ان میں رونا دھونا نہ ہو کیونکہ ان سے زخم بھی تازہ ہوتا ہے اور خرچ کا بارہ بھی پڑتا ہے۔ [احکام الجنائز ۱۶]

امام ابن القیم رحمہ اللہزاد المعاواد (۵۰۸/۱) میں جنازے سے متعلق نبی کریم ﷺ کے دستور اور معمول کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (کان من هدیه ﷺ تعزیة أهل المیت، ولم یکن من هدیه آن مجتمع للعزاء، ویقرأ الله القرآن، لا عند قبره ولا غيره و کل هذا بدعة مکروہة)

”اہل میت کی تعزیت نبی کریم ﷺ کا دستور تھا لیکن اس کے لئے نہ تو میت کی قبر کے پاس نہ ہی کسی دوسری جگہ اجتماع اور قرآن خوانی آپ کا معمول تھا یہ ساری چیزیں بدعۃ نی اور مکروہ ہیں۔“

اس عبارت کا لب لباب ذکر کرتے ہوئے کتاب کے دونوں محقق شیعہ آرناوٹ اور عبد القادر ارناوٹ نے یہ ذیلی عنوان قائم کیا ہے (حکم التعزیۃ و عدم الاجتماع لها) تعزیت کا حکم اور اس کے لئے اجتماع کی ممانعت۔ اور محمد دا اسلام امام البانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب الجنائز میں فرماتے ہیں (وینبغی اجتناب أمرین و ان تتبع الناس عليهما (ا) الاجتماع للتعزية في مكان خاص كالدار أو المقبرة أو المسجد (ب) اتخاذ أهل الميت الطعام لضيافة الواردين للعزاء)

یعنی ”تعزیت میں دو چیزوں سے پرہیز ضروری ہے گرچہ وہ دونوں چیزوں لوگوں میں رائج ہیں (۱) تعزیت کے لئے کسی ناصل جگہ جیسے گھر یا قبرستان یا مسجد میں اکٹھا ہونا (۲) تعزیت کے لئے آنے والوں کے لئے میت کے گھروں کا کھانا بنانا“۔

اس کے بعد دلیل میں حیر بن عبد اللہ الحجليؓ کی سابق حدیث بیان کی ہے۔

پھر آگے چل کر امام البانی رحمہ اللہ بدعا الجائز میں تعزیت سے متعلق بدعتوں میں دوسرے نمبر پر اس بذعۃ کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الاجتماع فی مکان للتعزیة یعنی تعزیت کے لئے کسی جگہ اکٹھا ہونا یہ بذعۃ ہے۔ اور سابق مفتی سعودی عرب امام ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (السنة التعزية لأهل المصاب من غير كيفية معينة ولا اجتماع معين)۔ وانما يشرع لكل مسلم بأن يعزي أهلاه بعد خروج الروح في البيت أو في الطريق أو في المسجد أو في المقبرة سواء كانت التعزية قبل الصلاة أو بعدها، وإذا قابله شرع له مصافحته والدعاء له بالدعاء المناسب، وإن كان الميت مسلماً دعاه بالغفرة والرحمة وهذا النساء فيما بينهن يعزي بعضهن بعضاً) (مجموع فتاوى ابن باز / ۳۸۲)

”سنت یہ ہے کہ بغیر کسی معین کیفیت اور معین اجتماع کے اہل میت کو تعزیت کی جائے۔۔۔ روح نکلنے کے بعد ہر مسلمان کے لئے اپنے بھائی کی تعزیت مشروع ہو جاتی ہے خواہ گھر میں کی جائے یا راستے میں، مسجد میں یا قبرستان میں، خواہ صلاۃ جنائز سے قبل کی جائے یا اس کے بعد، جب ملاقات ہو تو اس سے مصافحہ اور اس کے لئے مناسب دعا مشروع ہے۔۔۔ اگر میت مسلمان ہے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کریں، اسی طرح عورتیں ایک دوسرے کو تعزیت کریں گی۔۔۔“

اور سید سابق فرماتے ہیں: ”اس دور میں جو بعض لوگ تعزیتی اجتماع کرتے ہیں، تمبوغاڑتے ہیں، فرش بچھاتے ہیں اور فخر و مبارکات کے لئے جو خطیر رقم خرچ کرتے ہیں یہ چیزیں نئی، منکر اور بدعتیں ہیں جن سے مسلمانوں پر اجتناب ضروری ہے اور ان پر ان کا مسوں کا کرنا حرام ہے۔“ (فقہ السنہ / ۲۸۱)

قارئین کرام! یہ تھاحدیث اور معتبر علمائے دین کے اقوال کی روشنی میں اجتماعی تعزیت کا شرعی حکم یعنی وہ بذعۃ اور ایک نئی چیز ہے اس سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا ضروری ہے لیکن افسوس ہے کہ اتنی صراحت کے باوجود کچھ لوگ اس حدیث (اذکر و امحاسن موتاکم) سے اجتماعی تعزیت کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث گرچہ بہت مشہور ہے لیکن ہے ضعیف، لہذا اس سے استدلال درست نہیں ہے، اس کی شہرت ہی کی بنیاد پر امام تجاوی رحمہ اللہ نے اسے المقادد الحسنة میں ذکر کیا ہے دیکھئے (۸۲) اور شاید اس کی شہرت ہی کی وجہ سے کوئی اس حدیث کا

درجہ و مرتبہ جانے کی کوئی کوشش نہیں کرتا ہے، آئیے اس حدیث کا حکم جانے کے ساتھ الفاظ پر بھی ایک نظر ڈال لیں (عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ : اذكروا محسن موتاكم و كفوا عن مساويهم) یہ ابو داؤد (۲/۶۹۲)، ترمذی (۳/۸۰ قمری ۱۰۱۹) مع الحقيقة، متدرک حاکم اور سنن بنی ہاشم کی روایت ہے۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (هذا حدیث غریب قال سمعت محمدما یقول: عمran بن انس المکی منکرالحدیث) یعنی یہ حدیث غریب ہے میں نے محمد مجینی امام بخاری سے سن کر عربان بن انس المکی منکرالحدیث ہے۔

امام شوكاني رحمه الله فرماتے ہیں: (وفی اسنادہ عمران بن انس المکی وہو منکر الحديث کما قال البخاری 'وقال العقیلی: لایتابع علی حیدیه' و قال الکراہی: حیدیہ لیس بمعروف) [نیل الہ اوطار ۳/۳۲۶]

”اس کی سند میں عمران بن انس الہمی ہے امام بخاری کے بقول وہ منکر الحدیث ہے، اور عقیلی کا قول ہے: اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی ہے، اور کربابیتی کا قول ہے: اس کی حدیث معروف نہیں ہے۔“  
امام عجلونی نے ضعیف و موضوع سے متعلق اپنی کتاب کشف الخفاء میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو  
(حدیث رقم ۳۰۱۲)

اور مجدد عصر، محمدث دوڑاں امام البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ملاحظہ ہو مشکلاۃ المصایب  
 ۱/ ۳۸۷ قم، ضعیف التغییر والترتیب ۱۰/ ۳۰۰، ضعیف سنن ابی داؤد ۱۰۲ (۷) ضعیف ترمذی  
 (۲) ضعیف الجامع الصغری ۳۹، دیکھئے: موسوعۃ الأحادیث والآثار الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/ ۵۸۵ قم

اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ کسی کی وفات پر تعریت جلے منعقد کرنا حدیث صحیح اور اہل کے اقوال کی روشنی میں بدعت ہے تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخوند تعریت کا شرعی طریقہ کیا ہے؟  
تعریت کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اہل میت سے جب اور جہاں ملاقات ہو تعریت کر دیں تعریت کے لئے ملاقات بھی ضروری نہیں ہے آپ موبائل یا خط و کتابت کے ذریعہ بھی کر سکتے ہیں، تعریت کے ایام کی بھی کوئی تحدید نہیں ہے (احکام الجنازہ ۱۶۵)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”تعزیت کے ایام محدود نہیں ہیں، روح نکلنے کے بعد صلاۃ جنازہ سے قبل یا اس کے بعد، دفن سے قبل یا اس کے بعد تعزیت مشروع ہو جاتی ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی حد نہیں ہے، مزید

فرماتے ہیں: ”تعزیت میں جلدی کرنا افضل ہے البتہ میت کی وفات کے تین دنوں کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ تحدید کی کوئی دلیل نہیں ہے۔“ [ملاحظہ ہو: مجموع فتاویٰ ابن باز ۱/۳۷۶، ۳۸۰]

سید سابق فقہ السنۃ (۱/۳۸۰) میں تعزیت کے مسنون طریقہ پر گفتگو

کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (السنۃ ان یعری اهل المیت واقاربہ ثم ینصرف کل فی حوانجہ دون آن  
یجلس أحمسواء أکان معزّیاً أو معزّیاً، وہذا هو هدی السلف الصالح)

”یعنی مسنون یہ ہے کہ اہل میت اور اس کے اقرباء کی تعزیت کے بعد ہر شخص اپنی ضروریات میں لگ جائے، جن کی تعزیت کی جا رہی ہو یا جو تعزیت کرنے والے ہوں کسی کام بیٹھنا درست نہیں ہے، یہی سلف صالح کا طریقہ رہا ہے۔“

تعزیت کے مسنون الفاظ جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں ان کے ساتھ کرنا افضل و بہتر ہے ورنہ اپنی طرف سے مناسب الفاظ میں تعزیت کریں، میت کی مغفرت اور علو درجات کی دعا کریں، اہل میت کو صبر کی تلقین کریں انہیں تسلی دیں، خلاف شرع کوئی کام دیکھیں حکمت اور موعظ حسنه کے ساتھ اس سے منع کریں، ان کے لئے کھانا بھی سمجھیجوں ان چیزوں سے میت کے ورثاء کو تسلی لیتی ہے اور صبر ہوتا ہے۔ یاد رہے اگر کسی کی وفات شرک پر ہو تو اس کے لئے دعاء مغفرت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو کتاب و سنت کا شیدائی بنائے، شرک و بدعت سے دور رکھے اور توحید پر سب کا خاتمه فرمائے آمین یا رب العالمین !!

## ضمیمه نمبر (۲) ایصال ثواب کے مسنون طریقے

ہمارے بیباں جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو اسے ثواب پہنچانے کے لئے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں کوئی قرآنی خوانی کرواتا ہے تو کوئی تیجہ، دسوال، چالیسوال اور بری وغیرہ مناتا ہے کوئی قبر پر جارفا تحفہ پڑھنے کی رسم ادا کرتا ہے تو کوئی کھانا تقیم کرتا ہے ان کے علاوہ بھی بہت سارے امور انجام دیئے جاتے ہیں ایصال ثواب کی خاطر کئے جانے والے ان اعمال کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم ان اعمال کی ہے جو خاص کافرانہ رسمیں ہیں جیسے تیجہ، دسوال، ٹیسوال، چالیسوال اور بری وغیرہ اس لئے ان پر درکھنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں، اسلام میں ان کی کیا حیثیت ہے کتاب و سنت کا معمولی علم رکھنے والا ایک مسلمان اس سے بخوبی واقف ہے ان اعمال کی حرمت پر بنی کرمیم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی فرمان کافی ہے: (من تَبَشِّرُهُ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) یعنی ”جو کسی قوم کے طور طریقے اپنائے گا وہ اسی میں شارب ہو گا۔“ [مسند احمد، ابو داؤد]

دوسری قسم ان اعمال کی ہے جن پر کتاب و سنت کا غلاف چڑھا کر سادہ لوح مسلمانوں کو ہو کر باطل طریقے سے ان کے مال و دولت کو لوٹا جاتا ہے اس کی سب سے واضح مثال قرآن خوانی کی ہے، جس کا بہت ہی زیادہ روایج ہے حالانکہ وہ بدعت ہے کیونکہ قرآن خوانی ایک عبادت ہے اور عبادتیں تو قبیل ہوتی ہیں لیکن عبادتوں میں قیاس کا داخل نہیں ہوتا کہ جس عبادت کو ہماری عقول نے اچھا سمجھا اس کرنے لگے اور جس کو تسلیم سمجھا اس کو ترک کر دیا، عبادت کا انحصار وحی پر ہے جن اعمال کا ثبوت قرآن یا سنت صحیح سے ہو گا انہیں انجام دیا جائے گا اور جن کا ثبوت نہیں ہو گا ان سے اجتناب کیا جائے گا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن خوانی جائز اور باعث اجر و ثواب ہے تو قرآن مجید کی کس آیت میں اللہ رب العالمین نے اس کا حکم دیا ہے؟ اس کے پر عکس اللہ رب العالمین بڑے واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ

﴿إِنَّ هُوَ الَّذِي كَرَّرَ قُرْآنَ فَبِينَ لِيَنْدَنَ مِنْ كَانَ حَيَاً وَيَحْقِقُ الْقُوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

”یہ تو محض نصیحت اور واضح قرآن ہے تاکہ اس شخص کو جوز نہ ہو ہدایت کا راستہ دکھائے اور کافروں پر بات

[پوری ہو جائے]۔ [سورہ یسین: ۲۹]

یعنی یہ کہ اللہ رب العالمین نے قرآن مجید کو زندہ لوگوں کے لئے نازل کیا ہے کہ وہ اس کی حفظ و تلاوت کریں اس کے اکام پر عمل پیرا ہوں اس کا نزول اس لئے نہیں ہوا ہے کہ مردوں کی قبروں پر جا کر اس کی تلاوت کی جائے یا ان کے حق میں پڑھ کر انہیں بخشوایا جائے، معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید ہمیں قرآن خوانی سے روکتا اور منع کرتا ہے، اور جب نبی کرمیم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس میں آپ نے اس کا حکم دیا ہوا یا آپ کے سامنے کیا گیا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خوشی اختیار کی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہوا

سوال یہ ہے کہ اگر یہ عمل جائز ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اپنی اولاد کے لئے کیوں نہیں کیا، قرآن تو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا ہے، اگر یہ جیز جائز اور باعث ثواب ہے تو پھر نبی کریم ﷺ اس نیکی سے محروم رہ گئے، (نعوذ بالله) اسی طرح خلافتے راشدین اور دیگر صحابہ کرام نے اپنے وفات شدہ رشتہ داروں کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کیوں نہیں کیا، کیا ہم نبی کریم ﷺ یا آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ نیک مقی اور خیر کے متلاشی ہیں حاشا و کلا۔

اور جہاں تک وفات کے وقت سورت یاسین کی تلاوت کی بات ہے تو اس کے متعلق جتنی بھی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ ضعیف یعنی ناقابل عمل ہیں، اسی طرح قبروں پر فاتحہ یا قرآن کی تلاوت کا مسئلہ ہے تو وہ بھی دین میں بدعت ہے نبی کریم ﷺ نے قبرستان میں قرآن اور صلاۃ پڑھنے سے منع فرمایا ہے ایک حدیث میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورت لقہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔“ [مسلم]

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اپنے گھروں میں صلاۃ پڑھو ان کو قبرستان نہ بناؤ۔“ [سنن ترمذی]  
آپ ﷺ نے قبرستان کی زیارت کے وقت یہ دعا سکھائی ہے: (السلام علیکم أهْل الدِّيَار مَنِ المؤْمِنُينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَأَنَا نَسأَلُ اللَّهَ بِكُمْ لَلّا حَفْنُنَ أَسْأَلُ اللَّهَ تَوَلَّكُمُ الْعَافِيَةَ)  
”اے مونوں اور مسلمانوں کی جماعت تم پر سلامتی ہو، ہم بھی تم سے عنقریب ملنے والے ہیں ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔“

لہذا قبرستان کی زیارت کے وقت صرف یہ دعا پڑھی جائے سورت فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی تلاوت نبی کریم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام میں ایسے اعمال ہیں جن کا ثواب میت کو پہنچتا رہتا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن و سنت سے کچھ ہے  
اعمال ثابت ہیں جن کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے، لیکن اس بحث میں جانے سے پہلے کہ کن اعمال کا ثواب میت کو پہنچتا ہے سب سے پہلے یہ قاعدہ اور اصول ہر شخص کے ذہن میں ہونا چاہیے کہ انسان کو صرف انہیں اعمال کا فائدہ پہنچتا ہے جنہیں وہ خود انجام دیتا ہے ارشادر بانی ہے {وَأَنَّ لَيْسَ لِلإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى}  
یعنی ”انہ کو صرف اپنی محنت کا حصلہ ملتا ہے۔“ [سورت النجم ۳۹]

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (بِأَيْمَانِهَا النَّاسُ أَتَقْوَا زَبَّكُمْ وَأَخْشَوْا يَوْمًا لَا يَخْزِي وَالْذَّعْنَ

وَلَدَهُ وَلَا مَوْلَوْهُ ذُهْرٌ حَازٌ عَنْ وَاللَّهُ وَشَيْئًا [سورة الحمد: ٣٣]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے۔“

یعنی ہر شخص کو اپنا عمل ہی کام آئے گا اسلئے انسان کو دوسرا کی بجائے اپنے دست و بازو پر بھروسہ ہونا چاہئے لیکن جیسا کہ مشہور قاعدہ ہے کہ ہر عام کی تخصیص ہوتی ہے اس لئے اس عام اصول سے قرآن و احادیث میں چند ایسے اعمال کی تخصیص کی گئی ہے جن کا فائدہ انسان کو منے کے بعد بھی پہنچتا ہتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے موحدین بندوں کے لئے خاص رحمت ہے کیونکہ مشرکین و بد عقیدہ اشخاص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں۔

قرآن و سنت صحیح کی روشنی میں جن اعمال کا ثواب منے کے بعد انسان کو پہنچتا ہے وہ یہ ہیں :

#### ۱- مسلمان بھائی کی دعا

اخلاص سے کی گئی دعا کا فائدہ میت ہو یا زندہ مسلمان دونوں کو پہنچتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: «وَالَّذِينَ جاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خُواْنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غَلَّالَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَوْفٌ رَّحِيمٌ»

”اور ان کے بعد آنے والے کہتے ہیں کہاے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بجا ہیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور اہل ایمان کے لئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ ڈال، اے ہمارے رب بلاشبہ تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“ [سورت الحشر: ۱۰]

رہی اس کے متعلق حدیثیں تو بہت ہیں انہی میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے: اپنے مسلم بھائی کے لئے مسلمان کی غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مامور ہوتا ہے وہ جب اپنے بھائی کے لئے خیر کی دعا کرتا ہے فرشتہ اس پر آئیں کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے بھی اسی کی مثل عطا کیا جائے،“ [صحیح مسلم رقم ۲۷۳۳]

#### ۲- میت کی طرف سے اس کے ولی و سرپرست کو نذر کا صوم رکھنا

اگر کسی نے صوم کی نذر بانی تھی لیکن پوری کرنے سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے ولیاء و سرپرست اس نذر کو پوری کریں گے اس کا ثواب میت کو بھی پہنچ گا عاشرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو مر جائے اور اسکے ذمہ صوم ہو تو اس کے ولی اس کی طرف سے صوم رکھیں“ [بخاری رقم ۱۹۵۷ و مسلم رقم ۱۱۲]

اس حدیث میں گرچہ آپ ﷺ نے مطلق صوم کو ذکر کیا ہے لیکن اس سے مراد نہ رہی کہ صوم ہیں جیسا

کہ دوسری احادیث سے اس کی تعین ہوتی ہے، یہی ام المؤمنین عائشہؓ حبamat ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام اہل السنۃ والجماعۃ احمد بن حنبل کا قول ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے سمندر کا سفر کیا اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے صحیح سالم پہنچا دیا تو ایک ماہ کا صوم رکھے گی، اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دیا لیکن نذر پوری کرنے سے قبل اس کی وفات ہو گئی، تو اس کی بہن یا بیٹی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا: ضرور، آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کا قرض ادا نیگی کا زیادہ حقدار ہے تم اپنی ماں کی طرف سے نذر پوری کرو۔" [ابوداؤ دنسائی]

### ۳- میت کی نذر پوری کرنا

سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: "میری والدہ وفات پا گئی ہیں اور اس کے ذمہ نذر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نذر پوری کرو،" (صحیح منون ابو داؤد ۲۸۲۸، سنن نسائی سنن ترمذی)

### ۴- مقرض میت کی طرف سے کسی بھی شخص کا قرض کو ادا کرنا

سعد بن الاطولؓ فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی کی وفات ہو گئی انہوں نے تین سورہم اور اپنے عیال کو چھوڑا، میرا رادہ یقہا کہ چھوڑی ہوئی رقم کو ان کے عیال پر خرچ کروں، لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مجبوس ہے تم جاؤ ان کا قرض ادا کرو، میں نے جا کر قرض ادا کیا پھر آپ ﷺ کے پاس آیا، اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ: دو دینار کے سوا میں نے تمام قرضہ ادا کر دیا، ان دو دینار کے بارے میں ایک عورت کا دعویٰ ہے لیکن اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے دے دو وہ حق پر ہے اور ایک روایت میں ہے وہ سچی ہے۔" [صحیح منون ماجہ]

ابتداء میں نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ میت کی صلاة جنازہ پڑھانے سے پہلے اس کے بارے میں پوچھتے، اگر اس پر قرض ہوتا تو حاضرین کو صلاۃ جنازہ پڑھنے کا حکم دیتے اور خود نہیں پڑھتے تھے لیکن جب اسلامی فتوحات سے مال و دولت کی کثرت ہو گئی تو آپ ﷺ بیت المال سے میت کے قرضہ کو ادا کر دیتے پھر خود اس کی صلاۃ جنازہ پڑھاتے۔

### ۵- صاحب اولاد جو بھی نیک عمل کرتی ہے

جیسے صدقہ و خیرات، حج و عمرہ اور صوم وغیرہ اس کا اجر والدین کو بھی پہنچتا ہے کیونکہ اولاد والدین کی کمالی اور صدقہ جاریہ ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "سب سے پاکیزہ چیز جو انسان کھاتا ہے اس کی (اپنے ہاتھ کی) کمالی ہوتی ہے اور اولاد انسان کی کمالی ہے۔" [صحیح منون ابو داؤد رقم ۳۰۱۳]

عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عاص بن واللہ اسہمی نے اپنی طرف سے سو گردن آزاد کرنے کی وصیت کی، ان کے بیٹے ہاشام نے پچاس گردن آزاد کر دیا، ان کے بیٹے عمر و رضی اللہ عنہ نے باقی پچاس گردنوں کے آزاد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کر لیتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے : اے اللہ کے رسول ﷺ میرے باپ نے سو گردن آزاد کرنے کی وصیت کی تھی ہاشام نے پچاس گردن آزاد کر دیئے ہیں، کیا میں بقیہ پچاس گردن ان کی طرف سے آزاد کر دوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

”اگر وہ مسلمان ہوتے تو تم لوگ آزاد کرتے یا ان کی طرف سے صدقہ کرتے یا حج کرتے تو ان کو پہنچتا۔“

[سنن ابو داؤد]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد جو نیک عمل کرتی ہے اس کا اجر برادر است والدین کو پہنچتا ہے بدیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اچانک میری ماں کی وفات ہو گئی اور وہ کچھ وصیت نہ کر سکیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں گفتگو کا موقعہ ملتا تو ضرور صدقہ کا حکم دیتیں اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اور ہمیں اس کا اجر ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : [صحیح بخاری]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : ”اللہ تعالیٰ نیک بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے : اے اللہ مجھے یہ درجہ کیوں دیا گیا؟ اللہ فرماتا ہے یہ درجہ تیرے پچ کے استغفار کی وجہ سے ملا ہے۔“ (مسلم صحیح ۱۵۹۸)

یہاں یہ واضح رہے کہ عام انسان کی طرف سے صدقہ کا اجر میت کو نہیں پہنچتا ہے صرف اولاد کی طرف سے صدقہ کا اجر والدین کو پہنچتا ہے۔

۶- انسان جو نیک اعمال اور صدقہ جاری چھوڑ کر جاتا ہے۔

اس کا بھی اجر اسے ملتا رہتا ہے ارشاد ربانی ہے (ونکتہب ماقدّمُوا أثاثُهُم)

”اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔“ [یسین ۱۲: ۱۲]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے : ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین

اعمال کے (۱) صدقہ جاریہ (۲) فائدہ مند علم اور (۳) نیک اولاد کی دعا۔“ [صحیح مسلم رقم ۱۶۳۱]

صدقہ جاریہ سے مراد وہ عمل ہے جو انسان اپنی زندگی میں کر کے جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ اس سے فیضاب ہوتے ہیں جیسے مسجد مدرسہ مسافرخانہ راستہ یا پل وغیرہ بنوادینا یا کنوال کھدوادینا، یا مصاحف وقف کر دینا وغیرہ۔

#### ۷- میت کی طرف سے حج و عمرہ کرنا

ستان بن عبد اللہ الحبیبؑ کو ان کی بیوی نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ ان کی ماں وفات پا چکی ہیں اور انہوں نے حج ہمیں کیا تھا اب اگر میں اپنی ماں کی طرف سے حج کروں تو میاں کی طرف سے کافی ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: باہم اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کرتی تو کیا وہ ادا نہ ہوتا؟ انہوں نے کہا: ضرور! آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری بیوی کو چاہیے کہ اپنی ماں کی طرف سے حج کرے۔ [صحیح ابن خزیم صحیح سنن النسائی]

قبیلہ حبیبہ کی ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی لیکن حج کرنے سے قبل ان کی وفات ہو گئی کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: باہم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو، تمہارا کیا نیماں ہے کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا: ضرور! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے حق کو ادا کرو کیونکہ اللہ ادای حق کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ [بخاری ح/ ۱۸۵۲] البتہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے والوں کے لئے شرط ہے کہ وہ پہلے اپنا حج کر چکھوں، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک شخص کو، لبیک عن شرمة، کہتے ہوئے سنا، آپ نے پوچھا: شبرم کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے، یا یہ کہا کہ میرا قربی رشتہ دار ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی طرف سے حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرم کی طرف سے [صحیح البوداؤد]

#### ۸- میت کو اس مردہ سنت کا ثواب پہنچتا ہے

جس کو اس نے اپنے عمل سے زندہ کیا اور بعد میں اس پر عمل ہوتا رہا جیریہ بن عبد اللہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی سنت کو جاری کرے تو اس کے لئے اپنا اجر ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے کسی کے اجر میں کی نہیں کی جائے گی اور جس نے کوئی براطیری قدر کیا کہ اس پر اس کے اپنے گناہ کا بوجھ ہو گا اور ان لوگوں کا بھی جو اس پر عمل کریں گے کسی کے بوجھ میں کی نہیں ہو گی [صحیح مسلم]

۹- زندہ لوگوں کی طرف سے قربانی میں میت کو بھی شامل کر لینا

اس کا بھی ثواب میت کو پہنچتا ہے مثال کے طور پر کوئی آدمی اپنی اور اپنے بھروالوں کی طرف سے قربانی کرے اور اس کی نیت اہل خانہ میں زندہ اور مردہ سارے افراد ہوں اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا عمل ہے آپ ﷺ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے قربانی کرتے تھے ظاہر ہے آپ ﷺ کے اہل خانہ میں ایسے بھی تھے جن کی وفات ہو چکی تھی۔

میت کو ثواب پہنچانے کے لئے مذکورہ بالا اعمال ہی ثابت ہیں ان کے سوا یصالِ ثواب کا اگر کوئی نیاطریقہ ایجاد کریں گے تو اس کا ثواب میت کو تو پہنچنے سے رہا خود گناہ گار ہوں گے اور مال بھی اکارت ہی جائے گا، رہامت کی طرف سے مستغل قربانی کا مسئلہ تو یہی درست نہیں ہے، یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے، اس مسئلہ پر راقم نے اپنی کتاب ”قربانی کے احکام و مسائل“ میں بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے، حق اور تفصیل کا طالب مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرے، اللہ رب العالمین تمام مسلمانوں کو کتاب و سنت کے مطابق چلنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین!

### ضیمہ نمبر (۳) تبرک شریعت کے میزان میں

تبرک ایک عقیدہ اور عبادت ہے اور اس کا قبر سے بڑا گہر اتعلق ہے ساتھ ہی تبرک کے نام پر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد گمراہی کا شکار ہے، اسی مناسبت سے اس موضوع کو بھی شامل کتاب کیا گیا۔  
کسی عمل کے ذریعہ یا کسی چیز کو چوکریا اسے استعمال کر کے زیادہ فائدہ یا خیر و برکت کی امید کرنا تبرک کہلاتا ہے۔  
تبرک کے احکام و مسائل اور اقسام جاننے سے قبل اس کے متعلق کچھ اہم قاعدے ہیں جن کا جاننا سب کے لئے بہじد ضروری ہے۔

نمبر (۱) برکت دینے والا صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، وہ سراپا برکت ہے۔ جیسے شفاء و رزق دینے والا،  
موت و حیات بخشنے والا صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے تھیک اسی طرح برکت دینے والا صرف اللہ کی ذات واحد  
لا شریک لہ ہے۔

نمبر (۲) کچھ مقامات و دوست اور اوقات و شایاء میں جن میں اللہ نے اپنے فضل خاص سے برکت رکھی ہے وہ  
ساری چیزوں صرف برکت کے ذرائع و اسباب ہیں، وہ بذات خود برکت دینے والی نہیں ہیں، جیسے دواء شفاء کا ذریعہ  
ہے لیکن دواء خوشائی نہیں ہے، تجارت و نوکری رزق حاصل کرنے کا ذریعہ ہے لیکن وہ خود رزاق نہیں، تھیک یہی معاملہ  
برکت کا بھی ہے۔

نمبر (۳) اشیاء میں برکت ہے یا نہیں اس کے جاننے کا واحد ذریعہ قرآن کریم و احادیث صحیح ہیں۔  
نمبر (۴) جن چیزوں میں اللہ نے برکت رکھ دی ہے، ان سے برکت حاصل کرنے کا طریقہ بھی اللہ نے اپنے نبی  
کو بتا دیا ہے اور چونکہ مبارک چیزوں سے برکت حاصل کرنا ایک عبادت اور خالص شرعی مسئلہ ہے اور عبادت کی بنیاد  
قرآن و احادیث صحیح پر ہوتی ہے لہذا اب برکت اشیاء سے قرآن و حدیث سے ثابت شدہ طریقوں پر چل کر ہی برکت  
حاصل کی جاسکتی ہے۔ مثال سے یوں سمجھیں کہ قرآن کریم بابرکت ہے اس سے برکت حاصل کرنے کا شرعی اور نبوی  
طریقہ یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے، اس کا حفظ کیا جائے، اس پر عمل کیا جائے، اسے پڑھ کر اپنے اوپر یا مریضوں پر  
دم کیا جائے، اب اگر کوئی قرآن کریم سے برکت حاصل کرنے کے لئے اسے پانی میں گھول کرپی لے، یا توبینہ بن کر  
اپنے گلے میں یا جسم کے کسی بھی حصہ میں لٹکا لے، یا اس کے نہرات نکال کر اس کا ورث شروع کر دے تو یہ سارے  
طریقے ناجائز و بدعت کے جائیں گے، کیونکہ یہ سارے طریقے قرآن و سنت صحیح سے ثابت نہیں ہیں۔ ایسے ہی  
زیتوں میں برکت ہے تو اس کے کھانے یا اس کا تبلیغ کرنے میں برکت ہے اب اگر کوئی حصول برکت کے

لئے اسے شیشی میں بھر کر گلے میں لٹکانا شروع کر دے تو یقینی طور پر اسے برکت نہیں ملے گی۔

نمبر (۵) اگر انسان کے پاس ایمان اور اعمال صالح نہیں ہیں تو ممکن ہے دنیا میں اس کو کسی چیز سے فائدہ اور برکت مل جائے لیکن آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے وضوء کیا صحابہ کرام وضوء والے پانی کو حسم پر ملنے لگا، آپ ﷺ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ کہنے لگے مجتہ میں ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ اور رسول سے مجتہ کرے یا اللہ اور رسول اس سے مجتہ کریں تو اس پر لازم ہے کہ جب بات کرے تو بچ بولے امامت ادا کرے اور پڑوی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (سلطان محمد حنفی حدیث رقم ۲۹۹۸)

تبرک کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جائز تبرک:

اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں میں اپنے فضل خاص سے فائدہ و برکت رکھ دی ہے، قرآن و حدیث سے ثابت شدہ طریقوں پر ان تمام چیزوں سے برکت حاصل کرنا جائز و مسنون تبرک کہلاتا ہے۔  
جائز تبرک کی انواع و اقسام:

(۱) قرآن سر اپا بارکت، سرچشمہ ہدایت اور رحمت و شفاعت کا باعث ہے، قرآن کی برکت دیکھیں کہ ایک حرف پڑھیں تو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: «کتاب انزَلْنَاهُ إِلَيْنَا كَمْبَارَكٌ» (سورۃ حم: ۲۹)

” یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے۔ ”

(۲) نبی کریم ﷺ سے ثابت اذ کار و دعاوں میں برکت و شفاء ہے۔

(۳) تمام انبیاء کرام کی ہستیاں بارکت تھیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتا ہے {وَجَعَلَنِي مَبَارِكًا أَئِنَّ مَا كُنْتَ مَعَكَ} سورۃ مریم: (۳۱) اور ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کے بارے میں فرماتا ہے {وَبَارَزْتُكُنَا عَلَى هِوَ وَعَلَى إِسْحَاقَ} (سورۃ الاصفات: ۱۱۳)

تمام مسلمانوں کا عہد بھوی سے تا ایں دم اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام و رسول عظام میں سب سے با برکت ذات نبی کریم ﷺ کی تھی، آپ سید العالمین، رحمۃ الرعایم، امام الانبیاء اور افضل البشر ہیں۔

آپ ﷺ کی برکت و طرح کی تھی (۱) معنوی اور (۲) حسی برکت

معنوی برکت آپ کی نبوت و رسالت اور عمومی رحمت و سعادت ہے جسے آپ ﷺ پر ایمان لا کر اور آپ کی

شریعت پر چل کر ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ برکت قیامت تک کے لئے ہے، جو اس برکت کا طالب ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کر کے برکت و سعادت حاصل کر سکتا ہے۔  
حسی برکت آپ کے جسم شریف سے متعلق تھی وہ تین طرح کی تھی:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یعنی آپ کا جسم مبارک جیسے ہاتھ پاؤں پشت وغیرہ سب با برکت تھے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کے دست مبارک چوتھے اور آپ کو بوسہ دیتے تھے۔ جب کھانا یا پانی کم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلی ڈال دیتے تو اس میں برکت آ جاتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موعودات پڑھ کر خود اپنے ہاتھوں کو جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے تھے لیکن جب طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں وہ موعودات پڑھتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پکڑ کر برکت کے لئے ان کے جسم پر پھیر دیتی۔ (صحیح بخاری)

صحیح مسلم میں انس نبی سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ فجر سے فارغ ہوتے تو اہل مدینہ کے خادم اپنے اپنے برتن لے آتے ان میں پانی ہوتا جو بھی برتن پیش کیا جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے، اور با اوقات ٹھنڈا موسم ہوتا تب مجھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس ٹھنڈے پانی میں رکھ دیا کرتے تھے۔  
حسی برکت کی دوسری قسم یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے نکلنے والی پاک چیزیں جیسے بال، ناخن تھوک بلغم، پسینہ وغیرہ سب میں برکت تھی، صحیح مسلم میں انس نبی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک جنم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کا ہے آیا اور صحابہ کرام آپ کے اردو گرد جمع ہو گئے ان کا مقصود مخفی تھا کہ جو بال بھی کا نا جائے اسے وہ اپنے ہاتھوں میں اچک لیں۔

صحیح مسلم ہی میں انس نبی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں آرام فرماتے، بعض اوقات وہ گھر پر بھی نہ ہوتیں، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور بستر پر سو گئے، نہیں بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بستر پر آرام فرماتا ہیں وہ آئیں اور دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آرہا ہے، چنانچہ وہ شیشے کی ایک ڈبیا لے آئیں اور اس میں پسینہ جمع کرنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچا کنک بیدار ہو گئے اور پوچھا یہ کیا کر رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: ان مبارک قطروں سے ہمیں اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید ہے، آپ نے فرمایا: درست ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے "میں ان قطروں کو خوبیوں ملایا کروں گی"۔

یاد رہے کہ امام سیم رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے ہیں، انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی جب ان کی وفات ہو گئی تو ان کے کفرن میں یہی خوشبو لگائی جائے چنانچا ایسا ہی کیا گیا۔ (فتح الباری)

صحیح مسلم میں سائب بن زید فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں

اور کہنے لگی! یہ میرا بھاجنا جاہے اسے بخارا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیسر اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضوء کیا تو میں نے باقی پانی کو پی لیا، پھر میں آپ کی پیش مبارک کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ کی مہربوت بھی دیکھی جو بنشن یا گرد کے مانند تھی۔

صحیح بخاری میں ایک طویل روایت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو موسیٰ اور بال رضی اللہ عنہما کی طرف متوج ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیالہ منگوایا اس میں کچھ پانی تھا آپ نے اپنا ہاتھ اور منہ اس میں دھویا اور کلی کر دی پھر فرمایا: اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ منہ اور سینے پر ڈال اور۔

ام المؤمنین اسلام رضی اللہ عنہما کے پاس ایک چھوٹا سا بیالہ تھا جس میں مختصر پانی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال رکھے ہوئے تھے، جسے نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ اسلام کے پاس پانی کا برتن بھیج دیتا۔ (صحیح بخاری)

صلح حدیبیہ کا واقعہ تو بہت مشہور ہے صحیح بخاری میں ہے کہ قریش کے نمائندہ عروہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتے ہیں تو وہ بڑے غور سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہے وہ کہتے ہیں کہ میں دنیا کے کئی بادشاہوں کے پاس گیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی جس طرح آپ کا اتباع اور احترام کرتے تھے میں میں نے یہ جیز کہیں نہیں دیکھیں عالم یہ ہے کہ جو نبی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے تو وہ تھوک بجائے زمین پر کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا اور وہ اسے اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیتے تو سب بڑھ چڑھ کر اس کی تعزیل کرتے اور جب آپ وضوء فرماتے تو بچھے ہوئے پانی کے لئے سب دوڑ پڑتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بولتے تو سب اپنی آوزیں پست کر لیتے اور تعظیم و تکریم کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نظریں نہلاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی برکت کی تیری قسم آپ کی استعمال شدہ اشیاء تھیں جیسے کپڑے، عصاء، انگوٹھی، جوتے، برتن، استعمال کے بعد بچا ہوا پانی اور کھانا وغیرہ۔

جس طرح صحابہ کرام آپ کی ذات سے برکت حاصل کرتے تھے ٹھیک اسی طرح آپ کے تمام آثار واستعمال شدہ اشیاء سے برکت لیتے تھے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو استعمال کر لیا اس میں برکت داخل ہو جاتی تھی، یہ تینوں صرف انبیاء کرام کے ساتھ خاص تھیں، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کے بعد پھر کسی بھی ذات سے اور زندگی کسی کی استعمال شدہ چیزوں سے برکت لی، خواہ وہ کتنے ہی صالح و مقرون افضل کیوں نہ ہوں نہ خلافتے راشدین سے نہ ہی باقی صحابہ کرام سے، کیونکہ یہ مسئلہ عبادت کا ہے اور عبادات تو قیمتی ہوتی ہیں ان میں قیاس کا کوئی داخل نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار اور مستعمل اشیاء کے بارے میں ایک بڑا سوال یہ کھڑا ہوتا ہے کہ اس وقت کیا ان چیزوں کا وجود ہے یا نہیں؟ کیا آج یقین کے ساتھ کسی بھی چیز کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے استعمال میں تھی؟ چونکہ تم بک ایک عبادت اور خالص شرعی مسئلہ ہے لہذا اثبات اور تحقیق ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی ایسی چیز کو نبی کریم ﷺ کی چیز سمجھ پڑھیں جو آپ ﷺ نے کبھی استعمال ہی نہ کی ہو لہذا اسی ہی چیز سے برکت کے لئے پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تین طور پر یہ نبی کریم ﷺ کی ہی چیز ہے۔

یہ بات ہر کس وناکس جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹی بات گڑھ کر پیش کرنے پر جہنم کی سخت وعید ہے ٹھیک اسی طرح ایسا اثر یا کوئی چیز تحقیقت میں جس سے آپ کا کوئی تعلق نہ ہوا سے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا اتنا ہی برا جرم اور گناہ ہے۔ جس طرح حدیث کے اصول و ضوابط ہیں اسی طرح آپ کے آثار کے لئے بھی اصول و ضوابط ہیں، جیسے ہر حدیث نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں ہو سکتی ایسے ہی ہر منسوب چیز نبی کریم ﷺ کے آثار ہیں کی نہیں ہو سکتی ورنہ ہر شخص برکت و فائدہ کے لئے دعویٰ کرنے لگے گا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے آثار ہیں، اور آج دنیا میں کتنے ایسے ممالک ہیں جہاں نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب چیزوں کے بارے میں لوگوں کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے آثار ہیں اور بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو آثار بھی شفا کا ذریعہ تھے آج لوگوں نے انہیں گمراہی کا ذریعہ بنادیا ہے، ساتھ ہی ان مزومہ آثار سے آج تجارت کا بازار بھی گرم ہے اور ایک جھلک دیکھنے کے لئے منہ مانگی قیمت خرچ کرنے سے بھی در لیغ نہیں کرتے۔

نبی کریم ﷺ کے آثار کے بارے میں ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جن صحابہ کرام کے پاس کچھ آثار تھے ان میں سے اکثر دوسروں کو نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے پاس رکھتے تھے، کچھ تو ایسے تھے جھوٹ نے اس کا کفن بنایا جیسا کہ صحیح بخاری میں سہل بن سعد رض فرماتے ہیں کہ جس شخص نبی کریم ﷺ کا رودہ لایا تھا اس نے اس کا کفن بنایا تھا۔ صحیحین میں ہے کہ جس عورت نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی زینب کو غسل دیا تھا آپ ﷺ نے اسے اپنا ازاد دیا تاکہ اسے زینب کی قبر میں رکھ دیا جائے، دیگر صحابہ کرام سے اسی طرح مردی ہے، نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی جو عثمان غنی رض کے پاس تھی وہ مدینہ منورہ کے کسی کنوں میں گرگئی تھی، ایسے ہی آپ ﷺ کی ایک چادر اور آپ کی لامبی بعض لوگوں کے بقول معاویہ رض کی قبر میں رکھ دی گئی تھی، بکجا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سنہ ۲۵۶ھ میں تاتاریوں نے جب بغداد پر حملہ کیا جلا دیا تھا، واللہ عالم۔

احمد تیمور پاشا مشہور مورخ اور آثار قدیمہ کے انتہائی ماہر شخص گذرے ہیں وہ ترکیا کے اسٹانبول کے میوزیم میں موجود آثار نبوی کے تعلق سے کہتے ہیں:

”کسی بھی ثقہ و معتمد نے نہ اثبات میں اور نہ ہی نفی میں ان کے تعلق سے کچھ بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان آثار کے بارے میں بہتر جانتا ہے، لیکن کچھ آثار کے بارے میں دل میں ضرور تک اور ریب ہے۔“

نبی کریم ﷺ کے بالوں کے بارے میں کہتے ہیں: ان کی تحقیقت جاننا بیجد مشکل اور پیچیدہ امر ہے۔“

ایک اور مشہور مورخ ڈاکٹر عفیف، اسٹانبول میں موجود تمام آثار کی تحقیق کے بعد کہتے ہیں: ”ان میں سے کسی کو بھی ثابت کرنا ممکن نہیں رہ گیا ہے، یہاں تک کہ وہ آثار جن کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کیجا تی ہے ان کا بھی ممکن حال ہے، زیادہ سے زیادہ جو بات کی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جو آثار نادر ہیں ان کی سندرپہلی صدی تک پہنچتی ہے، لیکن یہ آثار کرن کے ہیں انہیں کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔“

محمد عصر امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بال، کپڑے اور دیگر استعمال شدہ چیزوں میں مفقود ہو چکی ہیں، کوئی بھی یقینی طور پر ثابت نہیں کر سکتا۔“

ان باتوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قدموں کے نشانات سے متعلق سات پتھر منسوب ہیں، مشہور مورخ احمد تیور پاشانے ان سب کا دراسہ اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ سارے پتھر نہ ہی شکل و صورت میں اور نہ ہی حجم و کیفیت میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے آثار و باقیات سے برکت حاصل کرنے کا مسئلہ اس وقت صرف نظری اور علمی رہ گیا ہے، تحقیقت میں اس کا کوئی وجود نہیں رہ گیا ہے، کیونکہ آج کسی بھی چیز کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی چیز ہے۔

(۲) جائز تبرک کی چوتھی نوع بجماعت صلاۃ ہے جس میں برکت واجز زیادہ ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نیکیاں بڑھاتی ہے۔

(۵) اجتماعی طور پر کھانا کھانا اور ایک بڑی پلیٹ میں سے کھاتے وقت اپنے سامنے سے کھانا، داعیں ہاتھ سے کھانا، بسم اللہ کہہ کر کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا یہ سب اعمال برکت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

(۶) اسی طرح بعض مقامات باعث خیر و برکت ہیں، چنانچہ مساجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مکہ، مدینہ، میدان عرفات، مزادغہ، منی، شام کا علاقہ خیر و برکت کی آماجگاہ ہیں۔ ان مقامات پر اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت طلب کرنا مسنون عمل ہے بشرطیکہ تبرک کے حصول کا طریقہ وہی ہو جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے۔

(۷) بعض اوقات خیر و برکت کا ذریعہ ہیں ان میں زیادہ سے زیادہ برکت کے حصول کی کوشش کرنا چاہئے۔ مثلاً رمضان کا مہینہ، الیتہ القدر خصوصاً رمضان کی آخری دس راتیں، ذوالحجہ کے ابتدائی دس ایام، جمع کادن، کسی بھی رات کا آخری پھر، یہ اوقات ہیں جو خیر و برکت سے معمور ہوتے ہیں۔ ان ایام اوقات میں اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ خیر و برکت کا طالب رہنا چاہیے سو مواد اور جمادات کو صوم رکھ کر برکت حاصل کی جاسکتی ہے ان دونوں دونوں میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر موحد کی مغفرت کر دی

جاتی ہے سوائے اس شخص کے جس کی دوسرے بھائی کے ساتھ ناراضگی ہوان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں مہلت دوحتی کہ آپ میں صلح کر لیں (صحیح مسلم)۔

(۸) کھانے پینے کی کچھ چیزیں میں جن کے استعمال میں اللہ نے خیر و برکت رکھی ہے، جیسے زیتون، دودھ، کلنجی، شہر، کھمی (Mashroom)، ائمہ سرمہ، آب باراں اور آب زمزم میں بہت برکت ہے۔ اسی طرح کھجور کا درخت باعث برکت ہے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کی برکت مسلمان کی طرح ہے، اب عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں نیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہو سکتا ہے، میں بولنے ہی والاتھا لیکن ہمارے گرد ویش بڑے بڑے صحابہ کرام تشریف فرماتے، تو آپ ﷺ نے خود فرمایا یہ کھجور ہے (صحیح بخاری) چنانچہ کھجور میں بالخصوص عجہ کھجور کھانا سنت اور باعث برکت ہے۔

(۹) حجر اسود کو چومنا اور رکن یمانی کو چھونا باعث خیر و برکت اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔

(۱۰) کچھ جانور باعث خیر و برکت ہیں، جیسے گھوڑا اور بکری وغیرہ۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر قیامت تک کے لئے بندھی ہوئی ہے (صحیح بخاری) بکریوں کے باڑے میں صلاة پڑھنے کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: صلاۃ پڑھ لیا کرو یہ بابرکت ہیں۔ (صحیح من ابو داؤد) مذکورہ چیزوں میں اللہ نے خیر و برکت رکھی ہے، ان سے برکت حاصل کرنے کی دوا ہم ترین شرطیں ہیں:

(۱) اخلاص اور یہ ایمان کہ اللہ نے ان میں برکت رکھی ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کی سنت اور طریقہ کے مطابق حاصل کی جائے۔

اگر آپ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر کسی اور طریقہ سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو پھر برکت تو دور کی بات وہ چیز باعث زحمت ہوگی، کیونکہ تمہرے عبادت ہے اور ہر عبادت کی قبولیت کا دار و مدار اخلاص اور اتباع سنت پر ہے۔

### دوسری قسم: ممنوع عتبرک: اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ان چیزوں سے تبرک کی امید رکھنا جن میں اللہ تعالیٰ نے برکت ہی نہ رکھی ہو مثلاً درختوں اور یتوں سے برکت کی امید رکھنا، گدھی کے دودھ سے برکت کی امید رکھنا، انیمیاء کرام کے علاوہ کسی بھی ہستی کو چومنا چاہنا ان کے پاٹھ کو جسم پر لگانا، یا ان کے آثار سے تبرک لینا، اہل قبور اور فوت شدگان سے ایضاً کیسی کرنا اور ان سے خیر و برکت کی طلب میں رہنا، قبروں مزاروں کو چومنا چاہنا وہاں مجاہد بن کر رہنا، غار رہنا یا غار ثور یا کوہ طور پر نفل پڑھنے کی غرض سے چڑھنا اسی طرح جہاں رسول اللہ ﷺ عبادت کرتے تھے۔ مثلاً محراب نبوی یا کوئی ایسی جگہ جہاں آپ ﷺ کی تشریف لے گئے مثلاً میدان بدر واحد وغیرہ۔ ان مقامات میں جا کر تبرک کیلئے نفل پڑھنا۔ یا نبی کریم ﷺ کی

جائے پیدائش ایسے ہی خدیجہ علی اور دیگر صحابہ کرام کے پیدائش مقامات کی زیارت کے ذریعہ تبرک حاصل کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی ذات سے خواہ وہ ذات ابوکمر و عمر و عثمان علیہما السلام ہی کی کیوں نہ ہو تبرک حاصل کرنا، ان کے لپسی، لعاب، پگڑی یا قمیص کو باعث برکت سمجھنا خلاف سنت ہے اسی طرح بزرگان دین سے تبرک حاصل کرنا، ان کے پسند یا کپڑوں کو باعث برکت سمجھنا، کسی کے گرتے قمیص یا پگڑی کو با برکت سمجھنا سب گناہ کا کام ہے۔ کیونکہ تبرک ایک عبادت ہے۔ عبادت صرف وہی جائز ہے جس کا ثبوت کتاب و سنت سے ثابت ہو۔

اسی طرح اپنی طرف سے چند ایام مخصوص کر لینا اور ان ایام میں تقریبات منعقد کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ تقریبات باعث برکت ہیں گناہ ہے۔ مثلاً ریچ لاول کے مہینے میں میلاد منانا، شبِ معراج پر چاغال کرنا، یوم ہجرت، اور یوم بدرو احمد منانا، یا یوم صدقی و فاروق منانا، یا عشورہ محرم کا جلوس نکالنا، تعریز یہ رکانا، قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی یا دیواروں کو چومنا، مقام ابراہیم کو چومنا، مدینہ کی خاک سے شفاء طلب کرنا یہ سب کام نہ صرف یہ کی خیر و برکت کے ذرائع نہیں ہیں بلکہ بدعاں ہیں اور سخت گناہ کا باعث ہیں۔

ایسے ہی کچھ شہروں کو مقدس اور متبرک سمجھنا جب کہ اللہ نے ان شہروں کو مقدس نہیں بنایا ہے جیسے اجیر شریف، راونڈ شریف، کچھ چھ شریف وغیرہ، ہندو پاک میں ایسے شہروں کی کمی نہیں جنہیں لوگوں نے اپنی طرف سے شریف بنادیا ہے، جبکہ وہ شرک و بدعت اور غاشی کا اذہ بنتے ہوئے ہیں، وہاں شرک و بدعت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محضیت کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی، یاد رکھو شریف وہی ہے جسے اللہ نے شریف بنایا ہو، ہمارے اور آپ کے بنانے سے کوئی شریف نہیں بن جاتا اور نہ ہی تو حیدسے بڑی کوئی شرافت ہے۔

ممنوع تبرک کی دوسری قسم: جن چیزوں میں اللہ نے برکت تورکھ دی ہے لیکن ان سے تبرک کے لئے ایسے طور طریقے ایجاد کرنا جس کی کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہ ہو جیسے مساجد کے دروازے، چوکھٹ اور کھڑکیاں چومنا چاٹنا، یا مقامات مقدسہ جیسے عرفات، مزدلفہ، منی میں حج کے ایام کے علاوہ برکت کی غرض سے وہاں وقوف کرنا یا رات گزارنا، آب زمزم سے کفن دھونا، عیدِ دین اور جمعہ کے دن صوم رکھنا، قرآن کریم کی تعلیمی لذکانا، قرآنی آیات کو پانی میں گھول کر پینا، قرآن کریم کو چومنا و چاٹنا، یا خانہ کعبہ کی دیواروں کو بوس دینا، یا چومنا اور چاٹنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم و دامّ رکھے اور شرک و بدعاں سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین !!!

والحمد لله الذي بنعمته قائم الصالحات





# راہِ خیر میں خرچ کیجئے، فرشتے کی دعا لمحجئے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس دن بھی بندے صحیح کرتے ہیں، دو فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے ”اے اللہ تو خرچ کرنے والے کو اور نواز“ اور دوسرا کہتا ہے ”اے اللہ تو رونکے والے (راہِ خیر میں نہ خرچ کرنے والے) تباہی و بر بادی اس کا مقدر بنا دے۔ (متفق علیہ)

For  
Donate

## Bank Account Detail

DARULKHAIR FOUNDATION  
DCB BANK : 02921300000718  
IFSC CODE : DCBL0000029  
(Kausa Branch)

تعاون کے لئے



رابطہ کریں یا وہاں اپ: 8454024219 9594690742



إن شاء الله همارے رضا کار آپ کا تعاون حاصل کرنے کے لئے آپ تک پہنچیں گے:

دارالخیر فاؤنڈیشن ممبر (معین)

DARULKHAIR FOUNDATION KAUSA, MUMBRA, MUMBAI

۵-لیک پلازہ، بودھتاو پالی، کوسہ، ممبر، ملٹن تھانے-400612 مہنی۔

رابطہ نمبر: 9594690742

ای-میل: darulkhair.network@gmail.com

ویب سائٹ: www.darulkhair.in

# دارالخیر فاؤنڈیشن ایک نظر میں۔۔۔

دارالخیر فاؤنڈیشن ایک دعوتی و رفاهی ادارہ ہے جس کی تائیں درج ذیل اغراض و مقاصد کی بنیاد پر اللہ کی توفیق سے ۲۰۱۴ء میں عمل میں آئی جس کی موجودہ سرگرمیاں مندرجہ ذیل میں ہیں:

- ۱- پانچ زبانوں (اردو، عربی، انگریزی، ہندی اور مرٹھی) میں دستیاب مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی ایک آن لائن ڈیجیٹل لائبریری۔
- ۲- شوٹ سائنس پر کتاب و سنت کی روشنی میں دین کی نشر و اشاعت۔
- ۳- مختلف موضوعات پر ایک سے زائد زبانوں میں دینی کتابوں، فولدرس، اسٹکس کی طباعت و منت تقسیم۔
- ۴- جماعت کے باصلاحیت و کبائر علمائے کرام کے مختلف موضوعات پر دروس و محاضرات کے ایچ-ڈی ویڈیوز۔
- ۵- فری میڈیا یکپا انعقاد و طبی امداد کی فراہمی۔
- ۶- دینی علاقوں کے بعض مساجد میں خطیب جماعت کی تفالفات۔
- ۷- تیسم و نادا طلباء کی تفالت۔
- ۸- تحریری انعامی مقابلے کا انعقاد۔
- ۹- ماہ رمضان کی آمد پر ایتم و ارامل (تیسم و بیواؤں) اور فقراء و محتاجین کے مابین اشتایے خورد و نوش (راش) و عیدی کپڑوں کی تقسیم۔
- ۱۰- دینی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والوں کے لئے حسب ضرورت کتابیں خرید کر انہیں بطور بدیہی پیش کرنا۔
- ۱۱- ملاباذ تربیتی و اصلاحی تقریری پروگرام کا انعقاد۔
- ۱۲- خواتین کے لئے تقریری پروگرام کا انعقاد۔
- ۱۳- مترجم و غیر مترجم قرآن کی مفت توزیع و تقسیم۔
- ۱۴- جماعت کرام کی رہنمائی کے لئے اج تربیتی یکپا انعقاد۔
- ۱۵- اختلاف کی صورت میں لوگوں کے مابین صلح و مصالحت وغیرہ۔

موجودہ وقت میں جدید یکنالوجی کا استعمال دعوت و تباہی کے لئے بے حد مفید ہے جس کے ذریعہ ایک انسان ایک چھوٹی جگہ پر رہتے ہوئے دعوت و تباہی کا کام پوری دنیا میں کر سکتا ہے اور یہی وقت کافی لوگ اس سے مستفید ہو سکتے یہ نیزان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ انھیں اغراض کے پیش نظر دارالخیر فاؤنڈیشن کی ایک مستقل ویب سائنس [www.darulkhair.in](http://www.darulkhair.in) کا قیام عمل میں آیا۔ فا الحمد للہ علی ذلك۔

## DARULKHAIR FOUNDATION MUMBRA, MUMBAI

Add.: 5, Lake Palaza, Talao Pali, Kausa, Mumbra, Thane-400 612. Mumbai, India.

Cell: +91 9594690742 Website : [www.darulkhair.in](http://www.darulkhair.in)